خطباتِ صدیقیہ

جلد پنجم

خطیب پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

خطیب مرکزی سنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ [illegible]

خطباتِ صدیقیہ

جلد پنجم

خطیبِ پاکستان مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
خطیب مرکزی سُنی رضوی جامع مسجد جھنگ بازار۔ فیصل آباد

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے۔ فیصل آباد

نام کتاب ——— خطباتِ صدیقیہ (جلد پنجم)

مؤلف ——— مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی

تزئین واہتمام ——— سید حمایت رسول قادری

پروف ریڈنگ ——— حافظ رب نواز سیالوی

(فاضل دارالعلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)

صفحات ——— 384

اشاعت ——— بار اوّل، مارچ 2009ء

تعداد ——— 1100

کمپوزنگ ——— غلام محمد یٰسین خاں

مطبع ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

ناشر ——— مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

قیمت ——— /- روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
سراجاً منیرا	7
سراج بمعنی چراغ	8
نبی کریم اور چراغ میں فرق	14
سراج بمعنی آفتاب	17
حضور ﷺ اور سورج میں فرق	34
سراجاً منیراً اور چاند میں فرق	39
ختم نبوت	41
آیات قرآن	41
وجہ اول	43
وجہ دوم	48
شق القمر	50
احادیث	55
ندائے یارسول اللہ	80
عہد رسالت میں قریب سے ندائے یارسول اللہ	84
عہد رسالت میں دور سے ندائے یارسول اللہ	84
بعد وصال قبر انور کے پاس ندائے یارسول اللہ	85
بعد از وصال دور سے ندائے یا رسول اللہ	87
یا محمد کہنے کے جواز کی صورتیں	96
سچوں کا ساتھ	112
تقویٰ	112
ایمان	112
توبہ	115
اطاعت	118
اخلاص	119
ترک معصیت	122
تقویٰ کے فوائد	124
صادقین کی تفسیر میں بعض اقوال	127
ھم الانبیاء	127
حضرت نوح علیہ السلام کی معیت	127
حضرت صالح علیہ السلام کی معیت	127
حضرت ہود علیہ السلام کی معیت	128
حضرت شعیب علیہ السلام کی معیت	128
ھم المہاجرون	131
قتل ناحق	134
والدین کی نافرمانی	134
مال یتیم کھانا	134

عنوان	صفحہ نمبر
سود کھانا	134
اولیاء کرام	135
مقامات اولیائے کرام	135
زندگی میں مقام	135
موت کے وقت مقام	136
قبر میں مقام	139
قیامت کے دن مقام	140
جنت میں مقام اولیاء	143
عالم انوار میں عظمتِ مصطفےٰ ﷺ	146
قبل از ولادت عظمت مصطفےٰ ﷺ	148
قبل از دعوائے نبوت عظمت مصطفےٰ ﷺ	151
بعثت کے بعد عظمت مصطفےٰ ﷺ	153
موت کے وقت عظمتِ مصطفےٰ ﷺ	163
عالم برزخ میں عظمت مصطفےٰ ﷺ	165
آخرت میں عظمت مصطفےٰ ﷺ	170
رحمت کے تقاضے	176
عالم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ	185
مقام مصطفےٰ ﷺ	207
حضرت نوح علیہ السلام	209
حضرت ہود علیہ السلام	210
بن مانگے ملنا	212

عنوان	صفحہ نمبر
دعائے خلیل نوید مسیحا	214
گواہی	215
دو چیزوں کا اجتماع...... دو قبلے	215
دو ہجرتیں	216
اجتماع شریعت وطریقت	217
اجتماع محبت اور خلت	218
اجتماع کلام ورؤیت	220
نگاہ نبوت	221
شہنشاہ زمانہ	223
تواضع سے بلندی	224
طالب دیدار	226
تجلی طور	227
صخرہ بیت المقدس	229
زیارت	230
عبد خاص	232
اظہار مرتبہ	233
بے مثل نبی ﷺ	235
عظمت	236
قبر انور عرش سے افضل...... دلیل اول	237
عقائد صحابہ	239
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عقائد	243

عنوان	صفحہ نمبر
فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقائد	249
آپ کا تعارف	249
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	251
تعارف	251
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	253
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ	254
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	255
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ	262
حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ	265
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ	268
حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ	269
وحی خدا	274
پہلی وحی	275
غار حرا کے انتخاب میں اسرار	277
غطات ثلاثہ میں اسرار	278
اقسام وحی	280
یکم "مکالمہ الٰہی بلا واسطہ"	281
دوم تکلیم الٰہی من وراء حجات	285
سوم فرشتے کا متمثل ہونا	286
چہارم رویائے صالحہ	288
پنجم صلصلۃ الجرس	290
ششم تفہیم غیبی	290
ہفتم فرشتے کا اصلی شکل میں آنا	291
ہشتم اسرافیل کا کلام کرنا	292
نہم رضوان جنت کی آمد	292
دہم الہام	293
علم لدنی	293
وحی کا طریقہ	297
وحی کے فوائد	298
وحی ذریعہ علم ہے	298
وحی ذریعہ ہدایت ہے	299
وحی ایک معجزہ ہے	300
وحی روح کی غذا	303
وحی ذریعہ سکون ہے	304
فلسفہ موت	307
موت کی تعریف	311
اچھی موت کیلئے چند ضروری چیزیں	312
جگہ	312
صحت عقیدہ	317
قصد توبہ	320
خوف خدا	322
حسن ظن	324

عنوان	صفحہ نمبر
نماز پنجگانہ	325
کافر کی موت	325
مومن کی موت	326
شہید کی موت	331
سمندری شہداء	335
کامل ولی کی موت	337
کامل ولی مرتا نہیں	340
صحابی کی موت	344
نبی کی وفات	346
اعتراض	348
الجواب	349
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات	350
مسلک ائمہ اربعہ	356
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	356
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک	358
امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ	364
مسلک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ	364
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	368
مسلک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	370
امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	378
امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک	380
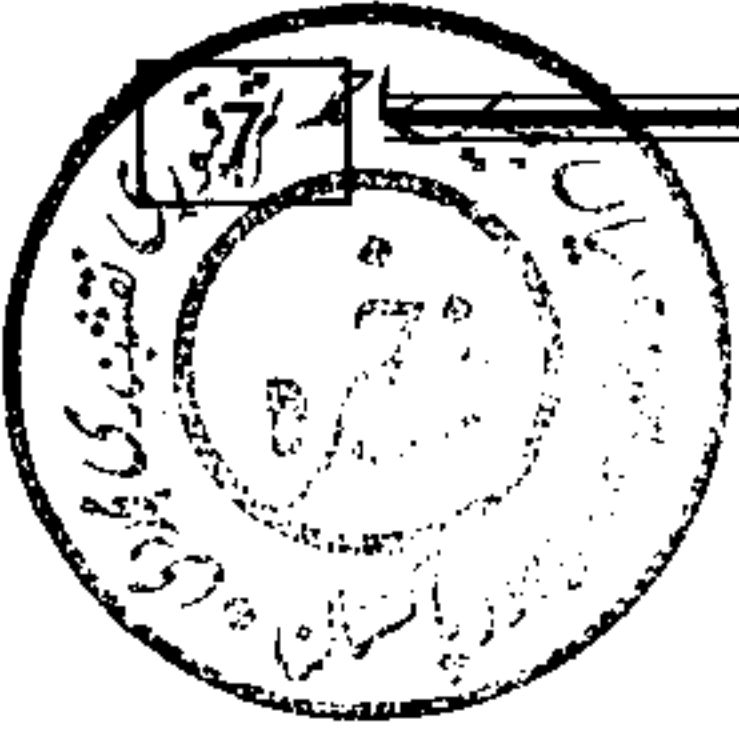
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سراجاً منیرا

یَاۤ اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًاۙ وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا۝

ترجمہ: اے غیب کے خبر دینے والے ہم نے تمہیں حاضر و ناظر بنا کر بشارت سنانے والا بنا کر ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا اور اللہ کی اجازت سے اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا اور نور دینے والا چراغ یا آفتاب بنا کر بھیجا۔

حدیث:

حضرت ابومریم فرماتے ہیں ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے پاس اس وقت لوگوں کا ہجوم تھا اس نے عرض کی مجھے کسی ایسی چیز کی تعلیم دیں جس سے مجھے فائدہ ہو لوگوں نے اس سے کہا خاموش رہو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو یہ آدمی کچھ سیکھنا ہے۔ اس کے لئے کچھ جگہ بنا دو تا کہ یہ بیٹھ جائے اس اعرابی نے سوال کیا آپ کی نبوت کی اول نشانی کیا ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی طرح مجھ سے بھی عہد لیا خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا۝

ترجمہ: اور یاد کرو جبکہ ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور اے محبوب تجھ سے عہد لیا اور نوح اور ابراہیم سے موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔

اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری بشارت دی اور تیسری نشانی یہ ہے کہ میری والدہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کے دونوں پاؤں کے درمیان سے ایک ''سراج'' ظاہر ہوا جس سے میری والدہ کے لئے ملک شام کے محلات

روشن ہو گئے۔ (ج ۸، ص ۲۲۴، مجمع الزوائد۔ ج ۲۲، ص ۳۳۳، طبرانی کبیر)

سراج کا لفظی معنی چراغ کا ہے اور مرادی معنی آفتاب کا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا خدا نے سورج کو سراج بنایا ایک اور جگہ فرمایا۔

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَ قَمَرًا مُّنِيْرًا○

ترجمہ: پاک ہے وہ جس نے آسمان میں برج بنائے اور اس میں سورج اور روشنی دینے والا چاند بنایا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کو سراج یعنی چراغ کیوں کہا گیا۔

سراج بمعنی چراغ:

(۱) چراغ کی روشنی چاروں طرف پھیلتی ہے اور حضور ﷺ کا اسلام بھی دنیا میں چاروں طرف پھیلا ہے۔ دنیا کے اکثر ممالک اسلام کی روشنی سے منور ہو چکے ہیں براعظم ایشیا یورپ شمالی امریکہ جنوبی امریکہ اور براعظم افریقہ میں اسلام خوب پھیل رہا ہے۔

(۲) چراغ کی لو اوپر کو اٹھتی ہے۔ سرور کائنات ﷺ بھی معراج کی رات زمین سے آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ کو سراج کہا گیا ہے۔

بنا آسمان منزل ابن مریم
گئے لا مکاں تاجدار مدینہ

(۳) چراغ سے تاریکی دور ہوتی ہے۔ حضور ﷺ سے بھی تاریکی دور ہوتی تھی۔ حدیث میں ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُضِيْئُنِي الْبَيْتَ اَعْظَمَ مِنْ نُوْرِهٖ○

(ص ۳۹۳، مطالع المسرات)

نبی کریم ﷺ اپنے نور سے اندھیرے کمرے میں روشنی کر دیتے تھے۔

حضرت خالد بن سعید نے خواب دیکھا کہ سارے مکہ میں اتنی تاریکی چھا گئی ہے کہ ہاتھ سوجھائی نہ دیتا تھا پھر اچانک زمزم کے کنویں سے ایک نور نکلا جس سے سارے مکہ کی تاریکی دور ہو گئی۔ انہوں نے اپنے بھائی کے سامنے یہ خواب بیان کیا انہوں نے کہا چونکہ آب زمزم عبدالمطلب نے کھودا ہے لہٰذا انہیں کے خاندان سے ایک امرِ عظیم ظاہر ہو گا۔ حضور ﷺ کی بعثت کے بعد انہوں نے یہ خواب آپ کے سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا۔

اَنَا وَاللّٰهِ ذَالِكَ النُّوْرُ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ۝

خدا کی قسم وہ نور میں ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

(ج ۱۳، ص ۳۷۸، کنز العمال)

خدا فرماتا ہے۔

الٓرٰ ۝ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۝

ترجمہ: اے محبوب یہ کتاب ہم نے تجھ پر اس لئے نازل فرمائی کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال لے جائیں۔

جہاں تاریک تھا ظلمتکدہ اور کالا تھا
کوئی پردے سے کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

(۴) چراغ سے گمشدہ چیز تلاش کر لی جاتی ہے۔ حضور ﷺ سے بھی گمشدہ چیز تلاش کی گئی چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت اندھیرے کمرے میں سوئی دھاگے سے کوئی کپڑا سی رہی تھیں کہ اچانک ان کے ہاتھ سے سوئی گر پڑی ہر چند تلاش کیا لیکن سوئی نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ اس کمرے میں تشریف لے آئے تو:

فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْوَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ ○ (ص خصائص کبریٰ)

آپ کے چہرہ انور سے ایسا نور ظاہر ہوا کہ گمشدہ ہوئی نظر آ گئی۔

(۵) چراغ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے بھی مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ طیبہ تشریف لائے۔

(۶) ایک چراغ سے ہزاروں چراغ روشن کر لئے جائیں تو پہلے چراغ کی روشنی میں کوئی فرق نہیں آتا مثلاً ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ میں تیرے خزانوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ خدا نے فرمایا اپنے گھر کے سامنے چراغ روشن کر کے رکھ لو اور تمام ہمسایوں سے کہو کہ وہ تمہارے چراغ سے اپنے چراغ روشن کر لیں چنانچہ سب نے اپنے اپنے چراغ روشن کر لئے خدا نے فرمایا دیکھو تمہارے چراغ سے کتنے چراغ روشن ہو گئے لیکن تمہارے چراغ کی روشنی میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ بس یہی حال میرے خزانوں کا ہے۔ (ج ۲، ص ۲۲۶، جواہر البحار)

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اَنَا مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُوْرِىْ ○ کہ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے یعنی میرے ظہور کا سبب اللہ کا نور ہے اور ساری مخلوق کے ظہور کا سبب میرا نور ہے اللہ کا نور نہ ہوتا تو میں نہ ہوتا اور میرا نور نہ ہوتا تو مخلوق نہ ہوتی۔

اسلام ہے نور محمد وہ خدا کے نور سے
اس نور سے مخلوق سب پایا یہ نکتہ دور سے

(۷) پروانے دو طرح کے ہوتے ہیں کچھ پروانے وہ ہوتے ہیں جو چراغ کے منہ لگتے ہیں وہ جل جاتے ہیں بھسم ہو جاتے ہیں اور کچھ پروانے وہ ہوتے ہیں جو چراغ کے قدموں میں رینگتے رہتے ہیں ان کو زندگی مل جاتی ہے ہمارے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی دو طرح کے لوگ آئے ابوجہل، ابولہب آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ لگے وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔ صدیق اکبر، فاروق، عثمان غنی، حیدر کرار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ کے قدموں میں آ بیٹھے وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے بلکہ آپ کی امت کا ایک گروہ ایسا ہے کہ وہ بظاہر قتل ہو جاتا ہے فوت ہو جاتا ہے لیکن حقیقت میں ان کو زندگی مل جاتی ہے وہ کون لوگ ہیں وہ شہید ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک میاں بیوی کا جوڑا ملک شام میں رہتا تھا۔ ان کا ایک بیٹا کسی جنگ میں شہید ہو چکا تھا اس کی شہادت کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا آ رہا ہے۔ باپ نے اسے دیکھ کر کہا ہمارا بیٹا آ رہا ہے ماں نے کہا یہ شیطانی وسوسہ ہے وہ تو مدت سے شہید ہو چکا ہے وہ کہاں سے آئے گا اتنے میں وہ لڑکا اور بھی قریب ہو گیا باپ نے کہا خدا کی قسم یہ ہمارا بیٹا ہے اس پر لڑکے کی ماں نے بھی دیکھا اور کہا خدا کی قسم واقعی یہ تو وہی ہے وہ لڑکا اپنے والدین کے قریب کھڑا ہوا اس کے باپ نے کہا کیا تو شہید نہ ہو گیا تھا اس نے کہا ہاں لیکن آج عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا ہے تو شہیدوں نے اپنے رب سے اُن کے جنازہ میں شریک ہونے کی اجازت مانگی ہے۔ میں بھی ان میں شامل ہو گیا اور میں نے ماں باپ کو سلام کرنے کی اجازت مانگی پھر اس نے اپنے باپ اور ماں کے لئے دعا کی اور واپس چلا گیا۔ (ص ۹۳، شرح الصدور)

شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمین پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

(۸) ایک چراغ سے دوسرے چراغ کو روشن کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جلتے ہوئے چراغ کے پاس لا کر اس چراغ کی گردن جھکا دیتے ہیں تو اس کو بھی روشنی مل جاتی ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر جس نے اپنی گردن جھکا دی اس کو ایمان کی روشنی مل گئی مثلاً حضرت طفیل بن عمرو دوسی فرماتے ہیں کہ میں مکہ شریف حاضر ہوا اور اس وقت تک رسول پاک ﷺ مکہ ہی میں تھے لوگ طفیل بن عمرو کے پاس آئے اور یہ ایک شریف انسان اور بہترین شاعر تھے۔ لوگوں نے کہا اے طفیل تو مکہ میں نووارد ہے اور ہمارے ہاں ایک آدمی ظاہر ہوا ہے جس نے ہماری جماعت کا شیرازہ بکھیر دیا ہے اور ہم میں اختلاف پیدا کر دیا ہے اس کے کلام میں جادو کا اثر ہے کہ اولاد کو ماں باپ سے جدا کر دیتا ہے بھائی کو بھائی سے بیوی کو میاں سے جدا کر دیتا ہمیں خوف ہے کہ کہیں تو اپنی قوم سے جدا نہ ہو جائے۔ اگر تیری اس شخص سے ملاقات ہو جائے تو اس سے بات چیت نہ کرنا ان کے کہنے سے میں نے تہیہ کر لیا کہ میں اس سے نہ کلام کروں گا اور نہ اس کی بات سنوں گا میں نے اپنے کان میں روئی ٹھونس لی اور مسجد حرام میں چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کعبہ کے قریب نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں ان کے قریب کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ میں آپ کا کلام سنوں میں نے ان سے عمدہ کلام سنا میں نے دل میں خیال کیا میں ایک نفیس شاعر ہوں اچھے برے کلام کو سمجھتا ہوں لہٰذا اس شخص کا کلام مجھے سننا چاہیے اگر کلام اچھا ہوا تو میں قبول کر لوں گا اور اگر کلام برا ہوا تو ترک کر دوں گا۔ میں کچھ دیر آپ کے پاس ٹھہرا پھر حضور ﷺ اپنے گھر جانے لگے تو میں نے بھی آپکا پیچھا کیا یہاں تک کہ آپ اپنے گھر میں

داخل ہوئے میں نے اپنے آپ کو آپ پر پیش کیا میں نے عرض کی اے محمد ﷺ آپ کی قوم نے تو مجھے آپ کے پاس آنے سے ہر چند روکا یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ میں آپ کا کلام نہ سن پاؤں لیکن اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ میں آپ کا کلام سنوں میں نے آپ سے عمدہ کلام سنا آپ اپنا پیغام مجھ پر پیش فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ پر اسلام پیش فرمایا اور مجھ پر قرآن کی تلاوت فرمائی خدا کی قسم میں نے اس سے بڑھ کر اچھا کلام کبھی نہ سنا۔ میں نے اسلام قبول کر لیا میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں اپنی قوم کا سردار ہوں میں ان کی طرف جارہا ہوں۔ آپ خدا سے دعا کریں وہ مجھے کوئی ایسی نشانی عطا کرے جو ان کے اسلام لانے پر مدد و معاون ہو نبی کریم ﷺ نے دعا مانگی خدا نے میری پیشانی روشن کر دی میں نے دعا مانگی تو وہ نور میرے کوڑے کے سرے پر آ گیا اور ایک معلق قندیل کی طرف چمکنے لگا میں نے اپنے والد کو تبلیغ دین کی وہ مسلمان ہو گئے پھر میں نے اپنی بیوی پر اسلام پیش کیا وہ بھی مسلمان ہو گئی۔

(ج ۵، ص ۳۶۰، دلائل النبوت)، (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۹۰-۵۹۱)

(۹) چراغ سے روشنی حاصل کرنے کے لئے اب تک سات چیزیں ہمارے سامنے آئی ہیں۔ چراغدان، بتی، تیل، دیا سلائی۔ پہلے زمانے میں پتھر کو پتھر پر مارتے چنگاری پیدا ہوتی تھی پھر ایک ہی کپڑا کو دونوں پتھروں کے درمیان رکھتے اس کو آگ لگ جاتی۔ پھر ایک زمانہ آیا لکڑی کو لکڑی پر رگڑتے اور اس طرح آگ پیدا ہو جاتی ان سات چیزوں کی مدد سے چراغ کی روشنی معرض وجود میں آئی۔ ہمارے نبی کریم ﷺ کی شریعت میں بھی کئی چیزیں سات سات کی تعداد میں موجود ہیں مثلاً کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں سات کلمات ہیں۔ سجدے میں سات ہڈیاں زمین پر لگائی جاتی ہیں۔ وحی کی سات اقسام ہیں۔

جہنم کے سات دروازے ہیں۔ انسان کا جسم سات چیزوں سے بنا ہے اور نماز میں سات چیزیں فرض ہیں۔

اب اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کیا حضور ﷺ چراغ کی طرح ہیں کیونکہ آپ نے ان کو چراغ کی مانند ثابت کر دیا تو اس کے جواب کے لئے حضور ﷺ اور چراغ میں فرق ملاحظہ فرمائیں۔

نبی کریم اور چراغ میں فرق:

(۱) ہر چراغ میں دھواں ہوتا ہے چنانچہ چراغ کی لو پر اگر کوئی برتن رکھا جائے تو وہ سیاہ ہو جاتا ہے مگر حضور ﷺ کو سراجا منیرا کہہ کر یہ اعلان فرما دیا کہ یہ چراغ دھوئیں سے خالی ہے صرف نور سے معمور ہے۔

وہ کمالِ حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

(۲) چراغ ہوا کی تاب نہ لا کر بجھ جاتے ہیں لیکن سراج منیر کسی باد مخالف سے بجھ نہ سکا مخالفتوں کے جھکڑ چلے سینکڑوں طوفان اُٹھے مشرکین مکہ نے ہر حربہ استعمال کیا لیکن اس نور کو بجھا نہ سکے، خدا فرماتا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ○

ترجمہ: وہ اپنے مونہوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے اگرچہ کافر برا منائیں۔

کروٹیں دنیا کی تیرا قصر ڈھا سکتی نہیں
آندھیاں تیرے چراغوں کو بجھا سکتی نہیں

جب نبی کریم ﷺ کی تبلیغ دن دُگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگی تو ابوجہل

اور اس کے ساتھیوں کو بڑا فکر ہوا انہوں نے ایک وفد ترتیب دے کر ابوطالب کے پاس بھیجا اس وفد نے ابوطالب سے کہا اے ابوطالب تیرا بھتیجا ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے اس کو منع کر لو یا پھر ہمارے حوالے کر دو ہم خود ان سے نپٹ لیں گے۔ ابوطالب نے آپ کو بلا کر سمجھایا کہ میں اکیلا ان تمام سرداروں سے لڑ نہیں سکتا تم اپنی تبلیغ کو اپنے سینے تک محدود رکھو کیا ضرورت ہے کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت کرنے کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا چچا کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے انہوں نے کہا ہاں یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھی آخری فیصلہ سن لو میرا فیصلہ یہ ہے کہ:

جفا و ظلم کی آندھی چلے طوفان آجائیں
مٹانے کو میرے شداد اور ہامان آجائیں
میرے ہاتھوں میں لا کر چاند سورج بھی اگر رکھ دیں
میرے پیروں تلے روئے زمیں کا مال و زر رکھ دیں
خدا کے کام سے میں باز ہرگز رہ نہیں سکتا
یہ بت جھوٹے ہیں یہی جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

(۳) چراغ کی لو دو ڈھائی انچ اوپر اُٹھتی ہے لیکن سراجا منیرا معراج کی رات عرش سے بھی آگے لامکاں کی بلندیوں تک تشریف لے گئے ہیں۔

یوں کون پیغمبر گیا ساتوں فلک طے کر گیا
بالا سے بالاتر گیا کیا کیا کہوں کیا کر گیا
اشرف تیرا فرفر گیا اوپر سے بھی اوپر گیا
پر والا تو سدرہٰ رہا تو عرش پر بے پر گیا

(۴) چراغ تھوڑے سے ماحول کو روشن کرتا ہے اور حضور ﷺ نے کتنی جگہ کو روشن کیا۔ ملاحظہ فرمائیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ الم نشرح لك صدرك کیا ہم نے

تیرا سینہ نہ کھولا یا اس آیت کے تحت صاحب روح المعانی نے لکھا ہے۔

اَلَمْ نَفْسَحْ صَدْرَكَ حَتّٰى حَوٰى عَالَمِيِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَتِ ○

ہم نے آپ کے سینے کو اتنا وسیع کر دیا کہ عالم الغیب (ساتویں آسمان سے عرش تک) اور عالم شہادت (ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک) کو محیط ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عرش سے لے کر فرش تک ساری کائنات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے نے گھیر رکھا ہے۔ اب دلیل سنئے کہ آپ کے سینے میں کیا وسعت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ○ معلوم ہوا کہ آپ خدا کی رحمت ہیں اور دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ○ میری رحمت نے ہر چیز کو اپنے گھیرے میں لیا ہوا ہے۔

اور آپ کے سینے میں کیا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ○

ترجمہ: اللہ تمام آسمانوں اور زمینوں کو روشنی عطا فرمانے والا ہے۔ اس کے نور کی مثال یوں ہے جیسے ایک طاق میں ایک بتی اور دیا روشن کر کے رکھا ہو اور بتی ایک ایسے شیشے میں ہے جو اپنی صفائی کی وجہ سے چمکتے ستارے کی مانند ہے۔

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عمر کا یہ قول ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک ہے اور زجاجہ سے مراد آپ کا قلب مبارک ہے اور مصباح سے مراد وہ نور ہے جو خدا نے اس دل میں رکھا ہے اور یہی وہ نور ہے جس نے عالم شہادت اور عالم غیب کو منور کر رکھا ہے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ساری کائنات اس نور سے روشنی لے رہی ہے لہٰذا چاند سورج ستارے انبیاء، علماء اور اولیاء آپ ہی سے منور ہیں۔

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی
یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

سراج بمعنی آفتاب:

رسول اللہ ﷺ کو سراج یعنی آفتاب کہنے کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آفتاب خود روشن ہے اور حضور ﷺ بھی خود روشن ہیں۔ حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَارَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْهِهٖ۝ (مشکوٰۃ، ص ۵۱۸)

میں نے حضور ﷺ سے زیادہ کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا یوں معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب آپ کے چہرہ میں سیر کر رہا ہے۔

(۲) آفتاب دوسروں کو روشن بھی کرتا ہے چاند اور سبھی ستارے اس سے روشنی لیتے ہیں۔ حضور ﷺ بھی دوسروں کو روشن کرتے ہیں مثلاً:

(الف) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک تاریک رات میں حضرت قتادہ بن نعمان بارش کی وجہ سے دیر تک حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو آپ ﷺ نے ان کو کھجور کی شاخ عطا فرمائی اور فرمایا اس کو لے جاؤ۔ یہ تمہارے لئے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو گے تو تم ایک سیاہی دیکھو گے اس کو مار مار کر نکال دینا وہ شیطان ہے جب حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لئے روشن ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچ گئے اور اندر جاتے ہی اس سیاہی کو مار مار کر

باہر نکال دیا۔ (مجمع الزوائد، ج ۲، ص ۴۰)

(ب) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عباد بن بشر اور اسید بن حضیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے اپنے مطلب کی باتیں کرتے رہے کہ رات ہو گئی اور سخت تاریکی چھا گئی پھر یہ دونوں اُٹھے اور اپنے گھر کو جانے لگے تو ایک صحابی کی لاٹھی روشن ہو گئی جب دونوں کی راہیں جدا ہوئیں تو دوسرے صحابی کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی اور دونوں صحابی اپنی اپنی لاٹھیوں کی روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۴۴۔ حجۃ اللہ، ص ۱۷)

(ج) حضرت ابن ملکان فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے گرمی کا موسم تھا ریگستانی علاقہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاس محسوس ہوئی آپ نے مجھے پانی تلاش کرنے کا حکم دیا میں ایک برتن لے کر پانی کی تلاش میں نکلا کیا دیکھا کہ ایک چھوٹے سے ریت کے ٹیلے پر ایک پرندہ آ کر بیٹھا اور اپنی چونچ سے ریت کو کریدا اور اڑ گیا یہ اشارہ تھا اس طرف کہ یہاں سے کھودو پانی نکلے گا۔ میں نے وہاں سے کھودنا شروع کیا کچھ دیر کے بعد وہاں سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی جاری ہوا میں نے خود بھی پیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برتن بھر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا اور مجھے فرمایا اپنا پانی ڈالا برتمیرے دل پر رکھ دو۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کی جب ہاتھ اُٹھایا تو وہ چمکنے لگا میں نے اسی پر کپڑا لپیٹ لیا رات کی تاریکی میں وہ خوب روشنی دیتا تھا۔ (تاریخ بغداد)

(د) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے۔ حالت نماز میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہم آپ کی پشت پر چڑھ گئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اُٹھایا ان دونوں کو پکڑا اور آرام سے رکھدیا پھر جب سجدے کی طرف رجوع فرمایا تو پھر وہ اوپر چڑھ گئے پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھ لی تو دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں

ان دونوں کو ان کی والدہ کے پاس نہ لے جاؤں تو اچانک ایک عظیم الشان نور چمکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں کو ان کی والدہ کے پاس لے جاؤ دونوں کے گھر میں داخل ہونے تک وہ نور بدستور روشنی دیتا رہا۔

(طبرانی کبیر، ج۳، ص ۵۱۔ البھد ایہ والنھایہ، ج۶، ص ۱۵۶)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

(۴) آفتاب کا اپنا کوئی سایہ نہیں اسی طرح امام الانبیاء کا بھی سایہ نہ تھا دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر (۱): حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے انہوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اِنَّ اللّٰہُ لَاوَقَعَ ظِلُّكَ عَلَى الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعُ اِنْسَانٌ قَدَمَیْهِ عَلٰی ظِلِّكَ ○ (تفسیر مدارک، ص ۳۲۱)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑنے دیا کہ کہیں کوئی انسان آپ ﷺ کے سایہ پر اپنے قدم نہ رکھ دے۔

دلیل نمبر (۲): سایہ سائے والے سے لطیف ہوتا ہے اور حضور ﷺ کے جسم مبارک سے بڑھ کر کوئی چیز لطیف نہ تھی اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۳): سایہ اصل کی مثل ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کو حضور ﷺ کی مثل بنانا منظور ہی نہیں اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

نظر آیا اسے سایہ میں بھی محبوب کا سایہ
خدا نے اس لئے رکھا نہیں سایہ محمد کا

دلیل نمبر (۴): حضور ﷺ ظل الٰہی ہیں اور ظل کا سایہ نہیں ہوتا اس لئے آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا

سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا

دلیل نمبر (۵): سایہ آفتاب مہتاب اور چراغ وغیرہ بناتے ہیں لیکن حضور ﷺ کا نوران سب سے زیادہ تھا کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں اہل سیر نے لکھا ہے کہ:

لَمْ یَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُہٗ عَلٰی ضَوْءِ الشَّمْسِ ○

یعنی جب آپ آفتاب کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آجاتا تھا۔

وَلَمْ یَقُمْ مَعَ سِرَاجٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُہٗ عَلٰی ضَوْءِ السِّرَاجِ ○

یعنی جب آپ چراغ کے سامنے ہوتے تو آپ کا نور چراغ کے نور پر غالب آجاتا تھا۔ (جواہر البحار۔ زرقانی، ج۴، ص ۲۲۰)

خورشید تھا کس زور پر کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر

بے پردہ جب وہ رُخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے حضور ﷺ ہمارے گھر میں تشریف لائے ہیں۔

مَا کُنَّا نَحْتَاجُ اِلَی السِّرَاجِ مِنْ یَوْمٍ اَخَذْنَاہُ لِاَنَّہٗ نُوْرُ وَجْھِہٖ کَانَ اَنْوَرُ مِنَ السِّرَاجِ ○

جب سے ہم آپ کو اپنے گھر لائے ہیں ہمیں چراغ کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کے رُخ انور کا نور چراغ کی روشنی سے زیادہ تھا۔ (تفسیر مظہری)

دلیل نمبر (۶): سایہ تاریکی اور سیاہی سے خالی نہیں ہوتا اور آپ کا جسم نورانی تھا۔ خدا فرماتا ہے۔ قَدْ جَاءَکُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ ○ تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا ہے۔

وہ خورشید رسالت نور کا سایہ کہاں
اس سبب سے سایہ خیر الوریٰ ملتا نہیں

دلیل نمبر (۷): حضور ﷺ ہر جہت سے نور ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا مانگی۔
اے اللہ میرے دل میں نور کر دے اور میری قبر میں نور میرے آگے نور میرے پیچھے نور اور میرے دائیں نور میرے بائیں نور میرے اوپر نور میرے نیچے نور میرے کانوں میں نور میری آنکھوں میں نور میرے بالوں میں نور میری جلد میں نور میرے گوشت میں نور میرے خون میں نور میری ہڈیوں میں نور اے اللہ تعالیٰ میرے لئے بہت زیادہ نور کر دے اور مجھ کو نور عطا کر اور مجھ کو نور کر دے۔
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ کے جسم کا ہر عضو نور ہے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے اور باہر نور ہی نور ہے اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۸): حضرت ذکوان تابعی فرماتے ہیں۔
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ ○ (زرقانی، ج ۴، ص ۲۴۰)
رسول خدا کا سایہ نہ دھوپ میں نہ چاند کی چاندنی میں دیکھا جاتا تھا۔

دلیل نمبر (۹): حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:
اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں قرآن کو ایک قرأت پر پڑھوں میں نے اللہ تعالیٰ سے مراجعت کی اور اپنی امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی دوبارہ حکم ہوا دو قرأتوں پر پڑھو میں نے پھر مراجعت کی اور امت پر سہولت فرمانے کی درخواست کی۔ تیسری بار وحی ہوئی سات قرأتوں پہ پڑھو اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ ہر بار مراجعت کرنے کے بدلے تمہیں ایک دعا مانگنے کا حکم دیا

گویا تمہیں تین دعائیں مانگنے کا حکم ہے جنہیں رد نہ کیا جائے گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے دو دعائیں دنیا میں مانگ لیں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ ○

وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِیَوْمٍ یَرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ کُلُّھُمْ حَتّٰی اِبْرَاھِیْمُ ○

(مسلم شریف)

اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لئے محفوظ رکھا جبکہ ساری مخلوق یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری شفاعت کے لئے راغب ہوں گے۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنیٰ ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

جس طرح حضور ﷺ کی تیسری دعا آخرت میں شفاعت کے لئے بطور ذخیرہ باقی رکھی گئی اسی طرح آپ کا سایہ آخرت میں بطور ذخیرہ باقی رکھا گیا۔

دلیل نمبر (۱۰): علم الٰہی میں لوگوں کے دو گروہ ہیں خدا فرماتا ہے۔

فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّةِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ ○

یعنی: ایک گروہ جنت میں ایک گروہ جہنم میں۔

پس مناسب نہ تھا کہ کوئی شخص آپ کے سائے کے نیچے آ کر دوزخی ہو جائے۔

دلیل نمبر (۱۱): ہر شخص کا سایہ زمین پر سجدہ کرتا ہے اور اکثر لوگ خود سجدے سے محروم ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ سجدہ کرنے والوں کے سردار ہیں۔ پس سائے کے سجدے کی حاجت نہ تھی۔

دلیل نمبر (۱۲): حضور ﷺ جہان بھر کے پیشوا ہیں اگر آپ ﷺ کا سایہ ہوتا تو کبھی وہ آپ کے آگے آ جاتا اور آپ کی پیشوائی میں فرق آ جاتا اس لئے

111346

آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۱۳): خدا تعالیٰ مومنوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے خدا فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۝

ترجمہ: اللہ مومنوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔

اگر حضور ﷺ کا سایہ ہوتا تو معاملہ برعکس ہوتا اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا

دلیل نمبر (۱۴): صاف چیز پر سایہ صاف نظر آتا ہے اور ناپاک چیز پر سایہ بھی ناپاک نظر آتا ہے۔ پس مناسب نہ تھا کہ آپ ﷺ کا سایہ ناپاک چیز پر نظر آئے اس لئے آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۱۵): سایہ جسم سے جدا ہو جاتا ہے اگر حضور ﷺ کا سایہ ہوتا تو وہ بھی آپ ﷺ سے جدا ہوتا۔ خدا نے اس لئے آپ ﷺ کا سایہ نہ رکھا کہ سایہ کو بھی حضور ﷺ کی جدائی برداشت نہ تھی۔

کون ہے کس کو گوارا ہے جدائی تیری
کیوں جدا ہوتا تیرے جسم سے سایہ تیرا

دلیل نمبر (۱۶): شیشہ کے اندر بتی جل رہی ہو تو اس کا سایہ نظر نہیں آتا۔ حضور ﷺ کا سارا جسد اقدس شیشے کی مانند ہے اور دل میں نور نبوت چمک رہا ہے اس لئے آپ ﷺ کے جسم پاک کا سایہ نہ تھا۔

دلیل نمبر (۱۷): فرشتوں کے بارے میں حدیث ہے۔ خُلِقَتِ الْمَلَائِکَةُ مِنْ نُّوْرٍ۔ فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ فرشتے حضور ﷺ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کا سایہ نہیں کیونکہ حدیث میں آسمان میں چار انگل بھی جگہ ایسی

نہیں جہاں کوئی فرشتہ موجود نہ ہو لہٰذا اگر ملائکہ کا سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک نہ پہنچ پاتی جب حضور ﷺ کے نور سے پیدا ہونے والے فرشتے کا سایہ نہیں تو حضور ﷺ کا سایہ کیسے ہوتا۔

(۴) ایک آدمی آفتاب کی ہستی کو نہیں مانتا تو پھر آفتاب یہ کرتا ہے کہ اپنی دھوپ اس کے پیچھے لگا دیتا ہے وہ منکر اگر سفر میں ہے تو دھوپ اس کے ساتھ ہے اگر حضر میں ہے تو دھوپ اس کے ساتھ ہے وہ اگر ہوائی جہاز میں ہے تو دھوپ اس کے ساتھ ہے اگر وہ سمندر میں سفر کر رہا ہے تو دھوپ اس کے ساتھ ہے حتیٰ کہ اگر وہ کمرے میں بند ہو جائے تو بھی آفتاب کسی نہ کسی سوراخ سے روشنی کمرے کے اندر پہنچا دیتا ہے اور اس منکر کو ماننا پڑتا ہے کہ سورج کی ہستی برحق ہے اسی طرح اگر کوئی کافر نبی کریم ﷺ کی حقانیت کا منکر ہو تو آپ کی حقانیت اس کا پیچھا کرتی ہے اور اس کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، س کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

مثال نمبر ۱:

ایک رات ابو جہل چھپ کر نبی کریم ﷺ سے قرآن سننے گیا اسی طرح ابو سفیان اور اخنس بن شریق بھی، ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی۔ صبح تک تینوں چھپ کر حضور ﷺ سے قرآن سنتے رہے دن کا اجالا ہونے لگا تو واپسی میں ایک سنگم پر تینوں کی ملاقات ہو گئی ہر ایک نے دوسرے سے کہا تم کیسے آئے اب سب نے یہ معاہدہ کر لیا کہ ہمیں قرآن سننے نہ آنا چاہیے کیونکہ ایسا نہ ہو ہمیں دیکھ کر قریش کے نوجوان بھی آنے لگیں اور آزمائش میں پڑ جائیں۔ جب دوسری رات ہوئی ہر ایک نے یہی گمان کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئے ہوں گے چلو قرآن

سن لیں غرضیکہ صبح کے وقت پھر تینوں کا سنگم ہوا اور خلاف معاہدہ کرنے پر پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور دوبارہ معاہدہ کر لیا کہ اب کے نہ آئیں گے اور جب تیسری رات ہوئی تو پھر تینوں قرآن سننے گئے پھر صبح کو وعدہ کر لیا کہ اب ہرگز نہ آئیں گے۔ اب اخنس بن شریق ابوسفیان کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ قرآن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اس نے کہا میں نے جو باتیں سنی ہیں ان کو خوب پہچانتا ہوں اور ان کا مطلب بھی جانتا ہوں لیکن بعض باتوں کا مقصد نہ سمجھ سکا اخنس نے کہا میرا بھی یہی حال ہے پھر اخنس ابوجہل کے پاس گیا اور اس سے قرآن کے بارے میں پوچھا اس نے کہا ہم اور عبدمناف مقام شرف حاصل کرنے میں ہمیشہ ایک دوسرے سے دست و گریبان رہے۔ انہوں نے دعوتیں کیں تو ہم نے بھی، انہوں نے خیر وسخاوت کی تو ہم نے بھی کیں حتیٰ کہ ہم تو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور انہوں نے کہا ہم میں خدا کا ایک پیغمبر ہے اس پر آسمان سے وحی آتی ہے۔ اب ہم یہ بات کہاں سے لائیں خدا کی قسم ہرگز ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے یہ سن کر اخنس چلا گیا۔ (ابن کثیر، ج ۷، ص ۵۶)

ان تینوں کا بار بار قرآن سننے کے لئے آنا اور قرآن کا انکار نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ قرآن اور صاحب قرآن کو سچا تصور کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ کی حقانیت کے دل سے قائل تھے۔

مثال نمبر ۲:

فقیر احقر العباد فی الاقطار الجہانی محمد صدیق ملتانی جب پہلی مرتبہ امریکہ کے تبلیغی دورے پر گیا تو وہاں شکاگو شہر میں ایک مجلس میں ''فلسفہ نماز'' کے عنوان سے وعظ ہوا ایک پشاوری خان صاحب تھے جن کو کوئی بات پسند آئی اور میرے

میزبان مرزا لئیق بیگ سے کہنے لگے میں ملتانی صاحب کی دعوت کرنا چاہتا ہوں اپنے میزبان کی اجازت سے میں (ملتانی) ان کے ہاں گیا دعوت کے بعد ان خان صاحب کے ذاتی کتب خانے میں ایک کتاب انگریزی کی دیکھی جس کا نام The Hundreds تھا اس کا لکھنے والا ایک عیسائی آدمی تھا اس نے اس کتاب میں دنیا کے سو مشاہیر لوگوں کا ذکر کیا ہے لیکن عیسائی ہونے کے باوجود اس نے اس کتاب میں سب سے پہلے ہمارے نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کیا ہے اس سے اس کی وجہ پوچھی گئی اس نے کہا میں نے حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں ایک ایسا واقعہ دیکھا جو یہ ہے کہ ایک مرتبہ عصر کے بعد نبی کریم ﷺ مسجد سے باہر مسجد کی دیوار سے ٹیک لگا کر چھوٹے بچوں کو کھیلتے دیکھ رہے تھے۔ جب شام قریب ہوئی تو ایک بچے کا باپ آیا اور کہا بیٹا شام ہوگئی ہے چلو گھر چلیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ تھوڑی دیر کے بعد پھر اس نے اپنے بیٹے کو کہا آؤ گھر چلیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ جب سارے بچے کھیل چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اپنے بچے کو لے جاؤ اس نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی آپ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا ہے ذرا ٹھہر جاؤ اس میں حکمت کیا تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان بچوں میں ایک ایسا بچہ کھیل رہا تھا جس کا باپ ایک جنگ میں شہید ہو گیا تھا اگر تم اپنے بیٹے کو لے جاتے تو اس کے دل میں خیال آتا اگر میرا بھی باپ ہوتا تو مجھے لینے آتا اور اس بچے کا دل ٹوٹ جاتا اس مصنف کا یہ کہنا ہے جو نبی ایک بچے کا دل توڑنا نہیں چاہتا وہ کسی بڑے کا دل کیسے توڑے گا۔

مثال نمبر ۳:

؎ گر شمس و قمر کو کوئی ہاتھوں پہ اُٹھا لے

اور فلک کے تاروں کو اشاروں سے بلا لے
اور خاک کے ذروں کو کوئی لعل بنا لے
پھر کالکا پرشاد سے پوچھے کہ تو کیا لے
نعلین محمد کو وہ آنکھوں سے لگا لے

جگن ناتھ آزاد کہتا ہے:

سلام اس پر جلائی شمع عرفاں جس نے سینوں میں
کیا حق کے لئے بیدار سجدوں کو جبینوں میں

بال مکند عرش کہتا ہے:

رخ مصطفےٰ کا جمال اللہ اللہ
زباں کا وہ حسن مقال اللہ اللہ

نند کشور یکتا کہتا ہے:

لگا دو پار کشتی کو ہماری یارسول اللہ
مصیبت میں کرو یاری ہماری یارسول اللہ

بہاری لال صبا کہتا ہے:

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ
خدا کا کر لیا ہم نے نظارہ یارسول اللہ

ہری چند اختر کہتا ہے:

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں ہمدوش ثریا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے

کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

دلورام کوثری کہتا ہے:

رحمۃ للعالمین کے حشر میں معنے کھلے
خلق ساری شافع روز جزاء کے ساتھ ہے
لے کے دلورام کو جنت میں خود حضرت گئے
غل ہوا ہندو بھی محبوب خدا کے ساتھ ہے

نوٹ:۔ دلورام مرتے وقت مسلمان ہو گیا تھا۔

(۵) جب آدمی مر کر قبر میں جاتا ہے اور اس کے پاس نکیرین آتے ہیں تو آدمی کو قبر میں آفتاب ایسے نظر آتا ہے کہ عصر کے مقام پر کھڑا ہے اور ابھی غروب ہونے والا ہے نکیرین اس مرنے والے سے سوال کرتے ہیں۔ من ربک تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے کہ دیکھو سورج غروب ہونے والا ہے اور میں نے ابھی نماز عصر ادا نہیں کی پہلے مجھے نماز عصر پڑھنے دو پھر تمہارے سوالوں کا جواب دوں گا فرشتے کہتے ہیں یہ عالم برزخ ہے عالم دنیا نہیں تم ہمارے سوالات کا جواب دو وہ کہتا ہے پہلے نماز عصر ادا کروں گا پھر سوللات کے جوابات دوں گا۔ فرشتے خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں الٰہی ہم تیرے اس بندے سے سوالات کر رہے ہیں لیکن اس کو نماز عصر کا فکر دامن گیر ہے۔ خدا فرماتا ہے میرا یہ بندہ نماز عصر پابندی سے ادا کرنے کا خوگر اور عادی ہے اس لئے اس کو نماز عصر یاد آرہی ہے اب تم یوں کرو کہ حساب قبر تم معاف کر دو تو حساب حشر میں معاف کر دوں گا جس طرح آسمان دنیا کا آفتاب قبر میں نظر آتا ہے اسی طرح آسمان نبوت کا آفتاب حضرت محمد ﷺ بھی قبر میں اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں جب نکیرین صاحب قبر سے سوال کرتے ہیں کہ اس امام الانبیاء کے بارے میں تو کیا کہتا تھا تو

وہ زبان حال سے کہتا ہے۔

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ جی بھر کے کرلوں زیارت
اے فرشتو قبر میں نہ آنا میری سرکار آئے ہوئے ہیں

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو قبر کے امتحان کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے جنہوں نے اس امتحان کی تیاری کی ہے ان کی عجیب شان ہے مثلاً حضرت ابو ہمام فرماتے ہیں میں نے یزید بن ہارون کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا میں نے کہا ما فعل بک الرب تعالیٰ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے کہا جب مجھے قبر میں رکھا گیا تو نکیرین نے مجھ سے اسلام کے بارے میں سوال کیا میں نے ان سے کہا میں پچاس سال تک لوگوں کو اسلام کے بارے میں تعلیم دیتا رہا اور تم مجھ سے پوچھنے آ گئے ہو۔

اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمَا وَرَبُّ كُلِّ شَیْءٍ قَالَ فَخَرَجَا مِنْ عِنْدِیْ○

میں گواہی دیتا ہوں میرا تم دونوں کا اور ہر شئے کا رب اللہ تعالیٰ ہے وہ دونوں میری قبر سے نکل کر چلے گئے۔ (تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۱۳۹)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آدمی کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس کے پاس نکیرین آتے ہیں اور وہ دونوں فرشتے بڑے سخت دل سیاہ رنگ نیلی آنکھوں والے رنگ کے اتنے سیاہ جیسے کالی رات ان کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح آنکھیں ستاروں کی طرح چمکدار ان کے دانت نیزوں کی طرح ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسی گرز جس کو جن وانس مل کر نہ اُٹھا سکیں وہ بندے سے رب تعالیٰ اور اس کے نبی اور دین کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کی جب وہ میرے پاس آئیں تو میں اسی حال میں ہوں گا فرمایا ہاں عرض کی پھر میں ان کے لئے کافی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا قسم

ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ جب یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر سوال کریں گے تو اے عمر تیری طرف سے جواب یہ ہوگا اَللّٰہُ رَبِّیْ فَمَنْ رَّبُّکُمَا میرا رب تو اللہ ہے تم دونوں کا رب کون ہے۔ مُحَمَّدٌ نَبِیِّ فَمَنْ نَبِیُّکُمَا میرا نبی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے تم دونوں کا نبی کون ہے۔ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ فَمَا دِیْنُکُمَا اسلام میرا دین ہے تم دونوں کا دین کیا ہے وہ فرشتے کہیں گے ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمیں امتحان لینے کے لئے بھیجا گیا ہے یا امتحان دینے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

(الریاض النضرۃ، ج ۲، ص ۳۴)

قبر کی تیاری کا مطلب ہے کہ صحت عقیدہ کے ساتھ نماز و زکوٰۃ کی پابندی روزوں کی پابندی غرضیکہ تمام اعمال صالحہ کی طرف راغب شریعت کی پابندی کا خاص خیال رکھے صغائر اور کبائر سے اجتناب کرے سنت مصطفےٰ کا خاص خیال رکھے کوئی کام ایسا نہ کرے جو خدا اور رسول کی ناراضگی کا سبب بنے موت کو ہر وقت یاد رکھے۔

(۶) آفتاب کی ایک تو عادی شان ہے کہ وہ طلوع ہو کر اہل دنیا کو روشنی دیتا ہے اور حرارت پہنچاتا ہے لیکن اس کے ساتھ اس کی ایک غیر عادی شان ہے کہ اگر آتشی شیشے کے ذریعے اس کی حرارت کو سمیٹ کر کسی چیز پر ڈالا جائے تو وہ کپڑے اور کاغذ وغیرہ کو آگ لگا دیتا ہے بعض سائنسدانوں نے آفتاب کی خاص شعاعوں سے خاص درجہ حرارت جذب کر کے ایک چولھا تیار کیا ہے جس پر صرف آفتاب کی شعاعوں سے کھانا پکایا جا سکتا ہے۔

روس نے سورج کی شعاعوں سے ایک ایسا بم تیار کیا ہے کہ اسے روانہ کر دیا جائے تو مقررہ مقام پر پہنچ کر لاکھوں کے لئے جان لیوا ثابت ہوگا۔

حضرت یوشع بن نون کے لئے آفتاب روک دیا گیا جب تک ان کو کفار پر فتح نہیں ہوئی سورج غروب نہیں ہوا۔

قیامت کے قریب آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا نصف النھار پر پہنچ کر پھر مغرب میں غروب کر جائے گا۔

دجال کے خروج کے وقت ایک دن چالیس دن کے برابر ہو گا یعنی چالیس دن کے برابر آفتاب اپنی حرکت سے رُکا رہے گا۔

اسی طرح آفتاب نبوت کی ایک عادی شان ہے کہ عادت کے مطابق کفار کو کلمہ پڑھا کر دارِ اسلام میں داخل کرتا ہے۔ مسلمانوں کو شریعت کے احکام کی تعلیم دیتا ہے لیکن اس کے ساتھ ان کی ایک غیر عادی شان ہے جسے معجزہ کہا جاتا ہے مثلاً حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے غزوہ خندق کے موقع پر تھوڑا سا کھانا پکایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے چند صحابہ کو ہمراہ لے کر تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اپنی بیوی سے کہہ دو جب تک میں نہ آؤں ہنڈیا چولھے سے نہ اتارے اور روٹیاں نہ پکائے اور بلند آواز سے اعلان کر دیا اے اہل خندق جابر نے ہماری دعوت کی ہے سب چلو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آ کر بیوی کو ساری بات بتا دی انہوں نے کہا تم نے یہ کہہ دیا تھا کہ کھانا تھوڑا سا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں کہہ دیا تھا۔ بیوی نے کہا پھر فکر کی بات نہیں کیونکہ:

ہمارے مصطفٰے کے سر پہ تو اللہ کا سایہ ہے
وہی ان کو کھلائے گا جو ان کو ساتھ لایا ہے

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعاب دہن آٹے اور ہنڈیا میں ڈال دیا اور برکت کی دعا کی۔ جب کھانا تیار ہوا تو تقسیم شروع ہوئی۔ حضرت

جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک ہزار صحابہ تھے سب نے سیر ہو کر کھایا پھر بھی کھانا ویسے کا ویسا رہا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۲۷)

(۷) آفتاب کا نور ذاتی ہے اور چاند اور ستاروں کا نور ذاتی نہیں بلکہ یہ سورج سے نور لے کر آگے مخلوقات کو روشن کرتے ہیں اسی طرح جب قیامت کا دن ہوگا تو لواء الحمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا اور لواء الحمد وہ نور ایمان ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضوفشاں ہوگا اور ایک بلند جھنڈے کی شکل میں نمودار ہوگا آپ آگے آگے قائدانہ حیثیت سے تشریف لے جا رہے ہوں گے اور تمام مخلوق بمعہ انبیاء کرام کے آپ کے پیچھے مقتدی کی حیثیت سے چل رہے ہوں گے ہر امت اپنے نبی کے جھنڈے تلے ہوگی اور ان کے نبی کا جھنڈا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے نور حاصل کرے گا اور اس سے مستفید اور روشن ہوگا۔

تمام انبیاء کرام اپنی امتوں سمیت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک جانب ہوں گے اور آپ کی امت دوسری جانب ہوگی اس امت میں اتنے ہی اولیاء کرام ہوں گے جتنے کہ انبیاء کرام ہوں گے ان میں سے ہر ولی کے ہاتھ میں نور کا جھنڈا ہوگا اور ان کے ساتھ اپنے ہی مزیدین ہوں گے جتنے نبی کے ساتھ امتی ہوں گے تمام نبیوں اور ولیوں کے جھنڈے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند جھنڈے سے نور لے کر اپنے امتیوں اور اپنے مریدوں کو نور عطا کر رہے ہوں گے۔ (الابریز)

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

بنی پُر نور رخشاں ہے بقعہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

(۸)(الف) ناروے میں ایک مقام ہے جہاں ۲۴ جون اور ۲۵ جون کی درمیانی رات نہیں ہوتی وہاں پوزیشن یہ ہوتی ہے کہ دو سورج نظر آتے ہیں ایک غروب ہو رہا ہوتا ہے اور دوسرا طلوع ہو رہا ہوتا ہے ایک جتنا غروب ہوتا ہے دوسرا اتنا ہی طلوع ہو کر آتا ہے ایک بالکل غروب ہو جاتا ہے دوسرا مکمل طلوع ہو کر آتا ہے۔

(ب) سورج غروب ہو کر خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہے لیکن سورج کی حالت یہ ہے کہ ایک ملک میں اگر غروب ہوا تو دوسرے ملک میں نظر آ رہا ہوتا ہے دوسرے ملک میں اگر غروب ہو گیا تو تیسرے ملک میں نظر آ رہا ہے مثلاً اگر پاکستان میں غروب ہو گیا تو سعودی عرب میں نظر آ رہا ہے اگر سعودی عرب میں غروب ہو گیا تو برطانیہ میں نظر آ رہا ہے اگر برطانیہ میں غروب ہو گیا تو امریکہ میں نظر آ رہا ہے اگر امریکہ میں غروب ہو گیا تو انڈونیشیا میں نظر آ رہا ہے گویا آن واحد میں سورج غروب ہو کر خدا کی بارگاہ میں سجدہ ریز بھی ہے اور آسمان میں نظر بھی آ رہا ہے یعنی آفتاب بیک وقت دو مقامات پر موجود ہوتا ہے۔ آفتاب نبوت آن واحد میں ہزاروں جگہوں پر موجود ہوتا ہے مثلاً جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے کہ اس کے پاس نکیرین آ کر یہ سوال کرتے ہیں۔

مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِي حَقِّ هٰذَا الرَّجُلُ ○

اس سے معلوم ہوا کہ مرنے والے کو قبر میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے قبر میں ہر مدفون کے سامنے موجود ہوتے ہیں دنیا میں ہزاروں جگہ لوگ دفن ہوتے ہیں اور نبی کریم ﷺ ہر ایک کی قبر میں موجود ہوتے ہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور سورج میں فرق:

(ا) آفتاب کو گرہن لگ جاتا ہے جس سے وہ اپنی روشنی کھو بیٹھتا ہے لیکن آفتاب نبوت اس نقص اور عیب سے پاک ہے آپ کا نور ہر آن ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

(ب) قیامت کے روز آفتاب جہنم میں داخل ہو جائے گا یہ دوزخ میں ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں اس کی پوجا کرتے تھے لیکن آفتاب نبوت سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔

(ج) لَمْ يَقُمْ مَعَ شَمْسٍ قَطُّ اِلَّا غَلَبَ ضَوْءُهٗ عَلٰی ضَوْءِ الشَّمْسِ۝ یعنی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور سورج کی روشنی پر غالب آ جاتا تھا۔

(د) امام غزالی نے اپنی کتاب ''دقائق الاخبار'' میں لکھا ہے کہ آفتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے بنا ہے فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو طاؤس یعنی مور کی شکل دے کر اس کی طرف نظر رحمت سے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آ گیا اور:

مِنْ عَرَقِ وَجْهِهٖ خَلَقَ الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَالْقَلَمَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ وَمَا فِي السَّمَاءِ۝

آپ کے چہرے کے پسینے سے عرش و کرسی قلم آفتاب اور مہتاب ستارے اور آسمان کی چیزیں پیدا کی گئیں۔

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

گذشتہ سطور میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضور ﷺ کو خدا سراجاً منیراً اور چاند کو قمراً منیراً فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ سرورِ کائنات ﷺ بھی منیر ہیں اور چاند بھی منیر ہے یعنی منیر دونوں کی مشترکہ صفت ہے لہٰذا اگر نبی کریم ﷺ نور دینے والے ہیں تو چاند بھی نور دینے والا ہے لہٰذا آپ کو چاند بھی کہا جا سکتا ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ۱: جب آپ کی ولادت ہوئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا پایا آپ کے جسم سے نہایت پاکیزہ اور تیز خوشبو آرہی تھی۔ (زرقانی، ج ۱، ص ۱۱۴)

دلیل نمبر ۲: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَمْ يَصِفْهُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّهَ وَجْهَهٗ بِالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ○

(خصائص، ج ۱، ص ۴۷)

جو بھی آپ کا وصف بیان کرتا آپ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دیتا تھا۔

دلیل نمبر ۳: حضرت ہمدان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے لوگوں نے کہا حضور ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ دو میں نے کہا۔

كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَمْ اَرٰى قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ ○ (حجۃ اللہ، ص ۶۷۹)

ترجمہ: حضور کا چہرہ چودھویں کا چاند تھا میں نے آپ جیسا کہیں نہ دیکھا۔

دلیل نمبر ۴: حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں آسمان میں چاند دیکھا پھر میں نے یہ خواب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا اس سے مراد تمہارا بھتیجا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہے۔ (دارمی، ج ۲، ص ۹۱)

دلیل نمبر ۵: ابونہد بن ابی صالہ نے بیان کیا۔

يَتَلَأْلَؤُ وَجْهُهٗ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ○ (شمائل ترمذی)

ترجمہ: آپ کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔

دلیل نمبر ۶: حضرت طارق بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم مدینہ کے باہر اترے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اس وقت ہم آپ کو پہچانتے نہ تھے ہمارے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ تھا آپ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو ہم نے کہا ہاں فرمایا کیا قیمت ہے ہم نے قیمت (کھجوروں کی مقدار) بتائی۔ آپ نے فرمایا منظور ہے اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑے اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے شہر میں داخل ہو گئے۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا ہم نے بہت بُرا کیا ایک ناواقف کو بغیر قیمت وصول کئے اونٹ دے دیا۔ ایک عورت ہمارے ساتھ .... بیٹھی تھی بولی۔

وَاللّٰهِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلاً كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ ○

ترجمہ: خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھا۔

تمہارے اونٹ کی قیمت کی میں ضامن ہوں وہ تمہارے ساتھ دھوکا نہ کرے گا جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی کہنے لگا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بھیجا ہوا ہوں یہ کھجوریں ہیں ان میں سے خوب پیٹ بھر کر کھا لو اور اپنی قیمت بھی پوری کر لو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور قیمت بھی وصول کر لی۔

(سنن کبریٰ، ج ۶، ص ۲۱، طبرانی کبیر، ج ۸، ص ۳۱۴)

دلیل نمبر ۷: حضرت کعب مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کیا اس وقت آپ کا رُخِ انور چمکتا تھا اور جب آپ خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرہ مبارک منور ہوتا تھا۔ كَاَنَّهٗ قِطْعَةُ قَمَرٍ گویا وہ چاند کا ٹکڑا تھا۔

(المستدرک، ج۲،ص ۶۰۵)

دلیل نمبر۸: ہجرت کے قریب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ آسمان سے چاند اترا اور مکہ میں آیا اور اس کی روشنی سے تمام دشت و بیابان روشن ہو گئے بعد ازاں چاند آسمان کی طرف چلا گیا اور پھر مدینہ میں اترا اور بہت سے ستارے بھی اس کے ساتھ متحرک ہوئے اس کے بعد چاند نے پھر مکہ کی طرف رجوع کیا اور بجز تین سو ساٹھ گھروں کے زمین مدینہ اسی طرح روشن رہی اور چاند کے آنے سے زمین حرم پھر روشن ہو گئی اور آخر میں پھر وہ چاند مدینہ کی طرف روانہ ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ایک شگاف میں پوشیدہ ہو گیا اور ہوا بھی اسی طرح کہ پہلے چاند یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں اعلان نبوت فرمایا پھر صحابہ کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر فتح مکہ کے لئے مکہ آئے پھر مدینہ چلے گئے پھر وفات کے بعد آپ کی قبر انور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بنی۔ (ازالۃ الخفاء، ج۲،ص ۳۹)

دلیل نمبر۹: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے خواب میں تین چاند دیکھے جو میرے حجرے میں آئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور میرے حجرے میں آپ کی قبر بنی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تمہارے ان تین چاندوں میں سے ایک بہتر چاند نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

(ازالۃ الخفاء، ج۳،ص ۳۹)

دلیل نمبر۱۰: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ہمارے علاقے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے تین دن پہلے میں نے خواب دیکھا کہ مدینہ سے چاند آیا اور میری آغوش میں آ گیا میں نے یہ خواب کسی کو بتانا مناسب نہ سمجھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے علاقے میں تشریف لائے تو ہم قیدی بنا لئے گئے میں نے اپنا خواب

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا آپ نے مجھے آزاد کر کے میرے ساتھ نکاح کرلیا۔ (دلائل النبوت، ج ۴، ص ۵۰)

دلیل نمبر ۱۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سودہ بنت زمعہ پہلے مسکران بن عمرو کی بیوی تھی۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ سامنے سے تشریف لائے آپ نے سودہ کی گردن پر پاؤں رکھا اس نے یہ خواب اپنے خاوند کو بتایا اس نے کہا اگر تمہارا خواب سچا ہے تو میں مر جاؤں گا اور تو میرے بعد حضرت محمد ﷺ سے نکاح کرے گی پھر ایک اور رات اس نے خواب میں دیکھا کہ آسمان پر سے اس کے اوپر چاند گرا ہے اور وہ لیٹی ہوئی تھی اس نے پھر اپنے خاوند کو یہ خواب سنایا اس نے کہا اگر تمہارا یہ خواب سچا ہے تو میں چند دن کا مہمان ہوں میں مر جاؤں گا اور تو میرے بعد شادی کرے گی مسکران اسی دن بیمار ہو گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد فوت ہو گیا اور سودہ نے رسول اللہ ﷺ سے شادی کر لی۔ (حجۃ اللہ، ص ۵۶۷)

دلیل نمبر ۱۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زوجہ حضرت صفیہ کی آنکھ میں سبز نشان دیکھا فرمایا یہ سبز نشان کیسا ہے کہا میرے سابق شوہر ابن ابی حقیق کی گود میں میرا سر تھا اور میں خواب میں تھی میں نے دیکھا کہ میری آغوش میں چاند آ گیا میں نے اپنے خاوند کو اسکی خبر دی اس نے مجھے طمانچہ مارا اور کہا کیا تو مدینے کے بادشاہ یعنی محمد ﷺ کی تمنا رکھتی ہے۔

(دلائل النبوت، ج ۴، ص ۲۳۲)

ان دلائل سے پتہ چلا کہ رسول خدا ﷺ آسمان نبوت کے چاند ہیں۔

سراجاً منیراً اور چاند میں فرق:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چودھویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ نکلا ہوا تھا اور مدینہ کے چاند سرخ رنگ کا دھاری دار حلہ مبارک زیب تن کئے تشریف فرما تھے تو میں مقابلہ کے لئے ایک نظر آسمان پر ڈالی اور ایک نظر مدنی چاند پر اور موازنہ کیا کہ کون زیادہ خوبصورت ہے۔

فَإِذَا هُوَ أَحْسَنَ عِنْدِيْ مِنَ الْقَمَرِ ○ (شمائل ترمذی)

مجھے یقین ہو گیا کہ آپ چاند سے زیادہ حسین ہیں۔

یار میرا ایہہ چن تو سوہنا چلے کون تجلیاں
مکھڑا چن بدر نورانی دند چنبے دیاں کلیاں
خوش گفتار کرے اوہ مٹھی جیویں مصری دیاں ڈلیاں
یار فریدا جنت کہڑی جنت اوہدیاں گلیاں

دوسرا فرق یہ ہے کہ چاند میں دھبے ہیں اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ صاف ہے۔

چاند سے تشبیہ دوں یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند میں دھبے ہیں اور مدنی کا چہرہ صاف ہے

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے سورج اور چاند کو یکساں روشن فرمایا تھا پھر دن اور رات میں پہچان مشکل ہو گئی تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کو بھیجا اس نے چاند پر اپنا پر مارا جس سے چاند کی روشنی زائل ہو گئی اور چاند میں ایک داغ نظر آنے لگا حتیٰ کہ چاند کی روشنی سورج کے مقابلے میں کمزور ہو گئی تب دن اور رات میں فرق

واضح ہو گیا۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً ۝

ترجمہ: اور ہم نے رات اور دن کو قدرت کی دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو قدرے مٹا دیا اور دن کی نشانی کو باقی روشن رکھا۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے اور پھر چاند مکمل ہو گیا اس پر تفصیلی بحث خرپوتی شرح قصیدہ بردہ شریف میں دیکھو۔

چوتھا فرق یہ ہے کہ چاند بھی حضور ﷺ کے نور سے بنا ہے یعنی چاند کا نور ایک جزو ہے اور آپ کا نور کل ہے اور کل جزو پر فوقیت رکھتا ہے۔

(دقائق الاخبار، ص ۱)

پانچواں فرق یہ ہے کہ چاند نبی کریم ﷺ کا ایک نورانی کھلونا ہے۔ امام اہلسنت نے فرمایا۔

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
یہ سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

ختم نبوت

حضرت محمد مصطفٰے ﷺ خاتم النبیین ہیں۔آپ ﷺ پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام ہو گیا۔آپ ﷺ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا جائز مانتا ہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔مرتد ہے۔ کافر ہے بلکہ جو شخص ایسے آدمی کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ہم عقیدہ ختم نبوت کی وضاحت پہلے قرآن سے اور پھر احادیث سے کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

آیات قرآن:

مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کے آخر میں آنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

تفسیر خازن میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ خَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النُّبُوَّةَ۔ (خازن، ج ۳، ص ۴۷۰)

خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت ختم کر دی۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس آیت کے تحت یہ لکھا ہے۔

خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ قَالَ خَتَمَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ○ (درمنثور، ج ۵، ص ۲۰۴)

خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ پر تمام انبیاء کو ختم کر دیا۔

علامہ ابن جریر نے اس آیت کے تحت لکھا ہے:

خَاتَمُ النَّبِيِّينَ الَّذِي خَتَمَ النُّبُوَّةَ فَطَبَعَ عَلَيْهَا فَلَا تُفْتَحُ لِأَحَدٍ بَعْدَهُ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ ○

خاتم النبیین وہ شخص ہے جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی پس وہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کسی کے لئے نہ کھولی جائے گی۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے تحت لکھا ہے خَاتَمُ النَّبِيِّينَ أَيْ آخِرُهُمْ ○

خاتم النبیین کا مطلب یہ کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا۔

غرضیکہ تمام مفسرین کی اس آیت کے بارے میں یہی رائے ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آ سکتا ہے آپ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہے واجب القتل ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ○

ہم نے آپ کو تمام عالم والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ جس طرح یہاں عالمین فرمایا گیا اسی طرح آیت مذکور میں بھی عالمین فرمایا۔ جس طرح خدا تعالیٰ تمام عالمین کا پالنے والا ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ تمام عالمین کے لئے رحمت بن کر آئے ہیں اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت عام ہو اور آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہ ہو ورنہ اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہو تو اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہو جائے گا اور اگر حضور اکرم ﷺ کا

کوئی امتی اس پر ایمان نہ لائے گا تو اس کے سارے عمل ضائع ہو جائیں گے کیونکہ یہ قرآن کا فیصلہ ہے کہ جو بعض انبیاء پر ایمان لائیں اور بعض پر ایمان نہ لائیں تو اُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا وہ پکے کافر ہیں اور یہ بات سرورِ کونین ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کے خلاف ہے لہذا آیت زیر بحث کا مفہوم بھی یہی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ○

آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام ہی پسند کیا اس آیت کے تحت علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

پس امت پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کے لئے دین کامل کر دیا لہذا امت محمدیہ ﷺ نہ کسی اور دین کی محتاج ہے اور نہ کسی اور نبی کی اور اسی لئے حضور اکرم ﷺ کو خاتم الانبیاء بنایا اور تمام جن و بشر کی طرف مبعوث فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ○

اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جب تم کو کتاب و حکمت دوں اور پھر ایسا رسول تمہارے پاس آئے جو تمہاری آسمانی کتابوں کی تصدیق کرے تو تم سب اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔

اس آیت میں فرمایا گیا ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ اور لفظ ثُمَّ لغت عرب میں تراخی یعنی مہلت کے لئے آتا ہے مثلاً کوئی کہے جَآءَنِي الْقَوْمُ ثُمَّ عُمَرُ تو لغت عرب میں اس کے معنے یہ ہوں گے کہ پہلے تمام قوم آ گئی اور پھر کچھ مہلت کے

بعد سب سے آخر میں عمر آیا۔ اب یہاں النبیین کے بعد ثُمَّ جَاءَ كُمْ رَسُوْلٌ آیا جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام کے آنے کے بعد سب سے آخر میں حضرت محمد مصطفٰی ﷺ تشریف لائیں گے۔

اور دوسری وجہ استدلال یہ ہے کہ ایک ہے مصدق (تصدیق کرنے والا) ہونا اور دوسرا ہے مبشر (بشارت سنانے والا) ہونا تصدیق پہلے کی ہوتی ہے اور بشارت ہوتی ہے بعد والے کی۔ حضرت آدم علیہ السلام تمام نبیوں کے مبشر ہیں کسی کے مصدق نہیں کیونکہ ان سے پہلے کوئی نبی نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام پہلے نبیوں کے مصدق ہیں اور ہمارے نبی کریم ﷺ کے مبشر ہیں انہوں نے فرمایا: وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ ۝

اور میں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے۔

اور ہمارے نبی کریم ﷺ تمام پہلے نبیوں کے مصدق ہیں کسی کے مبشر نہیں جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

قُلْ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا ۝

ترجمہ: تم فرمادو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۝

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: ہم نے تجھے تمام انسانوں کا بشیر و نذیر بنا کر بھیجا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا ○

ترجمہ: مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے۔

ان چاروں آیات کا مفہوم یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں بلکہ تمام مخلوق کے رسول بن کر آئے ہیں وہ تمام انسان خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوں یا آپ کے زمانے کے بعد آنے والے ہوں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

اَنَا رَسُوْلُ مَنْ اَدْرَکَ حَیًّا وَمَنْ یُّوْلَدُ بَعْدِیْ ○

(طبقات ابن سعد، ج ٦، ص ١٠١)

میں ان لوگوں کے لئے بھی رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اور ان کے لئے بھی جو میرے بعد پیدا ہوں گے۔

اس سے پتہ چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اقوام عالم کے لئے نبی بن کر آئے ہیں۔ خواہ وہ آپ کے زمانے میں ہوں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوں چونکہ آپ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کے رسول ہیں۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

وَاُوْحِیَ اِلَیَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ بِہٖ وَمَنْ بَلَغَ ○

میری طرف اس قرآن کی وحی کی گئی تاکہ اس کے ذریعے سے تم کو ڈراؤں اور تمام ان لوگوں کو جن کو یہ قرآن پہنچے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کی شریعت صرف ان لوگوں کے لئے نہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے بلکہ ان تمام انسانوں کے لئے ہے جن تک یہ قرآن پہنچے۔ اب مرزائی بتائیں کہ ان کو قرآن پہنچا ہے یا نہیں اگر پہنچا ہے اور یقیناً پہنچا ہے تو پھر قرآن کی شریعت ان کے لئے بھی ثابت ہو گئی جب

قرآن کی شریعت ان کے لئے بھی ہے تو صاحب شریعت نبی بھی ان کے لئے کافی ہے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ○
خدا کی مقرب بڑی جماعت سے پہلوں سے اور تھوڑی پچھلوں سے

اس سے ثابت ہوا کہ پہلے لوگ جنت میں زیادہ داخل ہوں گے اور اس امت کے تھوڑے لوگ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کچھ غم ہوا کہ پہلے لوگ ہم سے زیادہ داخل ہوں گے خدا نے بعدازاں یہ آیت نازل فرمائی۔
ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ ○
یعنی جنتی جماعت کثیر ہے پہلوں میں سے اور جماعت کثیر ہے پچھلوں میں سے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ تمام اہل جنت کے آدھے تم ہو گے۔
ایک اور حدیث میں ہے: اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَالْاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ ○
اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی، اسی صفیں اس امت کی اور چالیس صفیں باقی ساری امتوں کی۔

ان دونوں آیات میں اس امت کو آخری امت کہا گیا جب یہ امت آخری امت ہے اور اس امت کے بعد کوئی اور امت نہ ہو گی تو اس امت کا نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔
هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ○

اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کو دین اسلام دے کر بھیجا اور اس دین کو تمام دینوں پر غلبہ دیا۔ ظاہر ہے تمام مذاہب پر کسی کا غلبہ جب ہی ثابت ہوتا ہے جب کہ یہ شخص تمام ادیان کے عالم میں آ جانے کے بعد پیدا ہوا ہو۔ ثابت ہوا کہ رسول خدا ﷺ تمام انبیاء کے بعد دنیا میں تشریف لائے ہیں اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا دین اور نیا نبی اس دنیا میں نہ آئے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ○

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہیں۔

اس آیت میں ختم نبوت کی دو دلیلیں ہیں۔ پہلی یہ کہ خدا نے آپ ﷺ کی امت کی نجات کے لئے صرف آپ ﷺ کی اطاعت کو کافی قرار دیا حالانکہ اگر کوئی اور نبی پیدا ہونے والا ہوتا تو اس کی اطاعت کا بھی ذکر کیا جاتا اور اس کی اطاعت کو بھی نجات کی شرط بنایا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ پیدا ہوگا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ اولی الامر یعنی خلفائے اسلام اور ائمہ امت کی اطاعت کو تیسرے نمبر پر رکھا گیا اگر ہمارے نبی کے بعد کوئی اور نبی آنا ہوتا تو چاہئے تھا کہ خدا و رسول ﷺ کی اطاعت کے بعد اس کی اطاعت کا ذکر کیا جاتا لیکن ایسا نہیں کیا گیا کیوں؟ اس لئے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی اور رسول یا نبی آنا ہی نہ تھا۔ اس لئے اس کا ذکر نہ کیا گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ

النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيْقًا ۝

اور جو شخص اللہ اور رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اطاعت کرے وہ قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔

اس میں خدا کے مقرب بندے چار گروہ قرار پائے۔ انبیاء، صدیق، شہید اور صالحین اور ان کی ہمراہی اور سنگت ان لوگوں کو نصیب ہوگی جو حضرت محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اطاعت کرے گا یہ آیت اس بات کی وضاحت کے لئے کافی ہے کہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ورنہ مقربین خداوندی کے ساتھ ہونے کے لئے اس کی اطاعت بھی لازمی ہوتی۔

آمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ آمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۝

ایمان لائے رسول جو کچھ اترا اس کے رب کی طرف سے اور مسلمان سب ایمان لائے۔ اللہ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے رسولوں میں سے۔

اس آیت میں دو وجہ سے ختم نبوت کا ثبوت ملتا ہے۔

وجہ اول: یہ آیت مسلمانوں کو صرف اس وحی پر ایمان لانے کو کافی بتلاتی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم پر نازل ہوئی اور آپ سے پہلے رسولوں پر نازل ہوئی۔ اگر آپ کے بعد بھی سلسلہ وحی جاری ہوتا تو لازمی تھا کہ اس پر بھی ایمان لانا واجب ہوتا۔

وجہ دوم:

اس آیت نے یہ بھی ثابت کیا کہ خدا کے رسولوں میں سے کسی ایک کو

بھی ایمان سے جدا نہیں کیا جا سکتا بلکہ سب پر ایمان واجب ہے۔ پس اگر آپ کے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو یقیناً قرآن کریم اس کی اطلاع دے کر اس پر ایمان لانے کی تاکید کرتا۔

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

پس جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کی اور آپ کی مدد کی اور اس نور کی اتباع کی جو اس کے ساتھ اتارا گیا وہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔

ہر مسلمان کی تمنا ہے کہ میں فلاح پا جاؤں۔ اس دنیا کی زندگی میں کامیاب ہو جاؤں اور اس کامیابی کی شرط قرار دیا گیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو۔ آپ کی تعظیم و توقیر اور قرآن کے احکامات پر کاربند رہنے کو۔ پس جو آپ پر ایمان لایا اور قرآن کے احکامات پر عمل کیا وہ زندگی میں کامیاب ہو گیا۔ اس کو کسی اور نبی کے احکامات ماننے کی ضرورت نہیں حالانکہ اگر کوئی اور نبی آنا ہوتا تو اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہوتا کیونکہ کسی بھی نبی کا انکار کفر ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ حَقًّا نبیوں کا انکار کرنے والے پکے کافر ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○

اے ایمان والو میں تمہیں ایک تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ دردناک عذاب سے نجات وہ پائے گا جو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ پر ایمان لائے گا اور اپنی جان اور مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرے گا اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی اور نبی آنا ہوتا تو دردناک عذاب سے نجات پانے کے لئے اس پر ایمان لانا بھی لازمی ہوتا مگر ایسا نہیں ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○

قریب آ پہنچی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

اس آیت میں دو چیزیں ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

ایک یہ کہ قیامت کا قریب ہونا اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور بڑی انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا کہ جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی تیسری انگلی نہیں اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

اور دوسری یہ کہ چاند کا شق ہونا قرب قیامت کی نشانی ہے جب چاند شق ہو گیا تو اس کے بعد قیامت آئے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ ابو زمل نے خواب دیکھا کہ حضور علیہ السلام ایک اونٹنی کو چلا رہے ہیں۔ یہ خواب آپ کے سامنے بیان کیا گیا۔ آپ نے فرمایا وہ اونٹنی جس کو تم نے دیکھا کہ میں اسے چلا رہا ہوں وہ قیامت ہے جو ہم پر قائم ہو گی نہ میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ میری امت کے بعد کوئی اور امت ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر آپ ﷺ کا معجزہ شق القمر بیان کر دیا جائے۔

شق القمر:

جب ابوجہل اور اس کے رفقاء نبی کریم ﷺ کے مقابلے سے عاجز آ

گئے اور شریعت مطہرہ کا آفتاب دن بدن بلند ہونا شروع ہوا تو لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو اس وقت ابوجہل نے امیر شام حبیب بن مالک کو خط لکھا کہ ہمارے ہاں ایک جادوگر ظاہر ہوا ہے جو ایک خدا کا قائل ہے اور اس نے نیا دین ایجاد کیا ہے اور وہ ہمارے معبودوں کو گالیاں دیتا ہے جب بھی ہمارا اور اس کا مقابلہ ہوا تو وہ دلائل سے ہم پر غالب آ گیا۔ اب تیرا اور تیرے آباء کا دین کمزور ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ اس کا دین پھیل جائے آ کر اس کی خبر لے۔ حبیب بن مالک بارہ گھوڑ سواروں کے ساتھ آیا۔ ابوجہل نے بڑے تحائف سے اس کا استقبال کیا۔ حبیب نے ابوجہل کو اپنے دائیں طرف بٹھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کئے۔ ابوجہل نے کہا اے سردار! بنی ہاشم سے اس کے حالات پوچھ لیجئے۔ حبیب نے ان سے حالات پوچھے انہوں نے کہا ہم اس کے بچپن ہی سے اسے سچا جانتے ہیں جب وہ چالیس سال کا ہوا تو ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے لگا اور ہمارے آباء کے دین کے علاوہ ایک اور دین ایجاد کیا۔ حبیب نے کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کیا جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ لباس میں ملبوس سیاہ عمامہ پہنے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دائیں اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اپنے عقب میں لے کر تشریف لائے۔ جب حبیب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو تعظیماً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے نور ظاہر ہوا۔ مشرکین کی زبانیں خاموش ہو گئیں اور ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت طاری ہو گئی۔ حبیب نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو جانتا ہے کہ انبیاء کے معجزات ہوتے ہیں کیا تیرا بھی کوئی معجزہ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حبیب تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ سورج غروب ہو جائے اور چاند نکل آئے اور زمین پر اتر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دو ٹکڑے کر

دیں پھر وہ آسمان پر آ کر مکمل روشنی دینے والا چاند بن جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں ایسا کر دکھاؤں تو کیا تو ایمان لے آئے گا؟ اس نے کہا ہاں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دل کی بات بتا دیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ ابوقبیس پر چڑھ گئے اور وہاں دو رکعتیں ادا فرمائیں۔ خدا سے دعا مانگی پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اِنَّ اللّٰهَ سَخَّرَلَكَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَاللَّيْلَ وَالنَّهَارَ○ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورج چاند رات اور دن مسخر کر دیئے۔

اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے کہ جس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں نہیں اور خدا تعالیٰ نے اس کے یہ اعضاء درست فرما دیئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ سے اترے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور فرشتے ہوا میں معلق تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو اشارہ فرمایا وہ غائب ہو گیا اور رات کی تاریکی چھا گئی اور چاند طلوع ہو گیا وہ بھی چودھویں رات کا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو اشارہ کیا وہ زمین پر نازل ہوا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔

عقل والے زمیں پر ہیں ششدر چاند ٹکڑے ہوا ہے فلک پر

ساری دنیا ہے محو تماشہ آپؐ انگلی اٹھائے ہوئے ہیں

پھر چاند آسمان پر جا کر مکمل اور منیر ہو گیا اور پہلے کی طرح سورج ظاہر ہو گیا پھر حبیب نے کہا ایک شرط باقی رہ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا نے تیری لڑکی کے اعضاء درست فرما دیئے ہیں۔ حبیب نے کھڑے ہو کر کہا اے اہل مکہ! ایمان کے بعد کفر نہیں یعنی میں ان کی نبوت پر ایمان لے آیا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ابوجہل نے کہا آپ ایک جادوگر پر ایمان لے آئے پھر حبیب مسلمان ہو کر شام چلا گیا۔ اپنے محل میں داخل ہوا اس کی لڑکی نے اس کا استقبال کیا اور کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ حبیب نے کہا تجھے اس کلمہ کا علم کہاں سے ہوا اس نے کہا ایک ہستی مجھے خواب میں نظر آئی اس نے کہا تیرے باپ نے اسلام قبول کر لیا ہے اگر تو بھی ایمان لے آئے تو ہم تیرے اعضاء درست کر دیں گے۔ میں خواب میں ایمان لے آئی اور میرے اعضاء درست ہو گئے۔ (خرپوتی، ص ۱۳۴)

تھوڑی دیر ہوئی اک آیا کالیاں زلفاں والا
دو گھڑیاں میرے من وچہ بیٹھا کر گیا نور اجالا

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ○

مضبوط کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔

یہ آیت کریمہ عذاب قبر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کی تفسیر احادیث میں اس طرح ہے جب مومن قبر میں بٹھایا جائے گا تو اس کے پاس فرشتے آئیں گے تو وہ صاحب قبر شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ یہی قول ثابت ہے اور درمنثور میں ہے کہ جب صاحب قبر سے نکیرین پوچھتے ہیں تیرا نبی کون ہے تو وہ کہتا ہے۔

"میرے نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم النبیین ہیں۔"

(درمنثور، ج ۶، ص ۱۶۵)

آج حسرت ہوئی دل کی پوری کیوں نہ جی بھر کے کرلوں زیارت
اے فرشتو قبر میں نہ آنا میری سرکار آئے ہوئے ہیں

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ○

اور متقی وہ ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو اے محبوب آپ کی طرف

نازل کیا گیا اور جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کیا گیا۔

اور اہلِ تقویٰ کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے۔

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○

اپنے پروردگار کی طرف سے مغفرت اور اس جنت کی طرف جلدی کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کے فاصلے کے برابر ہے جو اہلِ تقویٰ کے لئے تیار کی گئی ہے۔

دونوں آیات کے ملانے سے نتیجہ نکلا جو سرورِ کونین اور پہلے انبیاء پر وحی نازل ہوتی تھی اس کے ماننے والے جنتی ہیں وہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔ ان متذکرہ دو اقسام کے علاوہ وحی کو ماننے والا ہرگز متقی نہیں نہ وہ جنتی ہو سکتا ہے کیونکہ اس تیسری قسم کی وحی کے لئے ایک اور نبی ماننا پڑے گا جو بالکل محض ہے اور نہ قرآن نے اس تیسری وحی جو حضرت محمد ﷺ کے بعد آنے والی تھی کی کوئی خبر دی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا حضور اکرم ﷺ سے پہلے تمام انبیاء اور خود حضور خدا کے برحق نبی ہیں ان کے علاوہ باقی دجال اور کذاب ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی انہیں کذابوں میں سے ایک احمق کذاب ہے۔

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی کا اصل روپ دیکھنا درکار ہو تو ہماری کتاب

"باطل اپنے آئینے میں"

کا مطالعہ کریں۔ آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اس جھوٹے مدعی نبوت نے خدا و رسول اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی شان میں کیا کیا گستاخیاں کی ہیں۔ اہلبیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کن کن برے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ مرزا نے انگریزوں کی نمک خواری کا کس طرح حق ادا کیا ہے۔

احادیث

ختم نبوت کے دلائل از روئے احادیث نبویہ پیش کیے جاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر 1:

حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش واقع ہوئی تو خدا کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی! میں تجھے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں میری مغفرت فرما دے۔ ارشاد ہوا اے آدم علیہ السلام تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے جانا حالانکہ میں نے اسے ابھی پیدا نہیں کیا۔ عرض کی الٰہی! جب تو نے مجھے اپنی قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لکھا ہوا پایا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو میں نے جانا تو نے اسی نام کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے جو تجھے جہاں سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا اے آدم علیہ السلام تو نے سچ فرمایا۔ بے شک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے جب تو نے مجھے اس کا واسطہ دے کر سوال کیا تو میں نے تیری مغفرت فرما دی۔

لَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتا تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی　　　تو کونین میں روشنائی نہ ہوتی

اور امام طبرانی نے اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مزید لکھا کہ:

وَهُوَ آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اور وہ تیری اولاد میں آخری نبی ہے۔

(دلائل النبوت + طبرانی کبیر) (ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۵۹)

دلیل نمبر 2:

امام ابن عساکر نے لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ

قَالَ بَیْنَ کَتِفَیْ آدَمَ مَکْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ○

فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان لکھا ہوا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے بعد آنے والے ہیں۔ (ابن عساکر)

دلیل نمبر 3:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں نازل ہوئے ان کو وحشت ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اذان کہی۔ دو مرتبہ اللہ اکبر اور دو مرتبہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا اس پر حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہے فرمایا: آخِرُ وَلَدُكَ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ انبیاء میں سے آپ کے سب سے آخری بیٹے ہیں۔

(کنز العمال، ج ۶، ص ۱۱۴) (ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۶۰)

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں
سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سننے آتے ہیں

دلیل نمبر 4:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کو اپنی اولاد پر مطلع فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام ان کو دیکھ رہے تھے۔ بعض کو بعض پر فضیلت ہے پھر ان سب سے نیچے کی جانب میں ایک نور دیکھا تو عرض کی اے میرے پروردگار یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا آپ کے بیٹے احمد ہیں۔ ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وہی سب سے اول ہیں اور وہی سب سے آخر ہیں۔ قیامت کے دن سب سے پہلے شفاعت کرنے والے ہیں اور وہی مقبول الشفاعت ہیں۔ (حلیۃ الاولیا + ابن عساکر) (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۳۹)

دلیل نمبر 5:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب امام الانبیاء معراج کی رات سفر میں تھے تو آپ نے ایک جماعت پر گزر فرمایا جنہوں نے آپ ﷺ کو دیکھ کر کہا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ ○ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا آخِرُ ○ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَاشِرُ ○

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی جن لوگوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا ہے وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

(دلائل النبوت) (درمنثور، ج۴، ص ۱۲۹) (جواہر الجار، ج۳، ص ۴۰۲)

دلیل نمبر 6:

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان الفاظ میں حضور پر سلام پیش کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَوَّلُ ○ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا آخِرُ ○ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ظَاهِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا بَاطِنُ ○

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اسی کے لائق ہیں یہ صفات میری کیسے ہو سکتی ہیں؟ عرض کی اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَنِیْ اَنْ اُسَلِّمُ بِهَا عَلَیْكَ خدا نے مجھے انہی صفات سے آپ ﷺ پر سلام کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ﷺ کا نام اول اس لئے ہے کہ آپ ﷺ تخلیق میں تمام انبیاء پر مقدم ہیں۔

وَسَمَّاكَ بِالْآخِرِ لِاَنَّكَ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ فِی الْعَصْرِ وَ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ اِلٰی آخِرِ الْاُمَمِ ○

اور آپ ﷺ کا نام آخر اس لئے رکھا کہ آپ ﷺ تمام نبیوں سے

زمانے میں آخری ہیں اور آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آخری امت کے لئے اور آپ ﷺ کا نام باطن اس لئے رکھا کہ آپ ﷺ کا نام سنہرے نور سے ساق عرش پر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے لکھا پھر مجھے درود بھیجنے کا حکم دیا میں نے آپ ﷺ پر ہزاروں سال درود پڑھا یہاں تک کہ خدا نے آپ ﷺ کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کا نام ظاہر اس لئے رکھا کہ آپ ﷺ کے دین کو تمام دینوں پر غلبہ دیا۔ آپ ﷺ کی شریعت کو تمام زمین و آسمان پر ظاہر کر دیا اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنِیْ عَلٰی جَمِیْعِ النَّبِیِّیْنَ حَتّٰی فِیْ اِسْمِیْ وَصِفَتِیْ ○ (جواہر الجار، ج ۲، ص ۲۱۶)

دلیل نمبر 7:

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا رب میں الواح میں لکھا ہوا پاتا ہوں کہ ایک امت ہو گی جو ہمیشہ اچھی باتیں سکھائے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی۔ اے خدا وہ امت میری امت کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد کی امت ہے پھر کہا اے اللہ ان الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخری امت ہو گی لیکن سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گی۔ وہ میری امت کر دے۔ اللہ نے فرمایا وہ احمد کی امت ہے۔ پھر عرض کی الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو کتاب کو حفظ کرے گی اور زبانی اس کی تلاوت کرے گی۔ وہ امت مجھے عطا کر دے فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے۔ پھر عرض کی ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی اور گمراہوں کافروں حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑیں گے وہ امت مجھے عطا کر دے۔ فرمایا وہ تو احمد کی امت ہے پھر عرض کی الٰہی

الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں وہ اپنے نذرانے اور صدقات آپس میں کھائیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے لوگوں کے صدقات کی قبولیت کی نشانی یہ ہوتی تھی کہ آسمان سے آگ آکر اسے کھا جاتی تھی اللہ ان کے صدقات امیروں سے لے کر غریبوں کو دے گا۔ یا رب وہ میری امت کر دے۔ فرمایا یہ احمد کی امت ہے پھر کہا یا رب میں الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو صرف نیکی کا ارادہ کرے گی تو نیکی مل جائے گی اور اگر وہ نیک کام کرے گی تو دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں مل جائیں گی۔ اے رب وہ میری امت بنا دے۔ فرمایا وہ احمد کی امت ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی میں الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو مرتبہء شفاعت پر فائز کی جائے گی۔ خدایا! وہ میری امت بنا دے فرمایا وہ تو احمد ﷺ کی امت ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ الواح ہاتھ سے رکھ دیئے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی الٰہی مجھے اس احمد کی امت سے بنا دے۔ (دلائل النبوت، ج ۱، ص ۳۷۹، ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۵)

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کی امت کو آخری امت کہا گیا جب آپ ﷺ کی امت آخری ہے تو آپ ﷺ بھی آخری امت کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد اور کوئی نبی نہ آئے گا۔

دلیل نمبر 8:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کو خبر دے دو کہ جو احمد کو نہ مانے گا اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔ عرض کی اے میرے رب احمد کون ہے؟ فرمایا:

مَاخَلَقْتُ خَلْقًا کَرُمَ عَلَیَّ مِنْهُ کَتَبْتُ اِسْمَهٗ مَعَ اِسْمِیْ فِی الْعَرْشِ قَبْلَ

اَنْ اَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلٰی جَمِیْعِ خَلْقِیْ حَتّٰی یَدْخُلَهَا هُوَ وَاُمَّتُهٗ○

میں نے کوئی مخلوق اس سے بڑھ کر معزز پیدا نہ فرمائی میں نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پہلے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا جنت میری ساری مخلوق پر حرام ہے جب تک وہ اور اس کی امت داخل نہ ہو جائے۔ عرض کی الٰہی اس کی امت کون ہے؟ فرمایا وہ بڑی حمد کرنے والی ہو گی اور اس امت کے اور بھی اوصاف بیان فرمائے عرض کی الٰہی مجھے اس نبی کا امتی بنا دے فرمایا تو زمانے میں مقدم اور وہ متاخر ہے لیکن میں تم کو ان کے ساتھ ہمیشگی کے گھر جنت میں جمع کر دوں گا۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۳۷۵)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا جلیل القدر رسول بھی اس امت کا نبی نہیں ہو سکتا تو پھر اور کون ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے۔ نیز اس حدیث میں فرمایا نبیها منها ان کا نبی انہیں میں سے ہو گا اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی اور نبی آنا ہوتا تو فرمایا جاتا ان کے نبی یعنی جمع کا صیغہ استعمال ہوتا نہ کہ واحد کا صیغہ استعمال ہوتا۔

نہ پہنچیں گے جنت تک گنہگار ان کے
نہ جائے گی جنت میں امت کسی کی

دلیل نمبر 9:

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ قیامت کے دن جب تمام لوگ شفاعت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ فرمائیں گے میں یہ کام نہیں کر سکتا کیونکہ دنیا میں میری اور میری ماں کی پرستش کی گئی ہے لیکن کیا تم جانتے ہو اگر کسی برتن کو بند کر کے اس پر مہر لگا دی جائے تو کیا اس

برتن کی چیز کو اس وقت تک لے سکتے ہیں جب تک کہ اس کی مہر نہ توڑی جائے لوگ کہیں گے ایسا تو نہیں ہو سکتا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے:

اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ السَّلَامُ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ قَدْ حَضَرَ الْیَوْمَ ○

بے شک محمد ﷺ خاتم النبیین آج موجود ہیں (جو انبیاء کے خاتمہ پر بمنزلہ مہر کے ہیں)

ان کی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کر دی گئی ہیں ان کے پاس جاؤ پھر لوگ آپ ﷺ کے پاس آئیں گے آپ ﷺ فرمائیں گے ہاں اس کام کے لئے میں ہوں۔ ہم سب سے آخر ہیں اور سب سے پہلے میری امت کا حساب ہوگا امتیں ہمارا راستہ چھوڑ دیں گی اور سب امتیں کہیں گی یہ امت تو قریب ہے کہ سب ہی انبیاء میں شمار ہو۔ (مسند ابو داؤد وطیالسی، ص ۳۵۴)

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا تیرے کس کو یہ قدرت ملی ہے

دلیل نمبر 10:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جب لوگ قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے شفاعت کے بارے میں کہیں گے تو وہ کہیں گے کہ حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ لوگ میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے۔

یَامُحَمَّدُ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ ○

• اے محمد ﷺ آپ خدا کے رسول اور تمام نبیوں کے بعد آنے والے ہیں۔ (مسلم شریف، ج ۱، ص ۱۱۱)

پیش حق مژدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے ہم کو ہنساتے جائیں گے

وسعتیں دی ہیں خدا نے دامن محبوب کو
جرم کھلتے جائیں گے اور وہ چھپاتے جائیں گے

دلیل نمبر 11:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ آراستہ بنایا مگر اس کے ایک گوشے میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی پس لوگ اسے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کر دیا اور مجھ سے نبوت کا محل مکمل ہو گیا۔ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ ○
اور میں خاتم النبیین ہوں (مسلم شریف، ج ۲، ص ۲۴۸)

دلیل نمبر 12:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرتے تھے جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیا جاتا وَاِنَّهٗ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلیفہ ہوں گے اور وہ بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی ان خلفاء کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم دیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رعیت کے بارے میں ان سے سوال کرے گا۔

(مسند امام احمد، ج ۲، ص ۲۹۷)

دلیل نمبر 13:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے دو وزیر آسمان میں اور دو وزیر زمین میں ہوتے ہیں۔

فَاَمَّا وَزِيْرَ ایَ مِنْ اَهْلِ السَّمَاءِ فَهُوَ جِبْرَائِيْلُ وَ مِيْكَائِيْلُ وَاَمَّا وَزِيْرَ ایَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ ○

میرے دو وزیر آسمان کے جبرائیل اور میکائیل علیہم السلام ہیں اور زمین کے دو وزیر ابوبکر اور عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۵۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں رسول خدا کے وزیر ہیں لیکن اس کے باوجود وہ نبی نہیں حالانکہ پہلے نبیوں کے وزیر بھی نبی ہوتے تھے خود قرآن پاک میں موجود ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُ اَخَاهُ هَارُوْنَ وَزِيْرًا ○

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کے بھائی ہارون علیہ السلام کو وزیر بنا دیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر نبی نہیں ہو سکتے کہ آپ پر سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا تو اور کوئی نبی کیسے بن سکتا ہے؟

وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور چونکہ آپ کے آسمانوں میں بھی وزیر ہیں اور زمین میں بھی وزیر ہیں اس لئے آپ زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں۔ زمین و آسمان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت جاری ہے۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

دلیل نمبر 14:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساری امت میں سب سے افضل ہیں۔

قرآن کریم نے آپ کو اتقٰی کہا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى اور عنقریب اتقٰی جہنم سے دور رکھا جائے گا۔

اور دوسرے مقام پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ○

اور تم میں سے خدا کے نزدیک عزت والا اتقٰی ہے

اور اتقٰی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں لہذا معلوم ہوا صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

امام جعفر صادق اپنے باپ امام محمد باقر وہ اپنے باپ امام زین العابدین وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ اپنے باپ حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ بعد از انبیاء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سورج کی آنکھ نے کسی کو دیکھا ہی نہیں۔ (تفسیر عزیزی، ج ۳، ص ۲۱۳)

پس از انبیاء سب سے اونچا ہے نامی
رفیق نبی کا مقام اللہ اللہ

پتہ چلا کہ صدیق اکبر تمام امت سے افضل ہیں اور جب وہ نبی نہیں ہو سکتے تو اور کوئی کیسے نبی بن سکتا ہے۔

دلیل نمبر 15:

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ كَانَ بَعْدِىْ نَبِىٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ○ (ترمذی شریف)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن خطاب ہوتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں کمالات نبوت موجود تھے اس کے باوجود ان کو عہدۂ نبوت نہیں دیا گیا کیونکہ سلسلہء نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔

دلیل نمبر 16:

حضرت عبداللہ بن ثابت فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بنی قریظہ میں سے ایک بھائی کے پاس سے گزرا اس نے تورات کے کچھ جامع کلمات لکھ کر مجھے دیئے تاکہ وہ آپ کے سامنے پیش کروں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ بدل گیا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے اگر خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تمہارے اندر آ جائیں اور تم ان کی اتباع کرنے لگو تو تم گمراہ ہو جاؤ اس لئے کہ۔

اِنَّکُمْ حِظِّی مِنَ الْاُمَمِ وَاَنَا حِظُّکُمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ○

تم تمام امتوں سے میرا حصہ ہو اور تمام نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔ (کنز العمال، ج ا، ص ۵۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرے تو وہ یقیناً گمراہ ہے اور جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع چھوڑ کر مرزا کذاب کی پیروی کرے تو وہ بھی یقیناً گمراہ ہے۔

دلیل نمبر 17:

حضرت مکحول سے روایت ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے

ایک یہودی سے کچھ رقم لینی تھی اس سے لینے تشریف لے گئے اور فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو تمام آدمیوں سے برگزیدہ کیا ہے میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ یہودی بولا واللہ خدا نے انہیں تمام انسانوں سے افضل نہیں کیا۔ آپ نے اسے طمانچہ دے مارا وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ! طمانچہ کے بدلے اس کو راضی کر لو اور فرمایا اے یہودی! حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نجی اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ ہیں اور میں حبیب اللہ ہوں۔ اے یہودی! اللہ نے اپنے دو ناموں سے میری امت کے دو نام رکھے۔ اللہ سلام ہے میری کا نام مسلمان رکھا۔ اللہ مومن ہے میری امت کا لقب مومنین رکھا اے یہودی تم زمانے میں پہلے وَنَحْنُ الْآخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور ہم زمانے میں آخر اور قیامت میں سب سے پہلے ہیں اے یہودی:

إِنَّ الْجَنَّةَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ حَتّٰى أَدْخُلَهَا وَهِيَ مُحَرَّمَةٌ عَلَى الْأُمَمِ حَتّٰى تَدْخُلَهَا أُمَّتِي○

جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک میں داخل نہ ہو جاؤں اور تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت داخل نہ ہو جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۱، ص ۵۱۰)

اسی حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہم آخری ہیں یعنی نہ میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ میری امت کے بعد کوئی امت ہے۔

دلیل نمبر 18:

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں جب رسول خدا ﷺ غزوۂ

تبوک کے لئے جانے لگے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں پر محافظ چھوڑا۔ انہوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر جارہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ)!

اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ○

کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت ہارون حضرت موسیٰ علیہم السلام کے نزدیک تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث پر غور کریں یہاں نبی نکرہ ہے جو نفی لا کے تحت آیا ہے اور اصول یہ ہے کہ اگر نکرہ نفی کے تحت واقع ہو تو فائدہ عموم کا دیتا ہے۔اب لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مطلب یہ ہوا کہ کسی قسم کا نبی خواہ تشریعی ہو یا غیر تشریعی میرے بعد نہیں آ سکتا۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔ اے علی رضی اللہ عنہ کیا تو راضی نہیں یعنی میں خدا کا رسول تجھے راضی کرنا چاہتا ہوں اور خدا تعالیٰ اپنے محبوب کی رضا کا طالب ہے ارشاد ربانی ہے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی عنقریب تیرا خدا تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ

کیا مقام ہے حضرت علی المرتضیٰ کا کہ خدا اپنے رسولؐ کو راضی کرنا چاہتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں۔

دلیل نمبر 19:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ مجھے سخت درد ہوا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود

نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کا ایک کنارہ مجھ پر ڈال دیا پھر فرمایا اے علی (کرم اللہ وجہہ) تم شفایاب ہو گئے۔ اب تم میں کوئی مرض نہیں رہا جو کچھ تم میرے لئے دعا کرو گے میں تمہارے لئے وہی دعا کروں گا اور میں جو کچھ دعا کروں گا اللہ قبول فرمائے گا سوائے اس کے کہ مجھے یہ کہہ دیا گیا ہے اِنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں اس کے بعد میں وہاں سے ایسا تندرست ہو کر اٹھا گویا بیمار ہی نہ تھا۔

(طبرانی اوسط)

دلیل نمبر 20:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مکہ معظمہ سے حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں خط بھیجا کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں مکہ سے ہجرت کر مدینہ چلا آؤں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے چچا! اطمینان سے رہو تم ہجرت میں خاتم المہاجرین ہونے والے ہو۔

کَمَا خَتَمَ بِیَ النُّبُوَّۃَ جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔

دلیل نمبر 21:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا چلو ام ایمن کی زیارت کر آئیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تینوں وہاں گئے۔ ام ایمن ہمیں دیکھ کر رونے لگیں۔ ان دونوں حضرات نے فرمایا دیکھو ام ایمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک آپ کے واسطے مقدر ہے۔ انہوں

نے کہا یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ آپ کے لئے وہی بہتر ہے جو اللہ کے نزدیک ہے لیکن میں اس لئے روتی ہوں کہ آسمانی خبریں ہم سے منقطع ہوگئیں۔ یہ بات سن کر دونوں حضرات بھی رونے لگے۔ (کنز العمال، ج ۴، ص ۴۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخین حضرات اور حضرت ام ایمن اس لئے روئے کہ اب آئندہ کے لئے وحی کا سلسلہ بند ہوگیا ہے۔ نہ دنیا میں کوئی نبی آئے گا اور نہ وحی نازل ہوگی اس لئے کہ امام الانبیاء اس دنیا میں آخری نبی تھے۔ آپ ﷺ پر سلسلہء نبوت ختم ہوگیا۔

دلیل نمبر 22:

حضرت سہل بن صالح فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر سے عرض کی کہ نبی کریم ﷺ تو سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے حضور ﷺ کو سب پر تقدم کیسے حاصل ہوا فرمایا جب روز میثاق تمام روحوں سے پوچھا گیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے کلمہء بلیٰ عرض کیا اس لئے آپ ﷺ کو تمام انبیاء پر تقدم حاصل ہوا حالانکہ آپ سب کے بعد مبعوث ہوئے۔

(ختم النبوۃ، ص ۳۵)

کن فیکون تے کل دی گل ایہہ اسی پہلے دی پریت لگائی
تیں میں حرف نشان نہ آہا دتی میم گواہی

دلیل نمبر 23:

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں جب سورہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ نازل ہوئی تو اس وقت نبی کریم ﷺ مرض وصال شریف میں تھے جمعرات کا دن تھا۔ منبر شریف پر جلوہ فرما ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مدینے میں

ندا کر دو کہ لوگو رسول اللہ ﷺ کی وصیت سننے آؤ یہ آواز سنتے ہی بڑے چھوٹے سب گھروں سے نکلے گھروں کے دروازے کھلے چھوڑ دیئے یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں پردوں سے باہر آ گئیں۔ مسجد تنگ ہو گئی حضور اکرم ﷺ فرما رہے تھے بعد میں آنے والوں کے لئے جگہ کر دو پھر حضور اکرم ﷺ نے خدا کی حمد و ثنا بیان کی اور نبیوں پر درود بھیجا۔ پھر ارشاد فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہوں۔ لَا نَبِیْ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(تنبیہ الغافلین)

دلیل نمبر 24:

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا معراج کی رات خدا نے مجھے اپنے نزدیک کیا۔ یہاں تک کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا اور مجھ سے فرمایا اے محمد ﷺ کیا تجھے اس بات کا غم ہے کہ میں نے تجھے تمام نبیوں کے بعد بھیجا میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تیری امت کو یہ غم ہے کہ ان کو تمام امتوں کے بعد دنیا میں بھیجا۔ میں نے عرض کی نہیں فرمایا میں نے ان کو سب کے بعد اس لئے بھیجا کہ اور امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور انہیں کسی کے سامنے رسوائی سے محفوظ رکھوں۔ (تاریخ بغداد)

دلیل نمبر 25:

حضرت نعمان بن بشیر فرماتے ہیں کہ زید بن خارجہ انصار کے سرداروں میں سے تھے۔ ایک دن مدینہ کے کسی راستے میں چل رہے تھے یکا یک زمین پر گرے اور فوراً فوت ہو گئے۔ انصار کو اس کی خبر ہوئی ان کو وہاں سے اٹھا لائے اور چاروں طرف سے ڈھانپ دیا گھر میں کچھ انصار عورتیں تھیں جو ان کی وفات

پر رو رہی تھیں اور کچھ مرد جمع تھے جب مغرب اور عشاء کا درمیانی وقت آیا تو اچانک ایک آواز سنائی دی چپ رہو چپ رہو لوگ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آواز اسی چادر کے نیچے سے آ رہی ہے جس کے نیچے میت ہے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے منہ کھول دیا دیکھا کہ زید بن خارجہ کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ ۝

پھر کہا یہ مضمون تورات وانجیل میں بھی موجود ہے سچ کہا سچ کہا۔

(طبرانی اوسط، ج ۵، ص ۲۱۸)

دلیل نمبر 26:

حضرت زید بن حارثہ فرماتے ہیں میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا تو میرا قبیلہ مجھے تلاش کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھ کر کہا اے زید اٹھو ہمارے ساتھ چلو میں نے جواب دیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے ساری دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا اور نہ آپ کے سوا کسی اور کا ارادہ رکھتا ہوں۔ پھر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کو اس لڑکے کے بدلے بہت سا مال دینے کو تیار ہیں آپ جو چاہیں ہم ادا کر دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم سے یہ چیز مانگتا ہوں۔

اَنْ تَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ خَاتَمُ اَنْبِیَائِهٖ وَرُسُلِهٖ وَاُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ ۝

تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں تمام نبیوں اور رسولوں کے بعد آنے والا ہوں تو میں زید کو تمہارے ساتھ بھیج دوں گا۔

(المستدرک، ج ۳، ص ۲۱۴)

دلیل نمبر 27:

حضرت عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت زید بن عمرو کو اس وقت ملا جب کہ وہ مکہ معظّمہ سے کوہ حرا کی طرف جا رہے تھے انہوں نے قریش کی مخالفت کی اور ان کے معبودان باطلہ سے جدائی کی تھی اس پر قریش اور ان کے درمیان کچھ رنجش ہو گئی تھی مجھے دیکھ کر کہنے لگے اے عامر میں اپنی قوم کا مخالف ہوں اور ملت ابراہیمی کا پیروکار ہوں۔ میں اسی خدا کو مانتا ہوں جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام پوجتے تھے میں ایک نبی کا منتظر ہوں جو بنی اسماعیل اور اولاد عبدالمطلب سے ہوں گے۔ان کا نام پاک احمد ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں ان کا زمانہ نہ پاؤں گا میں ابھی ان پر ایمان لاتا ہوں ان کی تصدیق کرتا ہوں ان کی نبوت کی گواہی دیتا ہوں تمہیں اگر اتنی عمر ملے کہ ان کو پاؤ تو ان تک میرا سلام پہنچانا اے عامر میں تمہیں ان کی نعت اور صفت بیان کیے دیتا ہوں تا کہ تم ان کو پہچان لو قد درمیانہ سر میں بال معتدل آنکھوں میں ہمیشہ سرخی رہے گی ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی ان کا نام احمد ہے۔ ان کی ولادت مکہ میں ہو گی وہ ہجرت فرما کر مدینہ جائیں گے وہاں سے ان کا دین غالب ہو گا تم کسی کے دھوکے میں نہ آنا اور ان کی اطاعت سے محروم نہ رہنا میں دین ابراہیمی کی تلاش میں کئی شہروں میں پھرا ہوں۔ یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں سے پوچھا انہوں نے جواب دیا یہ دین بعد میں آئے گا اور انہوں نے اس نبی کی وہی صفت بیان کی جو میں تم سے بیان کر چکا ہوں اور انھوں نے کہا لَمْ یَبْقَ نَبِیٌّ غَیْرُہٗ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہ رہا۔ حضرت عامر فرماتے ہیں جب حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت ظاہر ہوئی تو میں نے زید بن عمرو کی ساری باتیں رسول خدا ﷺ سے عرض کیں آپ ﷺ نے فرمایا میں نے زید کو جنت میں دامن کشاں دیکھا۔

(دلائل النبوۃ، ص ٦١)

دلیل نمبر 28:

حضرت حسان بن ثابت سے مروی ہے کہ میں سات برس کا تھا ایک دن پچھلی رات کو سخت آواز آئی ایسی زور کی آواز میں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ مدینہ کے ایک ٹیلہ پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے چیخ رہا تھا لوگ اس کی آواز پر جمع ہو گئے وہ کہنے لگے کہ احمد کا ستارہ طلوع ہوا ہے اور یہ ستارہ کسی نبی کی پیدائش پر ہی طلوع ہوا کرتا ہے۔ وَلَمْ یَبْقَ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ اِلَّا اَحْمَدُ اور احمد کے سوا اور کوئی نبی باقی نہیں رہا۔

(دلائل النبوت حافظ ابونعیم)

آج میلاد النبی ہے کیا سہانا نور ہے
آ گیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے

دلیل نمبر 29:

حضرت بلال بن حارث فرماتے ہیں کہ میں زمانہء جاہلیت میں تجارت کی غرض سے ملک شام گیا مجھے اہل کتاب میں سے ایک شخص ملا اس نے مجھ سے پوچھا تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے میں نے کہاں ہاں اس نے کہا اگر تم ان کی تصویر دیکھو تو پہچان لو گے میں نے کہا ہاں وہ مجھے ایک مکان میں لے گیا جس میں تصاویر تھیں وہاں ان تصاویر میں مجھے نبی کریم ﷺ کی تصویر نہ ملی اتنے میں ایک اور کتابی آ کر بولا کس شغل میں ہو ہم نے حال بیان کیا وہ مجھے اپنے گھر لے گیا وہاں جاتے ہی مجھے حضور اکرم ﷺ کی تصویر دکھائی دی کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پیچھے آپ کے قدم مبارک پکڑ کر کھڑا ہے۔ میں نے کہا یہ دوسرا شخص کون ہے وہ کہنے لگا بے شک کوئی نبی ایسا نہ ہوا کہ جس کے بعد نبی نہ آیا ہو سوائے اس نبی کے اس لئے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اس کے بعد کوئی اور نبی نہیں اور

دوسرا شخص اس کا خلیفہ ہے۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔(طبرانی کبیر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہودی بھی جانتے تھے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے آخری رسول ہیں جو آپ کو خاتم الانبیاء نہ مانے وہ یہودیوں سے بھی بدتر ہے۔

دلیل نمبر 30:

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ علمائے توریت میں سے سب سے بڑے عالم میرے باپ تھے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا اس کا علم ان کے برابر کسی اور کو نہ تھا وہ اپنے میں سے کوئی شے مجھ سے نہ چھپاتے تھے جب مرنے لگے تو مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم میں سے کوئی شے تم سے چھپائی نہیں مگر ہاں دو ورق روک رکھے ہیں ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آ پہنچا ہے میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نبوت اٹھ کھڑا ہو اور تو اس کی پیروی کرے یہ طاق تیرے سامنے ہے میں نے اس میں وہ اوراق رکھ کر اوپر سے مٹی لگا دی ہے ابھی ان سے تعرض نہ کرنا نہ انہیں دیکھنا جب وہ نبی جلوہ فرما ہو اگر اللہ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا یہ کہہ کر وہ مر گئے ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ہر چیز سے زیادہ شوق یہ تھا کہ دیکھوں ان دو اوراقوں میں کیا ہے میں نے طاق کھولے اور ورق نکالے دیکھا تو ان پر یہ عبارت لکھی تھی۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ مَوْلِدُهٗ بِمَكَّةَ وَ مُهَاجِرُهٗ بِطَيْبَةَ ○

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں خاتم النبیین ہیں مکہ ان کی ولادت کی جگہ

ہے۔ اور مدینہ طیبہ ان کی ہجرت گاہ ہے۔ (ابن عساکر)

ہوگئی ان پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت

موسیٰ عمراں عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

دلیل نمبر 31:

حضرت عمرو بن الحکم فرماتے ہیں کہ میرے آباؤ اجداد سے ایک ورق محفوظ چلا آتا تھا جو زمانہء جاہلیت میں نسلاً بعد نسل وراثت میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دین اسلام ظاہر ہوا پھر جب نبی کریم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں وہ ورق لاکر پڑھا گیا تو اس میں یہ عبارت لکھی تھی۔

اللہ کے نام سے شروع اور اسی کا قول حق ہے۔ یہ ذکر اس امت کا کہ تَاتِیْ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ جو آخری زمانے میں آئے گی جن کے لباس کے اطراف چھوئے ہوئے ہوں گے اور اپنی کمروں پر تہبند باندھیں گے اور دشمنوں کے مقابلے کے لئے دریاؤں میں گھس پڑیں گے ان میں ایسی نماز ہوگی کہ اگر وہ نماز قوم نوح میں ہوتی تو وہ غرق نہ ہوتی اگر قوم عاد میں ہوتی تو وہ ہوا کے عذاب میں گرفتار نہ ہوتی اور اگر قوم ثمود میں وہ نماز ہوتی تو وہ قوم ہولناک آواز سے ہلاک نہ ہوتی۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ امت آخری ہے جب امت آخری ہے تو ان کا نبی بھی آخری ہوگا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ٦١)

دلیل نمبر 32:

خلیفہ بن عبدہ سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن عدی سے پوچھا کہ زمانہء جاہلیت میں جب کہ ابھی اسلام ظاہر نہ ہوا تھا تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیوں رکھا تھا اس نے کہا میں نے اپنے باپ سے اس کا سوال کیا تھا۔ اس نے جواب دیا کہ بنی تمیم سے ہم چار آدمی سفر کو گئے ایک میں سفیان بن مجاشع عمر بن

ربیعہ اور اسامہ بن مالک ہم سب ملک شام پہنچے ایک تالاب پر اترے اس تالاب کے کنارے درخت تھے ایک راہب نے ہمیں اپنی عبادت گاہ سے جھانک کر دیکھا اور کہا تم کون ہو۔ ہم نے کہا ہم اولاد مضر سے کچھ لوگ ہیں اس نے کہا عنقریب بہت جلد تم میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے تم اس کی طرف دوڑنا اور اس کی اطاعت کرنا اس لئے کہ:

فَاِنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وہ آخری نبی ہے۔ اس کا نام پاک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہوگا پھر جب ہم اپنے گھروں کو واپس ہوئے تو چاروں کے ہاں ایک ایک لڑکا ہوا اور اس کا نام محمد رکھا۔ (دلائل النبوۃ، ج۲، ص۱۱۴)

دلیل نمبر 33:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجمع اصحاب میں موجود تھے کہ ایک دیہاتی قبیلہ بنی سلیم سے آیا اس کی آستین میں ایک گوہ تھی جسے وہ شکار کر کے لایا تھا اس نے یہ گوہ آپ کے سامنے ڈال دی اور بولا قسم ہے لات وعزیٰ کی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانور کو پکارا وہ بڑی فصیح زبان سے بولا جسے تمام حاضرین نے سنا اور اس نے کہا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا معبود کون ہے؟ اس نے عرض کی اَلَّذِيْ فِي السَّمَاءِ عَرْشُهٗ وَفِي الْاَرْضِ سُلْطَانُهٗ وَفِي الْبَحْرِ سَبِيْلُهٗ وَفِي الْجَنَّةِ رَحْمَتُهٗ وَفِي النَّارِ عَذَابُهٗ ○

وہ جس کا عرش آسمان میں ہے اور سلطنت زمین میں اور راہ سمندر میں اور رحمت جنت میں اور عذاب دوزخ میں۔

پھر آپ نے اس گوہ سے پوچھا میں کون ہوں اس نے جواب دیا۔

اَنْتَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَقَدْ

خَابَ مَنْ كَذَّبَكَ ○

آپ پروردگار عالم کے رسول ہیں تمام نبیوں کے خاتم ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے آپ ﷺ کو جھٹلایا وہ نامراد ہو گیا۔

یہ سن کر وہ اعرابی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (دلائل النبوت، ص ۳۲۱)

دلیل نمبر 34:

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول خدا ﷺ نے ایک سیاہ رنگ کا دراز گوش دیکھا۔ آپ نے اس سے کلام فرمایا وہ جانور بھی بولنے لگا۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس گدھے نے جواب دیا یزید بن شہاب اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا فرمائے ان سب پر انبیاء سوار ہوئے مجھے یقین ہے کہ آپ ﷺ مجھ پر سوار ہوں گے اس لئے کہ:

لَمْ يَبْقَ مِنْ نَسْلِ جَدِّيْ غَيْرِيْ وَلَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ غَيْرُكَ ○

میرے دادا کی نسل میں سوائے میرے کوئی باقی نہیں اور انبیاء میں سوائے آپ ﷺ کے کوئی باقی نہیں۔

میں پہلے ایک یہودی کے پاس تھا وہ مجھے بھوکا رکھتا تھا اور مارتا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کا نام یعفور رکھا جس صحابی کو بلانا ہوتا اس دراز گوش کو بھیج دیتے وہ چوکھٹ پر سر مارتا جب صاحب خانہ باہر آتے اسے اشارہ سے سمجھاتا کہ تجھے حضو اکرم ﷺ نے بلایا ہے جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو وہ جدائی کا صدمہ برداشت نہ کر سکا اور ایک کنویں میں گر کر مر گیا۔

(طبرانی کبیر، ج ۵، ص ۲۱۸)

جد محبوب پیارے وچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمدؐ جسدا نام وچھوڑا

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ ○

اور اس سے پہلے وہ اسی نبی کے وسیلے سے کافروں پر فتح مانگتے تھے تو جب وہ تشریف لایا ان کے پاس جانا پہچانا اس سے منکر ہو بیٹھے تو اللہ نے لعنت کی کافروں پر۔

جب یہودی مشرکوں کے ساتھ برسرِ پیکار ہوتے تو یوں دعا مانگتے۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْنَا عَلَيْهِمْ بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوْثِ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ نَجِدُ صِفَتَهٗ فِي التَّوْرَاتِ○

اے اللہ ہمیں ان مشرکین پر فتح دے بوسیلہ اس نبی کا جو آخری زمانے میں مبعوث ہوگا جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہودی بھی جانتے اور مانتے تھے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور جن کا یہ عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد نبی ہے وہ یہودیوں سے بھی بدتر ہیں۔

دلیل نمبر 35:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۱) اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ○ (بخاری و مسلم)

میرے بعد ان شخصوں ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرو۔

(۲) عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ ○

میرے اور میرے خلفائے راشدین کے طریقوں کو لازم کرلو۔

(۳) اِنِّيْ تَرَكْتُ فِيْكُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِهٖ لَنْ تَضِلُّوْا كِتَابُ اللّٰهِ وَ

عِتْرَتِیْ ○ (نسائی)

میں تمہارے لئے دو ایسی چیزیں چھوڑتا ہوں اگر تم نے ان کی اتباع کو لازم پکڑا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت و اہلبیت

(۴) اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُلَھَا دِیْنَھَا○

خدا تعالیٰ اس امت کے لئے ہر سو سال بعد ایک مجدد پیدا فرمائے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے گا۔ (ابوداؤد)

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے نکاح کریں گے ان کی اولاد ہو گی وہ ۴۵ برس دنیا میں رہیں گے پھر وہ وفات پا جائیں گے اور میری قبر کے قریب دفن کئے جائیں گے اور قیامت کے دن میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابو بکر و عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان اٹھیں گے۔ (مشکوٰۃ)

قابل توجہ بات یہ ہے کہ اگر اس امت میں کوئی ظلی یا بروزی نبی آنے والا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس کا ذکر فرماتے اور اس کی اتباع کی تاکید فرماتے تاکہ ان کی تکذیب سے امت کافر نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کا ذکر تو فرمایا لیکن کسی نبی کی آمد کا تذکرہ نہ فرمایا جس سے واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا وگرنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ذکر بھی ضرور فرماتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تو فرمایا کہ ہر سو سال کے بعد ایک مجدد آئے گا لیکن یہ کہیں نہیں فرمایا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا تو ذکر فرمایا لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر کسی حدیث میں نہیں آیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سلسلہء نبوت ختم ہے۔ مرزا غلام احمد اپنے دعویٰ نبوت میں کذاب اور دجال ہے۔

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ندائے یا رسول اللہ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ○

رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

امام فخر الدین رازی نے یہاں چند تفسیریں بیان کی ہیں۔

(۱) جب تمہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیں تو اس کو آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کی طرح قرار نہ دو کیونکہ آپ کے حکم پر عمل کرنا فرض ہے اس معنے پر دلیل یہ ہے کہ آیت کے آخر میں ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

تو ڈریں وہ لوگ جو رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں کہ انہیں کوئی فتنہ پہنچے یا ان پر دردناک عذاب پڑے۔

مثال:

حضرت سعید بن معلی نماز پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آواز دی وہ جلدی سے نماز پوری فرما کر حاضر خدمت ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہیں حاضری میں دیر کیوں ہوئی عرض کیا نماز میں تھا فرمایا کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی۔

يَـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا

يُحْيِيْكُمْ ○

اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں بلائیں اس چیز کے لئے جو تمہیں زندگی بخشے۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند آواز سے نہ پکارو اس لئے کہ خدا فرماتا ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلا کر کرتے ہو کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔

مثال:

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور اتفاقاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بلند آواز سے بولتے سنا آپ نے گھر میں جا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو طمانچہ مارنے کے لئے پکڑا اور یہ کہا میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی رکھتی ہو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو روکتے رہے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ خفا ہو کر چلے گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد فرمایا کیوں دیکھا میں نے تمہیں ایک مرد کے ہاتھ سے بچا لیا۔ نعمان کا قول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چند روز توقف فرمایا اور ایک دن پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور یہ دیکھا کہ دونوں نے صلح

کر لی ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جس طرح تم دونوں نے اپنی لڑائی میں شامل کر لیا تھا صلح میں بھی شامل کر لو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اچھا ہمیں منظور ہے اچھا ہمیں منظور ہے۔ (ابوداؤد، ج ۲، ص ۳۳۴)

ادب نبی تھیں توں مومن ہوویں بے ادب سدون کمینے
بے ادباں دی بخشش ناہیں توڑے مرن او وچہ مدینے

(۴) جب تم کبھی نبی کو ناراض کر بیٹھو تو اپنے خلاف آپ کی دعا سے ڈرو کیونکہ آپ کی دعا عام لوگوں کی دعا کی طرح نہیں وہ قبولیت کو واجب کرتی ہے۔

مثال:

قبل از دعوائے نبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما کی شادی ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے کر دی تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا اور قرآن کی سورت تَبَّتْ يَدَآ أَبِيْ لَهَبٍ نازل ہوئی تو ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے اپنے ان دونوں بیٹوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کی دونوں بیٹیوں کو طلاق دے دو ان دونوں نے طلاق دے دی لیکن عتیبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر کہا میں تمہارے دین کے ساتھ کفر کرتا ہوں اور آپ سے الجھ پڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص پھاڑ ڈالی اور انہیں دنوں وہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام کی طرف جانے والا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اپنا ایک کتا تم پر مسلط کر دے بعد میں وہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام کی طرف روانہ ہوا۔ قافلہ نے ملک شام کے ایک مقام الذرقاء پر پڑاؤ ڈالا ابولہب نے قافلے والوں سے کہا اپنا سامان درمیان میں رکھ کر اردگرد اپنے بستر لگا لو اور

سامان پر عتیبہ کا بستر لگاؤ کیونکہ اس کے بارے میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کی دعا سے خوفزدہ ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب رات کو سبھی سو گئے تو ایک شیر آیا اس نے سامان کے گرد تمام سونے والوں کو سونگھا پھر سامان پر سونے والے عتیبہ کو سونگھا اور اسے چیر پھاڑ کر ہلاک کر دیا۔

(طبرانی کبیر، ج ۲۲، ص ۴۳۵)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمدؐ

(۵) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جیسے ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہو فَلَا تَقُوْلُوْا یَا مُحَمَّدُ وَلٰكِنْ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی ان کو یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔

(تفسیر ابن جریر، ج ۱۸، ص ۱۲۱، تفسیر نیشاپوری + ص ۱۲۱ + تفسیر جلالین ص ۳۰۲ + تفسیر خازن ص ۴۳۲، تفسیر مدارک ص ۴۳۲ + تفسیر ابن عباس ص ۴۳۳ + تفسیر روح المعانی ص ۲۲۵)

قرآن کے ان کلمات طیبات سے پہلے خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ○ جس سے معلوم ہوا کہ یا رسول اللہ کہنے کا حکم خدا تعالیٰ نے ایمان والوں کو دیا ہے بے ایمانوں کو نہیں نتیجہ یہ نکلا کہ یا رسول اللہ کہنا ایمان کی نشانی ہے۔

عہد رسالت میں قریب سے ندائے یا رسول اللہ:

حضرت برہ بنت تجرات فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے پروردگار نے نبوت سے سرفراز فرمانا چاہا اور نبوت کی ابتداء ہوئی تو آپ ضروریات کے لئے آبادی سے دور چلے جاتے اور گھاٹیوں اور وادیوں سے گزرتے۔

فَلَا يَمُرُّ بِحَجَرٍ وَّلَا شَجَرٍ اِلَّا قَالَتْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی کسی درخت اور پتھر کے قریب سے گزرتے تو وہ کہتا سلام ہو آپ پر یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ دائیں بائیں پیچھے دیکھتے مگر کوئی نظر نہ آتا۔ (المستدرک، ج ۴، ص ۷۰)

عہد رسالت میں دور سے ندائے یا رسول اللہ:

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں قعدہ کرے تو کہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ○ (مشکوٰۃ، ص ۸۵)

اس حدیث میں عہد صحابہ (خواہ دور کے رہنے والے ہوں) سے لے کر اختتام دنیا تک ہر زمانے کے لئے مسلمانوں کو ایک عام حکم ہے کہ خاص نماز میں تمام دنیا کے کسی گوشے سے بھی رات دن میں پانچ مرتبہ اپنے رسول پاک کو یا نبی کہہ کر پکاریں اور ان پر سلام بھیجیں جب عین عبادت الٰہی میں رسول خدا کو پکارنا جائز ہے تو نماز سے باہر یا رسول اللہ کہنا کیوں نہ جائز ہوگا۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یا رسول اللہ
خدا کا کر لیا گویا نظارہ یا رسول اللہ

حجۃ الاسلام امام غزالی نے التحیات کے بیان میں فرمایا۔

وَاحْضُرْ فِی قَلْبِكَ النَّبِیَّ ﷺ وَشَخْصَهُ الْكَرِيْمَ وَقُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (احیاء العلوم، ج ۱، ص ۱۰۷)

اے نمازی التحیات میں السلام علیك ایها النبی پڑھنے کے وقت حضور ﷺ کو اپنے دل میں حاضر کر کے اور آپ کی صورت مبارک کا تصور کر کے عرض کر۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ ○

اور امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے۔

میں نے حضرت علی خواص کو یہ فرماتے سنا کہ شارع حقیقی نے نمازی کو رسول خدا پر صلاۃ وسلام پڑھنے کا حکم صرف اس لئے دیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو تنبیہ فرما دے کہ جس دربار میں تم موجود ہو وہاں رسول اللہ بھی تشریف فرما ہیں۔

فَاِنَّهٗ لَا يُفَارِقُ حَضْرَةَ اللّٰهِ اَبَدًا ○

کہ آپ دربار خداوندی سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔

(کتاب المیزان، ص ۱۴۵)

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

بعد وصال قبر انور کے پاس ندائے یا رسول اللہ:

حافظ ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں۔

مالک الدار جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے وہ بیان

کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ قحط آ گیا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول خدا کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کی۔

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا ○

یا رسول اللہ اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور تم یہ خبر دو کہ یقیناً بارش ہو گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۱۲، ص ۳۲)

لگا دو پار کشتی کو ہماری یا رسول اللہ
مصیبت میں کرو یاری ہماری یا رسول اللہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) مصیبت کے وقت خدا کے برگزیدہ بندوں کی قبور پر جا کر ان سے دعا کی التجا کرنا جائز ہے۔

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بارش ہو گی معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بارش کا علم دیا ہے۔

(۳) حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کو یا رسول اللہ کہنا جائز ہے شرک نہیں اگر شرک ہوتا تو حضور علیہ السلام بلال بن حارث کو اپنی زیارت سے مشرف نہ فرماتے۔

(۴) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے خدا کی عطا سے مشکل کشا ہوتے ہیں خواہ وہ عالم دنیا میں ہوں خواہ عالم برزخ میں ہوں۔

بعد از وصال دور سے ندائے یا رسول اللہ:

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت زید بن خارجہ اچانک مدینہ کی کسی گلی میں گرے اور روح پرواز کر گئی۔ اٹھا کر گھر لائے گئے اور کپڑے سے ڈھک دیئے گئے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان عورتیں ان کے اردگرد بیٹھ کر رو رہی تھیں کہ اچانک آواز آئی چپ رہو چپ رہو پھر چادر الٹ دی اور بولے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِیُّ الْاُمِّیُّ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ یہ بات پہلی کتاب میں مذکور ہے پھر بولے سچ کہا سچ کہا پھر ابوبکر اور عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر کیا پھر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ پھر مردہ ہو گئے۔

(شرح شفا، ج ا، ص ۶۴۹)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ

(۱) قبض روح کے بعد حیات ممکن ہے۔

(۲) حضور سرور کونین خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہ آئے گا۔

(۳) حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد دور سے آپ کو یا رسول اللہ کہنا جائز ہے شرک نہیں ہے۔

حضور سرور کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی نے آپ کے درد فراق میں فرمایا:

اَلَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ کُنْتَ رَجَاءَنَا
وَکُنْتَ بِنَا بِرًّا وَّلَمْ تَكُ جَافِیَا

(انوار ساطعہ، ص ۲۴۱)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہماری امیدوں کی آماجگاہ تھے۔ آپ ہمارے

محسن تھے اور ہمارے ساتھ سختی کرنے والے نہ تھے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی پیر و مرشد مولوی قاسم نانوتوی نے فرمایا:

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

(گلزار معرفت)

مولوی حسین احمد ٹانڈوی دیو بندی نے اپنی کتاب الشہاب الثاقب میں یا رسول اللہ کہنے کے مندرجہ ذیل پانچ مواقع بیان کیے ہیں۔

نمبر 1:

بوقت مصیبت جیسے ماں باپ کو پکارتے ہیں ایسے پکارنا جائز ہے۔

مثال نمبرا:

امام ابو بکر بن مقری فرماتے ہیں کہ میں طبرانی اور ابو الشیخ تینوں حرم نبویؐ میں تھے بھوک نے ہم پر غلبہ کیا اسی حال میں دو دن گزر گئے جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نے قبر مبارک کے سامنے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ الجوع اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھوک۔ بس اس کے سوا اور کچھ نہ کہا پھر واپس چلا آیا میں اور ابو الشیخ سو رہے اور طبرانی بیٹھے رہے جیسے کسی چیز کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اچانک ایک مرد علوی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے ہر ایک کے ساتھ ایک زنبیل کھانے سے بھری تھی ہم نے دروازہ کھول دیا وہ آ کر ہمارے ساتھ بیٹھ گئے انہوں نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا بچا ہوا کھانا وہ ہمارے پاس چھوڑ گئے اور کہا اے قوم شاید تم نے اپنی بھوک کی شکایت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے کیونکہ اس وقت میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے آپ

نے فرمایا کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔ (جذب القلوب، ص ۳۵۰)

فریاد امتی جو کرے حال زار میں
ممکن نہیں کہ خیر بشر کو خبر نہ ہو

مثال نمبر ب:

حضرت ابو بکر اقطع کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ آیا پانچ دن تک مجھے کھانا میسر نہ ہوا چھٹے روز میں قبر شریف پر حاضر ہوا اور عرض کی اَنَـا ضَیْـفُكَ یَـا رَسُوْلَ اللّٰهِ اے اللہ کے رسول میں آپ کا مہمان ہوں اس کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دائیں طرف فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بائیں اور حیدر کرار کرم اللہ وجہہ سامنے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اٹھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لئے کھانا لا رہے ہیں میں اٹھ کر چلا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ آپ نے مجھے روٹی عنایت فرمائی میں نے کھائی جب بیدار ہوا تو ابھی تک اس کا ایک ٹکڑا میرے ہاتھ میں باقی تھا۔ (جذب القلوب، ص ۳۵۱)

غریبو سوائے در مصطفٰے کے
کہیں بھی نہ ہو گا ٹھکانہ تمہارا

نمبر 2:

درود کے ضمن میں یارسول اللہ کہنا جائز ہے۔

مثال ا:

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے لکھا ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق ہو وہ عشاء کی نماز کے بعد صاف کپڑے پہن کر خوشبو لگائے اور ادب

سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور بارگاہ الٰہی میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی التجا کرے اور دل کو تمام خیالات اور وساوس سے خالی کرے اور یہ تصور کرے کہ حضور اکرم ﷺ نہایت سفید کپڑے زیب تن فرما کر اور سبز عمامہ باندھ کر کرسی پر چودھوں کے چاند کی طرح جلوہ فرما ہیں اور دائیں طرف اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ بائیں طرف اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اور دل پر اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَ اللّٰہِ کی ضربیں لگائے اور جس قدر ہو سکے درود شریف پڑھے انشاء اللہ رسول خدا کی زیارت ہو جائے گی۔

(ضیاء القلوب، ص ۸۴)

سنا ہے آپ ہر عاشق کے گھر تشریف لاتے ہیں
میرے گھر میں بھی ہو جائے چراغاں یا رسول اللہ

مثال ب:

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ پھر صبح کے فرض پڑھے جب سلام پھیرے پھر اورادفتحیہ پڑھنے میں مشغول ہو جائے وہ چودہ سو ولیوں کے کلام سے جمع ہوا ہے اور فتح ہر ایک ولی کی اس کے ایک کلمے سے ہوئی ہے جو حضوری کے ساتھ اس کا پڑھنا اپنے اوپر لازم کر لے اس کی برکت او رصفائی کا مشاہدہ کرے گا اور چودہ سو ولیوں کی ولایت کا حصہ پائے گا اور فیض یاب ہوگا اور یہ اورادفتحیہ ان وظائف کا مجموعہ ہے کہ جب حضرت علی امیر کبیر ہمدانی علیہ الرحمۃ بیت المقدس کی زیارت کو گئے تو وہاں ان کو خواب میں حضور پر نور کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ان کو اورادفتحیہ پڑھنے کا حکم دیا۔ (انتہائی سلاسل اولیا، ص ۱۲۴)

شاہ صاحب کے ارشاد سے پتہ چلا:

(۱) جو شخص ہر روز اوراد فتحیہ پڑھے گا اس کو چودہ سو ولیوں کی ولایت کا حصہ ملے گا اور اس کی برکتوں کا مشاہدہ کرے گا۔

(۲) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سید علی امیر کبیر علیہ الرحمۃ کو اس اوراد فتحیہ کے پڑھنے کا حکم دیا۔

اور ان اوراد میں یہ درود شریف بھی ہے

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

مقام غور ہے کہ اگر اس طرح درود شریف پڑھنا شرک ہوتا تو کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سید علی امیر کبیر ہمدانی کو شرک کرنے کا حکم دیا تھا اور کیا شرک کرنے والے کو بھی چودہ سو ولیوں کی ولایت کا حصہ مل سکتا ہے۔

زمیں پر آ لگے خورشید محشر تو ہمیں کیا غم
ہمارے ہاتھ میں دامن تمہارا یا رسول اللہ

نمبر 3:

غلبہ محبت سے سرشار ہو کر یا رسول اللہ کہنا جائز ہے۔

مثال:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بوقت وفات مجھے بلایا اور اپنے سر انور کے قریب بٹھایا اور مجھے فرمایا اے علی جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے بھی ان ہاتھوں سے غسل دینا جن ہاتھوں سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گہر بار میں لے جانا اور میرے دفن کی اجازت مانگنا پھر اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے

تو مجھے میرے آقا کے پاس پہنچا دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے حضرت علی فرماتے ہیں میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات پر ان کو غسل دیا پھر آپ کو کفن پہنایا گیا میں سب سے پہلے جلدی کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس پر حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر دربار ہیں روضہ منورہ میں حاضری کی اجازت چاہتے ہیں مولائے کائنات فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا میں نے سنا کوئی کہہ رہا ہے۔

اُدْخُلُوا الْحَبِيْبَ اِلٰى حَبِيْبِهٖ فَاِنَّ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ مُشْتَاقٌ ○

دوست کو دوست کے پاس داخل کر دو کیونکہ دوست دوست کا مشتاق ہے۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۸۲)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضور علیہ السلام اپنی قبر انور میں زندہ ہیں کیونکہ اجازت زندوں سے لی جاتی ہے نہ کہ مردوں سے نیز آواز کا آنا کہ دوست کو دوست کے پاس داخل کر دو یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں۔

(۲) آپ کی وفات کے بعد آپ کو یا رسول اللہ کہنا شرک نہیں بلکہ جائز ہے اور یہ صحابہ کا طریقہ ہے اور یہی ہم اہل سنت کا مسلک ہے معلوم ہوا ہمارا مسلک وہی ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔

(ج) معلوم ہوا کہ اہل بیت رسول اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات خوشگوار تھے ان کے درمیان کوئی ناراضگی وغیرہ نہ تھی بلکہ ایک دوسرے کے ہاں آنا جانا تھا ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔

خدا کا وہ نہیں ہوتا خدا اس کا نہیں ہوتا
جسے آتا نہیں ہونا تمہارا یا رسول اللہ

نمبر 4:

اگر یہ عقیدہ ہو کہ خدا تعالیٰ ہماری ندائے یارسول اللہ کو حضور علیہ السلام تک پہنچا دے گا تو یارسول اللہ کہنا جائز ہے۔

مثال:

امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت عمار فرماتے ہیں میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ:

اِنَّ لِلّٰہِ مَلَکًا اَعْطَاہُ اَسْمَاءَ الْخَلَائِقِ قَائِمٌ عَلٰی قَبْرِیْ فَمَا مِنْ اَحَدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ صَلٰوۃً اِلَّا بَلَغَنِیْھَا○ (کشف الغمہ، ج ا، ص ۲۷۰ + تاریخ کبیر)

بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک خاص فرشتہ ہے اور وہ میری قبر انور پر کھڑا ہے پس کوئی شخص نہیں جو مجھ پر درود بھیجے مگر وہ فرشتہ اس کا درود مجھ تک پہنچا دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) اس فرشتے کو خدا تعالیٰ نے تمام مخلوقات یعنی انسان جن فرشتے چرند پرند حیوانات وغیرہ کے برابر قوت سامعہ عطا فرمائی ہے وہ تمام مخلوق کی آوازوں کو سنتا ہے خواہ مخلوق قریب ہو یا دور ہو اور یہ فرشتہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا امتی ہے کیونکہ مسلم شریف کی حدیث ہے اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً میں ساری مخلوق کا رسول ہوں۔ معلوم ہوا کہ وہ فرشتہ حضور اکرم ﷺ کا امتی ہے جب آپ کا امتی تمام دور کی آوازوں کو سن سکتا ہے تو پھر آپ کی سننے کی قوت کا کیا کمال ہوگا۔

(۲) وہ فرشتہ لوگوں کے درود کو حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بطور تحفہ پیش کرتا

ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور درود پڑھنے والے کا درود بلا واسطہ نہیں سنتے اس لئے فرشتہ مقرر ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قریب و بعید والے کا درود سنتے ہیں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن قیم نے جلاء الافہام ص ۶۳ پر یہ حدیث نقل کی ہے:

لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَنِیْ صَوْتُہٗ حَیْثُ کَانَ قُلْنَا وَبَعْدَ وَفَاتِکَ قَالَ وَبَعْدَ وَفَاتِیْ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ○

کوئی بندہ کسی جگہ سے مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی حضور آپ کی وفات کے بعد بھی فرمایا ہاں میری وفات کے بعد بھی بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

کون کہتا ہے کہ مر کر مل گئے مٹی میں آپ
ہو پس پردہ بھی ہر سو جلوہ گر یا مصطفےٰ

نمبر 5:

جس ولی کامل کی روح پاک اور نفس پاکیزہ ہو جاتا ہے وہ اگر یارسول اللہ کی نداء سے پکارے تو جائز ہے۔

مثال:

حضرت شمس العارفین شمس تبریزی ایک مرتبہ حضرت مولانا جلال الدین رومی کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ آپ ایک حوض کے کنارے طلباء کو درس دے رہے ہیں حضرت شمس تبریزی نے مولانا روم سے فرمایا کہ ایں چیست یہ کیا ہے۔ مولانا نے جواب دیا کہ ایں قال است کہ تو نمی دانی یہ وہ قیل وقال ہے

جس سے آپ ناواقف ہیں۔ حضرت شمس تبریزی نے وہ تمام کتابیں پانی کے حوض میں ڈال دیں چونکہ اس زمانے میں کتابیں ہاتھ کی لکھی ہوتی تھیں اس لئے مولانا روم کو بڑا صدمہ ہوا کہ اتنا بڑا علمی سرمایہ ضائع ہو گیا۔ آپ بڑے ناراض ہوئے اور آپ کے طلباء نے حضرت شمس تبریزی کو مارنا شروع کر دیا۔ حضرت شمس تبریزی نے فرمایا مولانا ان طلباء کو روکیں یہ مجھے مار رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا آپ نے کام ہی ایسا کیا ہے۔ پھر آپ نے طلباء کو روکا حضرت شمس تبریزی نے ہاتھ حوض میں ڈال کر کتابوں کو پانی سے نکالا اور ان کو جھاڑا تو ان سے گرد و غبار برآمد ہوا اور ان کا ایک حرف بھی نہ مٹا تھا مولانا روم نے فرمایا ایں چیست یہ کیا ہے فرمایا ایں حال است کہ تو نمی دانی یہ وہ حال ہے جس سے آپ ناواقف ہیں اس پر مولانا روم سب کچھ درس تدریس کا سلسلہ چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو لئے اور آپ کی صحبت کے فیض سے کامل ولی بن گئے۔

یہی حضرت شمس تبریزی فرماتے ہیں۔

یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی
برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کہہ کر پکارنے کو علماء نے منع فرمایا ہے کیونکہ یہ آپ کی تعظیم و توقیر کے خلاف ہے چنانچہ ایک مرتبہ بنی تمیم کے چند لوگ دوپہر کے وقت حضور سے ملنے کے لئے آئے آپ اس وقت خواب استراحت میں جلوہ فرما تھے انہوں نے آپ کو اس طرح پکارنا شروع کیا۔ اُخْرِجْ اِلَیْنَا یَا مُحَمَّدُ اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! ہماری طرف آؤ اس پر خدا تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○

ترجمہ: جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بیوقوف ہیں۔

ان کو بے وقوف اس لئے کہا گیا کہ "یا محمد" کہہ کر پکارنے سے ترک ادب لازم آتا تھا اس سے علماء کرام نے "یا محمد" کہہ کر پکارنے کی ممانعت ثابت کی ہے۔ لیکن محققین علماء نے "یا محمد" کہنے کے جواز کی مندرجہ ذیل صورتیں نکالی ہیں۔

یا محمد کہنے کے جواز کی صورتیں

نمبر 1:

اظہار مسرت کے لئے "یا محمد" کہہ کر پکارا جائے تو یہ جائز ہے۔

مثال:

جب حضور علیہ السلام نے مکہ سے ہجرت فرمائی تو مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کی گرفتاری پر سو اونٹ دینے کا اعلان کر دیا اس انعام کو حاصل کرنے کے لئے بریدہ اسلمی ستر سواروں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی تلاش میں نکلے آپ سے ملاقات ہوئی ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا اس کے نتیجے میں بریدہ اپنے ساتھیوں سمیت مسلمان ہو گئے۔

شرف پایا جو اس نطاق خدا سے ہمکلامی کا
تہیہ کر لیا سب نے محمدؐ کی غلامی کا
بتوں کو توڑ کر دنیائے باطل سے جدا ہو کر
چلے طیبہ کی جانب ہمرکاب مصطفٰےؐ ہو کر

پھر نبی کریم ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور بریدہ اسلمی اپنے ساتھیوں سمیت ایک جلوس کی شکل میں مدینہ کی طرف چلے جب اہل مدینہ نے

اس مقدس جلوس کو دیکھا تو:

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخُدَّامُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا مُحَمَّدُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ۝

(مسلم شریف، ج۲، ص ۴۱۹)

مرد اور عورتیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے اور بچے اور خادم گلیوں میں متفرق ہو گئے اور سب کے سب ندا کرتے تھے یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ یَا مُحَمَّدُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۝

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) خوشی کے وقت نعرہ رسالت یا محمد یا رسول اللہ لگانا انصار مدینہ کی سنت ہے اور انصار کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ آوَوْا وَّنَصَرُوْا أُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ سچے ایمان والے ہیں ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ نعرہ رسالت لگانا سچے مومنوں کا طریقہ ہے بے ایمانوں کا طریقہ نہیں ابوجہل نے کبھی نعرہ رسالت نہیں لگایا۔

(ب) خوشی کے موقع پر پاکیزہ جلوس نکالنا یہ بھی مومنوں کا طریقہ ہے جیسے کہ اس موقع پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت بریدہ اسلمی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جلوس کی شکل میں مدینہ میں داخل ہوئے۔

نمبر 2:

اگر نبی کریم ﷺ کو اپنی طرف متوجہ کرنا مقصود ہو تو اس وقت بھی ''یا محمد'' کہنا جائز ہے۔

مثال:

حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں ایک نابینا نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی آپ ﷺ دعا کریں اللہ مجھے عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس میں تاخیر کر یعنی صبر کر یہ تیرے لئے بہتر ہے اور اگر تو چاہے تو یہی دعا کر دوں اس نے عرض کی آپ دعا کر دیں آپ ﷺ نے فرمایا تو اچھی طرح وضو کر اور دو رکعتیں پڑھ اور یہ دعا مانگ:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ وَاَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ فَیَقْضِیْ لِیْ اَللّٰھُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ ○

(ابن ماجہ، ص ۹۹) (ترمذی، ج ۲، ص ۱۹۲) (طبرانی کبیر، ج ۹، ص ۳۱)

الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے وسیلے سے جو رحمت کے نبی ہیں۔ اے محمد ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روا ہو الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس دعا میں حضور اکرم ﷺ کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے ''یا محمد'' کا استعمال کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ ایسے موقع پر ''یا محمد'' کہنا جائز ہے۔

نمبر 3:

اگر بطور وظیفہ یا محمد کا ذکر کیا جائے تو جائز ہے۔

مثال:

ابو بکر محمد بن عمر نے بیان کیا ہے ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا تھا کہ شیخ شبلی تشریف لائے ابو بکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان کے ساتھ معانقہ کیا اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا میں نے عرض کی اے آقا آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں اور تمام بغداد کے لوگوں کی نظر میں یہ مجنون ہیں انہوں نے مجھ سے کہا میں نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جو میں نے ان کے ساتھ رسول کریم ﷺ کو کرتے دیکھا ہے کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی شبلی آپ کے پاس آئے آپ نے کھڑے ہو کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ شبلی کو اس قدر نواز رہے ہیں آپ نے فرمایا یہ نماز کے بعد سورہ توبہ کی آخری دونوں آیات پڑھتا ہے اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ" ابو بکر کہتے ہیں میں بعد میں شبلی سے ملا ان سے پوچھا آپ نماز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انہوں نے یہی بیان کیا۔

(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۹۵، جلاء الافہام، ص ۲۵۸، القول البدیع، ص ۱۷۴

خدا کا بحر رحمت اس قدر کیوں جوش میں آیا
کسی بیکس نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ

نمبر 4:

یا محمد کہنے کے جواز کی ایک صورت یہ ہے کہ ندائے "یا محمد" پر اعتراض اس وقت ہوگا جب اس لفظ کو بطور علم استعمال کیا جائے اور اس سے مراد آپ کا

نام ہو اور اگر اس سے مراد آپ کی صفت ہو یعنی محمد بمعنی تعریف کیا ہوا مراد ہو تو پھر یا محمد کہنا جائز ہے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) جس طرح آپ کا نام ہے اسی طرح آپ کی صفت بھی ہے۔

مثال:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے وہ انصاف کرنے والے امام حاکم ہوں گے وہ صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے لوگوں میں صلح کرائیں گے بغض دور کریں گے ان پر مال پیش ہوگا قبول نہ کریں گے۔

ثُمَّ لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَاَ جَبْتُہٗ ○

(مسند ابی یعلیٰ، ج۱۱، ص۴۶۲)

پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں گے تو میں ان کو جواب دوں گا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(ا) خدا تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا آپ نے نزول عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کی خبر دی۔

(ب) حضور علیہ السلام اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کو اگر پکاریں گے تو آپ جواب دیں گے اور جواب دینا زندوں کا کام ہے۔

(ج) جب یہ نیت ہو کہ محمد حضور کی صفت ہے تو آپ کو یا محمد کہنا جائز ہے۔

نمبر 5:

یا حرف نداء تلاش کے لئے ہے اگر کہیں حضور کو تلاش کرنے کی نوبت آ جائے تو حضور علیہ السلام کو یا محمد کہہ سکتے ہیں۔

مثال:

معراج کی رات بنو عبدالمطلب نے آپ کی تلاش میں ادھر ادھر سرگرداں رہے حضرت عباس نے آپ کو تلاش کرتے ہوئے کہا یا محمد یا محمد آپ نے جواب دیا لبیک لبیک حضرت عباس نے کہا آپ نے اپنی قوم کو تھکا دیا۔ آپ کہاں تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں بیت المقدس کی طرف گیا تھا انہوں نے عرض کی آج کی رات وہاں گئے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا آج ہی رات وہاں گیا تھا پھر حضرت عباس نے عرض کی آپ خیریت سے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں بالکل خیریت سے ہوں معراج کی رات آپ نے براق سے اتر کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مقام ذی طویٰ پر بات چیت کی۔ (حلبیہ، ج ۲، ص ۳۰۵)

(ا) حضور علیہ السلام کو معراج جسمانی ہوا ورنہ رات کو آپ کو تلاش نہ کیا جاتا۔

(ب) تلاش کے موقع پر آپ کو یا محمد کہہ کر بلانا جائز ہے جیسے حضرت عباس نے آپ کو تلاش کرتے وقت یا محمد کہا۔

نمبر 6:

نبی کریم ﷺ کو یاد کرنے کی غرض سے اگر یا محمد کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

مثال:

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں

سن ہو گیا تو کسی نے ان سے کہا اُذْكُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدَاهُ (ادب مفرد، ص ۱۴۱) اس کو یاد کرو جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہو انہوں نے یا محمداہ کہا پاؤں درست ہو گیا۔

ہم عشق نبی میں ہجر کے دن اس طرح گزارا کرتے ہیں
منہ کر کے مدینے کی جانب آقا کو پکارا کرتے ہیں

نمبر 7:

جب حق و باطل کے درمیان تفریق اور تمیز مقصود ہو تو اس وقت بھی بطور شعار ''یا محمد'' کہا جا سکتا ہے۔

مثال:

جنگ یمامہ مسلیمہ کذاب کے ساتھ لڑی گئی۔ مسلیمہ کذاب نبوت کا مدعی تھا اور حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا منکر تھا اس جنگ میں مسلیمہ کذاب کی فوج ساٹھ ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی اس جنگ میں لشکر اسلام کا شعار ''یا محمداہ'' تھا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سخت مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو اس جنگ میں سخت مصائب و آلام کا سامنا پڑا۔ پے در پے سخت حملے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس جنگ میں سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے جو لشکر اسلام میں شامل تھے اس جنگ میں سات سو حفاظ قرآن شہید ہوئے۔ یہ ان لوگوں سے لڑی گئی جو ختم نبوت کے منکر تھے آخر کار مسلیمہ مارا گیا اور مسلمانوں کو خدا نے فتح سے ہمکنار فرمایا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۳۲۴)

معلوم ہوا کہ ختم نبوت کے ماننے والے وہ ہیں جو یا رسول اللہ یا محمد کو مانتے ہیں اور جو یا رسول اللہ یا محمد کو نہیں مانتے ان کا ختم نبوت کے عقیدے سے

دور کا واسطہ نہیں لہذا دیوبندیوں کا ختم نبوت سے دور کا بھی تعلق نہیں کہ وہ نعرہ رسالت کے منکر ہیں۔

یا محمد کہہ کے اٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
ہائے کیا تسکین اسے ملتی ہے تیرے نام سے

نمبر 8:

حاجت روائی کے وقت بھی یا محمد کہنا جائز ہے۔

مثال:

حضرت عثمان بن حنیف بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے کسی کام کے لئے جاتا تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور اس کے کام کی طرف دھیان نہ دیتے تھے ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی اس شخص نے ان سے اس بات کی شکایت کی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے اس سے کہا تم وضو خانہ جا کر وضو کرو پھر مسجد میں جا کر دو رکعت ادا کرو پھر کہو۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ فَيَقْضِىْ لِىْ حَاجَتِىْ ○

پھر اپنی حاجت کا ذکر کرنا اور پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں۔ وہ شخص گیا اور اس نے عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کیا پھر وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس گیا دربان نے ان کے لئے دروازہ کھول دیا اور اس کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کام کیا ہے اس نے اپنے کام کا

ذکر کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا تم نے اس سے پہلے اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا تمہیں جب بھی کوئی کام ہو تو ہمارے پاس آجانا پھر وہ شخص چلا گیا اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ نہ ہوتے تھے اور میرے معاملے میں غور نہ کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی۔ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا میں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہیں کی۔ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی رسول خدا نے فرمایا تم اس پر صبر کرو گے اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرو پھر ان کلمات سے دعا کرو حضرت عثمان بن حنیف نے فرمایا زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ وہ شخص اس حال میں ہمارے پاس آیا کہ وہ نابینا نہ تھا۔ (طبرانی صغیر، ص ۱۸۳) (طبرانی کبیر، ج ۹، ص ۳۱)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(ا) حضور علیہ السلام کا وسیلہ خدا کی بارگاہ میں مقبول ہے اب بھی اگر کسی کو کوئی حاجت ہو اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کرے تو خدا اس کی حاجت پوری فرما دے گا چنانچہ امام جلال الدین سیوطی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز نے یہی فرمایا ہے مجربات عزیز میں یہی لکھا ہے۔

(ب) اس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نابینا صحابی کو یہ تعلیم دی کہ مجھے یا محمد کہہ کر پکارو اگر حضور کو یا رسول اللہ یا محمد کہہ کر پکارنا شرک ہوتا تو آپ یہ دعا تعلیم نہ فرماتے کیونکہ اللہ کا رسول شرک مٹانے آتا ہے شرک کو رواج دینے نہیں آتا۔

یا محمد پکارا جو منجدھار میں خود ہی موجوں نے ساحل پہ پہنچا دیا
جو سمجھتا نہیں ان کو مختار کل وہ اگر ڈوب جائے تو میں کیا کروں

نمبر 9:

اگر درود شریف پڑھنے کے دوران "یا محمد" کہا جائے تو تب بھی جائز ہے۔

مثال:

حضرت ابی فدیک سے روایت ہے کہ مجھے جن حضرات کا شرف ملاقات ہوا ان میں سے بعض کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص آپ کے مزار اقدس پر حاضری دے تو اس آیت کی تلاوت کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

پھر ستر مرتبہ کہے "صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ" تو اس کو فرشتہ پکار کر کہتا ہے تجھ پر بھی صلوۃ ہو اے فلاں اور اس کی جملہ حاجات پوری کر دی جائیں گی۔(فتح القدیر، ج ۳، ص ۹۵ + شواہد الحق، ص ۱۴۱)

یا محمد مصطفٰے فریاد ہے
اے حبیب کبریا فریاد ہے
سخت مشکل میں پھنسا ہوں آج کل
اے میرے مشکل کشا فریاد ہے

نمبر 10:

مصائب کے وقت مدد کے لئے یا محمد پکارنا بھی جائز ہے۔

مثال ا:

حلب ایک مستقل سلطنت تھی اس میں دو بھائی تھے ایک کا نام یوحنا تھا جو عابد اور زاہد تھا دوسرے کا نام یوقنا تھا جو ایک بہادر سپاہی تھا جب حضرت ابو عبیدہ نے حلب کی طرف رخ کیا تو یوقنا پانچ ہزار فوج کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ مقابلے کے لئے تیار ہوا۔ یوحنا نے اس کو روکا اور صلح کی رائے دی۔ یوقنا نہ مانا اور اپنی بہادری اور کثرت پر ناز کرنے لگا کیونکہ مسلمان صرف ایک ہزار تھے یوحنا نے کہا بھائی شاید تمہاری موت قریب آ پہنچی ہے جو مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہو۔ بہر حال یوقنا پانچ ہزار فوج لے کر شہر سے باہر نکلا اور مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا باوجود اس کے کہ مسلمان سنبھلنے بھی نہ پائے تھے اور قلیل تھے پھر بھی نہایت ہی استقلال اور جرانمردی سے مقابلہ کرتے رہے مقابلہ جاری تھا کہ دشمن کی مدد کے لئے اور فوج آ گئی اور آتے ہی حملہ کر دیا جب مسلمانوں نے اس کثیر فوج کو دیکھا تو یقین کر لیا کہ اب بچنے کی امید نہیں اس وقت کعب بن جمرہ نے نہایت اضطرار کی حالت میں پکارا۔

"یَا مُحَمَّدُ یَا مُحَمَّدُ" یَا نَصْرَ اللّٰہِ اَنْزِلْ

اور مسلمانوں کو تسلی دی اور کہا گھبراؤ نہیں ابھی خدا کی مدد آنے والی ہے۔ ایک دن اور ایک رات اسی طرح میدان کارزار گرم رہا اسی اثناء میں اہل حلب نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کے پاس آ کر صلح کر لی اور ان کے طرفدار ہو گئے۔ یوقنا کو خبر ہوئی تو اس نے اہل شہر پر اپنی کثیر فوج کے ساتھ حملہ کر دیا اور قتل عام شروع کر دیا جس سے شہر میں کہرام مچ گیا۔ یوحنا نے آ کر بھائی کو سمجھایا اور صلح کی رائے دی اور اس قسم کی باتیں کیں جن سے مسلمانوں کی طرفداری معلوم

ہوتی تھی۔ یوقنا پہلے ہی بہت غصہ میں تھا کہ اہل شہر نے دشمن کے ساتھ صلح کر لی ہے مزید برآں بھائی کی حالت دیکھ کر اور غصہ میں آ گیا اور بھائی سے کہا تم بھی واجب القتل ہو یوحنا نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اے خدا تو گواہ ہو جا میں اس قوم کے دین سے بیزار ہوں اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنے بھائی سے کہا اب جو تمہاری مرضی ہو کرو یوقنا نے تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا اور اہل شہر کا پھر قتل عام شروع کر دیا تین سو آدمی قتل ہو گئے۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہ بن جراح وہاں آ پہنچے اور یوقنا سے سخت لڑائی کی یہاں تک کہ یوقنا تاب نہ لا سکا اور فوج کے ساتھ قلعہ میں پناہ گزیں ہوا پانچ ماہ تک مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھا بہت تکالیف اٹھائیں ایک روز یوقنا نے ابوعبیدہ کو اطلاع دی کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب میں تمہارا بھائی ہوں اور قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور کلمہ توحید پڑھتا ہوا باہر آیا اور ابوعبیدہ بن جراح سے ملاقات کی۔

جیت گئے اسلام کے غازی ہو گئی آخر کفر کی بازی
جھک نہ سکا توحید کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
ہو گئی اس پر ختم رسالت دیتے ہیں جس کی شہادت
موسیٰ عمراں عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوعبیدہ بن جراح حیران ہوئے کہ یوقنا کل تک ہمارا سخت دشمن تھا آج مسلمان کیسے ہو گیا۔ اس سے وجہ پوچھی اس نے جواب دیا کہ کل میں اس امر میں متفکر تھا کہ ہمارے نزدیک کوئی قوم عرب سے زیادہ کمزور نہیں سمجھی جاتی تم لوگ ہمارے قلعے تک کیسے پہنچ گئے اسی فکر میں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص تشریف فرما ہے جس کا چہرہ چاند سے زیادہ حسین وجمیل اور ان کی خوشبو مشک سے زیادہ ہے میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں۔ لوگوں نے کہا

یہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں میں نے ان سے عرض کی اگر آپ نبی برحق ہیں تو دعا کریں مجھے عربی آ جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اے یوقنا میں اللہ کا رسول ہوں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے میری ہی بشارت دی تھی میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں پڑھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہ سنتے ہی میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا جب بیدار ہوا تو منہ سے کستوری سے بڑھ کر خوشبو آ رہی تھی۔

جو خیال آیا تو خواب میں وہ جمال اپنا دکھا گئے
یہ مہک لہک تھی لباس میں کہ مکان سارا بسا گئے

اے ابو عبیدہ جس طرح اب تک اطاعت شیطان میں جنگ کرتا رہا اب خدا کی راہ میں جنگ کروں گا یہاں تک کہ اپنے بھائی یوحنا سے جا ملوں۔ اب میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کی محبت نہیں ہے۔ (فتوح الشام)

مثال ب:

امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے ملک شام میں تین بھائی مجاہد تھے جو راہ خدا میں جہاد کیا کرتے تھے ایک دفعہ رومیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور بادشاہ نے ان سے کہا میں تمہیں ملک دوں گا اور اپنی بیٹیوں سے تمہاری شادی کر دوں گا تم لوگ نصرانی ہو جاؤ انہوں نے انکار کیا اور پکارا "یَا مُحَمَّدَاہُ"

بادشاہ کے حکم سے تین دیگیں آگ پر رکھ دی گئیں اور ان میں روغن زیتون ڈالا گیا جو تین دن کھولتا رہا اور انہیں روزانہ دکھایا جاتا اور نصرانیت کی دعوت دی جاتی اور وہ انکار کرتے اس پر بڑے بھائی کو اس کھولتے تیل میں ڈال دیا گیا پھر دوسرا بھی ڈال دیا گیا تیسرا جو چھوٹا تھا وہ بھی قریب لایا گیا تو اس کو

بادشاہ نے دین سے منحرف کرنے کی ہر طرح کوشش کی اس پر ایک درباری نے عرض کی اے بادشاہ اس کو میں اپنی تدبیر سے دین سے منحرف کرلوں گا بادشاہ نے پوچھا کس طرح ؟ کہا میں جانتا ہوں۔ عرب عورتوں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ اور روم میں میری بیٹی سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں میں اس کو اس کے ساتھ چھوڑ دوں گا وہ اس کو بہکا لے گی۔ چالیس روز کی میعاد مقرر کر کے بادشاہ نے اس کو درباری کے سپرد کیا اور اس کو اپنے مکان پر لایا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا اور اسے واقعہ کی اطلاع دی۔ لڑکی نے کہا تم بے فکر رہو یہ میرا کام ہے اب وہ مجاہد دن بھر روزہ رکھتا اور تمام شب عبادت کرتا اور لڑکی کی طرف نظر نہ کرتا یہاں تک کہ مقررہ میعاد ختم ہوگئی۔ اب اس درباری نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا کہ تو نے کیا کیا اس نے کہا کچھ نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں اس کے دو بھائی مارے گئے ہیں میرا یہ گمان ہے کہ یہ ان کے صدمے کی وجہ سے باز رہا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ بادشاہ سے میعاد میں توسیع کرائی جائے اور مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دیا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن اس شامی مجاہد کی وہاں بھی یہی حالت رہی دن بھر کا روزہ ساری رات کی عبادت یہاں تک کہ یہ دوسری میعاد بھی ختم ہوگئی ایک شب اس لڑکی نے کہا اے شخص میں تجھے رب عظیم کی عبادت میں مشغول دیکھتی ہوں اس سے میرے دل پر یہ اثر ہوا ہے کہ میں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے تیرا دین اختیار کر لیا اس کے بعد دونوں مشورہ کر کے ایک سواری پر وہاں سے نکلے دن کو چھپ جاتے رات کو سفر کرتے ایک شب یہ دونوں جا رہے تھے کہ گھوڑوں کے آنے کی آواز آئی دیکھا تو وہ اس شامی مجاہد کے دونوں بھائی تھے جن کو تیل میں ڈالا گیا تھا اور ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی شامی نے ان دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا تو وہ کہنے

لگے کہ وہ ایک غوطہ ہی تھا جو تم نے دیکھا کہ ہم نے کھولتے تیل میں مارا اس کے بعد ہم جنت الفردوس میں جا نکلے اب خدا نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ اس صالح لڑکی سے تمہاری شادی کر دی جائے چنانچہ وہ ان دونوں کی شادی کر کے واپس چلے گئے۔ (شرح الصدور ص ۸۹)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ مشکل کے وقت ''یا محمد'' پکارنا جائز ہے جن مجاہدوں نے پکارا خدا تعالیٰ نے ان کو جنت الفردوس عطا فرمائی اگر یا محمد کہنا شرک ہوتا تو جنت کا اعلیٰ مقام ان کو نہ ملتا اور ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت کو بھائی کی شادی میں نہ بھیجا جاتا۔

یا رسول اللہ کے کہنے سے ہمیں بھی پیار ہے
جس نے یہ نعرہ لگایا اس کا بیڑہ پار ہے

❁

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

نعرہ رسالت لگانا قرآن سے بھی ثابت ہے۔
خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۝

اے میرے حبیب فرما دیجئے اے لوگو بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس آیت پر غور کریں کہ حضور اکرم ﷺ نے انسانوں کو یا کہہ کر پکارا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس خطاب کے مخاطب کون ہیں کیا مکے کے وہ چند افراد ہیں جو اس وقت آپ کے سامنے تھے اگر جواب ہاں ہو تو پھر کہنا پڑے گا کہ آپ انہی کی طرف رسول بن کر آئے تھے اور آگے جو حکم ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

وَرَسُوْلِہٖ کہ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر یہ انہیں کے لئے تھا نہیں نہیں بلکہ یہ خطاب دنیا کے تمام انسانوں کو ہے جو قیامت تک ہونے والے ہیں کیونکہ یہ خطاب عام ہے اور لفظ جمیعا اس پر قرینہ عموم ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالٰی نے فرمایا وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ لوگوں میں حج کی آواز دو اس حکم الٰہی کو سن کر آپ نے پہاڑ پر کھڑے ہو کر فرمایا یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ ○ اے لوگو! تم پر حج فرض کر دیا گیا لہذا تم حج کو آؤ آپ کی یہ آواز ہر روح نے سن لی جو ماں باپ کی پشتوں اور رحم میں تھی جس کی تقدیر میں حج تھا۔ اس نے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہا (تفسیر خازن، ج ۳، ص ۲۸۶)

مقام غور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام انسانوں یا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ تمام انسان آپ کے پاس موجود نہ تھے بلکہ ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور لطف یہ کہ تمام روحوں نے آواز سن لی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمام لوگوں کو حج کے لئے پکارا اور حضور علیہ السلام نے تمام لوگوں کو اپنی رسالت کے لئے پکارا پیارے خلیل کی آواز پر لبیک کہنے والا حاجی ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہنے والا مومن ہوا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یا کہہ کر حاضر کو پکارا جاتا ہے جو حاضر نہ ہو۔ اس کو یا کہہ کر پکارنا شرک ہے ان سے پوچھو جن کو حضرت خلیل اللہ و حبیب علیہم السلام نے پکارا وہ سب حاضر تھے یا غائب۔ یقیناً وہ غائب تھے جب وہ غائب تھے تو ان جلیل القدر پیغمبروں نے کہا ان کو پکار کر شرک کیا۔ کیا اللہ نے ان کو شرک کا حکم دیا تھا۔ بہر حال نتیجہ یہ نکلا کہ ندائے یا رسول اللہ قریب و بعید سے یقیناً جائز ہے۔

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

سچوں کا ساتھ

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ ○

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

اس کی تشریح میں دو چیزوں پر بحث ہو گی تقویٰ اور صادقین۔

"تقویٰ"

تقویٰ قرآن میں چند معنوں میں استعمال ہوا ہے بعض معنوں پر بحث کی جاتی ہے۔

نمبر 1۔ ایمان:

تقویٰ قرآن میں ایمان کے معنوں میں استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ○

بے شک وہ لوگ جو اپنی آوازیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور دھیمی رکھتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے ایمان کے لئے پرکھ لیا ہے۔

ایمان نام ہے تصدیق قلبی کا خدا فرماتا ہے۔ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ ○

آپ ہماری تصدیق کرنے والے نہیں اگرچہ ہم سچے ہوں۔

ہم ایمان کی صفت میں کہتے ہیں۔

آمَنْتُ بِاللّٰهِ كَمَا هُوَ بِاَسْمَائِهٖ وَصِفَاتِهٖ وَقَبِلْتُ جَمِيْعَ اَحْكَامِهٖ اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَ تَصْدِيْقٌ بِالْقَلْبِ ○

ایمان لایا میں اللہ پر جیسے وہ اپنے ناموں کے ساتھ ہے میں نے اس کے تمام احکام کو قبول کیا اقرار زبان سے اور دل کی تصدیق سے۔

خدا تعالیٰ نے پہلے پارے میں متقیوں کی نشانی بیان فرمائی:

الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ○

اس کتاب میں کوئی شک نہیں پرہیز گاروں کے لئے ہدایت ہے اور متقی وہ لوگ ہیں جو غیب کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور تصدیق کے لئے علم کا ہونا ضروری ہوتا ہے بغیر علم کے تصدیق نہیں ہوسکتی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ متقی لوگ خدا کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں مثلاً۔

حضرت جنید بغدادی کے پیر بھائیوں نے کہا ہمیں کچھ فرمایئے تاکہ ہمارے دل سکول اور راحت پائیں۔ آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں اپنے پیرو مرشد سری سقطی کے ہوتے وعظ کہنے کا مجاز نہیں۔ ایک مرتبہ خواب استراحت میں تھے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جنید! لوگوں کو کچھ سنایا کرو اس لئے کہ تیرے بیان سے اللہ تعالیٰ ایک عالم کی نجات فرمائے گا۔

جب بیدار ہوئے تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے پیر و مرشد کے درجہ سے اس قدر بلند ہو گیا ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دعوت دیا ہے جب صبح ہوئی تو حضرت سری سقطی نے ایک مرید بھیجا اور حکم دیا کہ جب جنید نماز سے فارغ ہوں تو کہنا کہ میرے مریدوں نے کہا تم نے ان کی درخواست رد کر دی اور انہیں کچھ نہ سنایا بغداد کے مشائخ کی درخواست پر بھی تم نے توجہ نہ کی میں

نے پیغام بھیجا تم وعظ پر آمادہ نہ ہوئے اب تمہیں خود سرور کونین ﷺ نے حکم دیا ہے لہذا اس حکم کی تعمیل کرو۔

جنید نے عرض کی حضور میرے سر میں جو افضلیت کا سودا سمایا تھا وہ جاتا رہا اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میرا پیر میرے تمام ظاہر اور باطنی حالات سے واقف ہے۔آپ کا درجہ ہر حال میں مجھ سے بلند ہے میں آپ کے منصب جلیلہ سے محض بے خبر ہوں اور اپنی غلطی سے استغفار کرتا ہوں۔

پھر جنید بغدادی نے عرض کی آپ کو میرے خواب کا کیسے علم ہو گیا۔

فرمایا خواب میں، میں نے خدا کی زیارت کی مجھے خدا کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیب کو جنید کے پاس بھیجا ہوا ہے کہ اسے حکم دیں کہ وہ وعظ کیا کرے تا کہ اہل بغداد کی مراد پوری ہو جائے۔(کشف المحجوب، ص ۲۶۸)

لیکن مولوی رشید احمد گنگوہی نے لکھا ہے۔

یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کو علم غیب تھا صریح شرک ہے۔(فتاوی رشیدیہ، ج ۲، ص ۱۴۱)

یہ ہے علماء دیو بند کا نبی کریم ﷺ کے بارے میں عقیدہ اور جب اپنے مولوی کی باری آئی تو یہی کفر و شرک اسلام و ایمان بن گیا ملاحظہ فرمائیں۔

ایک مرتبہ مدرسہ دیو بند میں مولوی احمد حسن امروہی اور مولوی فخر الحسن گنگوہی کے درمیان جھگڑا ہو گیا مولوی محمود الحسن بھی اس میں شریک ہو گئے یہ واقعہ کچھ طول پکڑ گیا۔

ایک دن علی الصبح مولوی رفیع الدین نے مولوی محمود الحسن کو اپنے حجرے میں بلایا مولانا حاضر ہوئے اور بند حجرے کے کواڑ کھول کر اندر داخل ہوئے۔موسم سخت سردی کا تھا مولانا رفیع الدین نے فرمایا پہلے میرا یہ روئی کا لبادہ دیکھ لو۔

مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا فرمایا واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا نانوتوی جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے میں ایک دم پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ تر بتر ہو گیا اور یہ فرمایا کہ محمود الحسن کو کہہ دو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے بس میں نے یہ کہنے کے لئے بلایا ہے۔ مولانا محمود حسن نے عرض کی حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں۔

(ارواح ثلاثہ، ص ۲۸۸)

اس واقعہ پر غور کریں کہ اگر مولوی قاسم نانوتوی کو علم غیب نہیں تھا تو ان کو کیسے پتہ چل گیا کہ مدرسہ دیوبند میں جھگڑا پیدا ہو گیا ہے اور محمود حسن بھی اس میں ملوث ہو گیا ہے۔ چل کر اسے منع کرنا چاہئے کیا یہ مشرکانہ عقیدہ نہیں جو اپنے مولوی کے لئے ثابت کیا جا رہا ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

نمبر 2۔ توبہ:

تقویٰ توبہ کے معنوں میں بھی قرآن میں استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى آمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ○

اور اگر اہل شہر ایمان لاتے اور توبہ کرتے تو ہم ان پر زمین و آسمان کی برکتیں کھول دیتے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پانچ اندھیرے ہیں جن کے لئے خدا نے پانچ چراغ مقرر کئے ہیں۔

(ا) قبر اندھیری ہے اس کا چراغ نماز ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ میری قبر روشن رہے وہ رات کی تاریکی میں نماز پڑھا کرے یعنی نماز تہجد قبر کو روشن کرتی ہے ایک حدیث میں ہے۔

عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَاِنَّهٗ دَابُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ وَ مُقَرِّبَةٌ لَّكُمْ اِلٰى رَبِّكُمْ وَ مُكَفِّرَةٌ لِلسَّيِّاٰتِ مَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ وَ مُطَرِّدَةٌ لِلدَّاءِ عَنِ الْجَسَدِ ○

(الترغیب والترہیب، ج ا، ص ۴۲۸)

رات کی نماز اپنے اوپر لازم کرلو یہ تم سے پہلے لوگوں کا طریقہ ہے یہ تمہیں رب کے قریب کر دیتی ہے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے گناہوں سے روکتی ہے اور جسم سے بیماری دور کر دیتی ہے۔

جناں ہل سویرے جتے اوہ پالی ہو گئے پکے
تو ویں اٹھ محمد بخشا متاں یار تیرے ول تکے

(ب) میزان پر تاریکی ہو گی اس کا چراغ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کلمہ طیبہ کے سات کلمات ہیں اور جہنم کے دروازے بھی سات ہیں جو یہ کلمہ پڑھے گا اس کے لئے جہنم کے ساتوں دروازے بند ہو جائیں گے۔ اس کلمہ کے چوبیس حروف ہیں رات دن کے گھنٹے بھی چوبیس ہیں جو یہ کلمہ ایک مرتبہ پڑھے گا خدا تعالیٰ اس کے چوبیس گھنٹے کے گناہ معاف کر دے گا۔

(ج) میدان قیامت میں تاریکی ہو گی اس کا چراغ ہے نیک اعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بَادِرُوْا بِالْاَعْمَالِ الصَّالِحَةِ ○

نیک کاموں میں جلدی کرو۔

(د) پل صراط پر اندھیرا ہو گا اس کا چراغ ہے یقین کامل۔

(ی) گناہ بہت بڑی تاریکی ہے اس کا چراغ ہے توبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّاذَنْبَ لَهٗ ○

گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسے گناہ کیا ہوا نہ ہو مثلاً امام بیہقی نے لکھا ہے۔

ایک قصاب اپنے ہمسایہ کی کنیز پر عاشق تھا ایک دن کنیز کے مالک نے اسے دوسرے گاؤں کسی کام کے لئے بھیجا۔ یہ بھی اس کے تعاقت میں گیا اس کو ورغلایا اس کنیز نے کہا میرے دل میں تمہاری محبت کا دریا موجزن ہے لیکن میں خدا سے ڈرتی ہوں۔ اس قصاب نے کہا تو خدا سے ڈرتی ہے اور میں خدا سے نہ ڈروں۔ پس اس نے توبہ کی اور واپس ہولیا اس پر پیاس کا غلبہ ہوا یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ ہلاک ہو جائے اس کی ملاقات بنی اسرائیل کے ایک رسول سے ہوئی انہوں نے اس قصاب کا حال پوچھا کہا مجھ پر پیاس کا غلبہ ہے۔ رسول نے فرمایا آؤ دعا کریں کہ بادل ہم پر سایہ فگن ہوتا کہ ہم گاؤں میں داخل ہو جائیں اس قصاب نے کہا کہ میرا تو عمل ایسا نہیں ہے کہ میں دعا کروں۔ رسول نے فرمایا میں دعا کرتا ہوں تو آمین کہہ دے پس رسول نے دعا کی اور اس قصاب نے آمین کہی تو بادل سایہ فگن ہوا یہاں تک کہ گاؤں آ گیا۔ قصاب اپنے مکان کی طرف چلا تو سایہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ رسول نے کہا تو تو کہتا تھا کہ میرا ایسا عمل نہیں اب سایہ تیرے ساتھ ہو گیا ہے اس کی وجہ کیا ہے اس نے اپنی توبہ کا ذکر کیا اللہ کے رسول نے کہا تائب کو خدا وہ مرتبہ دیتا ہے جو کسی اور کو نہیں ملتا۔

(شعب الایمان، ج ۵، ص ۴۳۱)

کتنی بار توبہ کیتی کتنی بار تروڑی
اے پر نفس کمینے میرے تو اجے وی بدی نہ چھوڑی

نمبر 3۔ اطاعت:

قرآن میں تقویٰ اطاعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنَ میں تمہارا پروردگار ہوں۔ میری اطاعت کرو۔

حدیث میں ہے:

اِنَّ اَحَبَّ الْخَلَائِقِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى شَابٌّ حَدِيْثُ السِّنِّ فِىْ صُوْرَةٍ حَسَنَةٍ جَعَلَ شَبَابَهٗ وَ جَمَالَ لِلّٰهِ وَ فِىْ طَاعَةِ اللّٰهِ ذَالِكَ الَّذِىْ يُبَاهِىْ بِهِ الرَّحْمٰنُ مَلَائِكَتَهٗ يَقُوْلُ هٰذَا عَبْدِىْ حَقًّا ۞ (ابن عساکر، ج ۴، ص ۳۴۹)

خدا کو ساری مخلوق سے وہ خوبصورت نوجوان پسند ہے جس نے اپنی جوانی اور حسن خدا کے لئے اس کی اطاعت میں صرف کر دیا ہو۔ خدا اس پر فرشتوں کے سامنے فخر سے کہتا ہے کہ میرا سچا بندہ یہ ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

مَامِنْ شَابٍ يَدَعُ لَذَّةَ الدُّنْيَا وَلَهْوَهَا وَيَسْتَقْبِلَ بِشَبَابِهٖ طَاعَةَ اللّٰهِ اِلَّا اَعْطَاهُ اللّٰهِ اَجْرَ اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ صَدِّيْقًا ۞ (کنز العمال، ج ۱۵، ص ۷۸۵)

جو نوجوان دنیا کی لذت اور لہو و لعب کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے شباب سے خدا کی اطاعت کا استقبال کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بہتر صدیقوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

اطاعت خداوندی کا فائدہ یہ ہے کہ:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ○

جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے اسے ان لوگوں کی معیت حاصل ہو گی جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہیں اور ان کا ساتھ کیسا اچھا ہے۔

جو اطاعت نہیں کرتے ان کا انجام یہ ہوگا خدا فرماتا ہے:

يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ○

جس دن ان کے چہرے جہنم میں پھیر دیے جائیں گے تو وہ کہیں گے کاش ہم اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے۔

نمبر 4۔ اخلاص:

تقویٰ قرآن میں اخلاص کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ○

اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرتا ہے تو یہ اس کا قلبی اخلاص ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا گیا لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ○

اللہ تعالیٰ کو قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ اس کو تمہارا اخلاص پہنچتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا ظَھَرَتْ یَنَابِعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ○ (الترغیب، ج ۱، ص ۵۶)

جو چالیس دن تک اخلاص کا اظہار کرے تو اس کے دل سے حکمت کے چشمے زبان پر جاری ہونے لگتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے اس عالم کی مجلس میں بیٹھو جو پانچ چیزوں سے پانچ چیزوں کی طرف بلاتا ہے شک سے یقین کی طرف، عداوت سے نصیحت کی طرف، تکبر سے تواضع کی طرف، ریا سے اخلاص کی طرف، رغبت سے رہبت (خوف) کی طرف۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۸، ص ۷۶)

اخلاص کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے جن کے بغیر اخلاص مکمل نہیں ہوتا۔

(ا) خدا کی رضا کے لئے کام کیا جائے حدیث میں ہے:

مَامِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ لَا یُرِیْدُوْنَ بِذَالِکَ اِلَّا وَجْھَہٗ اِلَّا نَادَاھُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّکُمْ قَدْ بَدَلَتْ سَیِّاٰتِکُمْ حَسَنَاتٍ○

جب کوئی قوم جمع ہو کر اللہ کا ذکر صرف اس کی رضا کے لئے کرتی ہے تو آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کھڑے ہو جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے گئے اور تمہارے گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دیئے گئے۔

(ب) سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَھِیْدٍ○

جب میری امت میں فساد پیدا ہو جائے اس وقت جو میری سنت پر قائم رہے گا اس کو سو شہیدوں کا ثواب ہو گا۔

محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ میرے والد نصر الصانع وفات یافتہ لوگوں کی

نماز جنازہ پڑھنے کے بڑے حریص تھے خواہ صاحب جنازہ سے جان پہچان ہو یا نہ ہو انہوں نے ایک دفعہ فرمایا اے بیٹا ایک دن میں ایک جنازہ پر حاضر ہوا۔ جب اس کو دفن کیا تو دو نفوس قبر میں داخل ہوئے پھر ایک نکل گیا اور ایک باقی رہ گیا لوگوں نے قبر میں مٹی ڈال دی۔ میں نے کہا اے لوگو! تم نے مردہ کے ساتھ ایک زندہ کو بھی دفن کر دیا انہوں نے اس بات سے انکار کیا میں نے کہا شاید مجھے شبہ ہوا ہے جب لوگ فارغ ہو کر چلے گئے تو خیال آیا میں نے دو آدمی دیکھے ایک نکل گیا اور ایک باقی رہ گیا میں واپس نہ جاؤں گا جب تک کہ خدا تعالیٰ اس حقیقت کو مجھ پر کھول نہ دے میں قبر کے قریب بیٹھ گیا اور دس مرتبہ سورہ یٰسین اور سورہ ملک پڑھی اور خوب رویا اور میں نے عرض کی الٰہی! یہ حقیقت مجھ پر کھول دے میں اپنی عقل اور دین کے لئے خائف ہوں۔ پس قبر پھٹ گئی اور ایک آدمی قبر سے نکلا اور پیٹھ موڑ کر جانے لگا میں نے کہا تجھے تیرے معبود کا واسطہ ذرا ٹھہر جا تاکہ میں تجھ سے دریافت کروں اس نے میری طرف توجہ نہ کی میں نے دوسری اور پھر تیسری بار کہا اس نے کہا کیا تو نصر الصانع ہے میں نے کہا ہاں اس نے کہا کیا تو مجھے پہچانتا نہیں میں نے کہا نہیں اس نے کہا ہم فرشتوں میں سے دو فرشتے ہیں ہم اہل سنت کی قبروں میں آتے ہیں اور قبر میں ان کو حجت کی تلقین کرتے ہیں۔ (شرح الصدور، ص ۵۸)

محمدؐ کی غلامی ہے سند آزاد ہونے کی
خدا کے دامن توحید میں آباد ہونے کی

(ج) نیکی کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ کرنا مثلاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فارس کے کسی مقام پر بطور دورہ حکام تشریف لے گئے بڑے بڑے رئیس کفار ملاقات کے لئے آئے

ہوئے تھے اور آپ کے پاس بیٹھے تھے۔آپ اس وقت کھانا کھا رہے تھے آپ کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ گیا۔آپ نے اٹھا کر صاف کیا اور کھا لیا ایک خادم نے چپکے سے عرض کی حضرت اس وقت یہاں بڑے بڑے دنیادار کفار کا مجمع ہے اور یہ ایسی بات کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں انہوں نے تو پست آواز سے کہا مگر انہوں نے بلند آواز سے فرمایا میں ان احمقوں کی وجہ سے اپنے خلیل اور اپنے محبوب کے طریقہ اور سنت کو کیسے چھوڑ دوں۔

(طبرانی کبیر، ج ۲۰، ص ۲۰۰، سنن دارمی، ج ۲، ص ۶۸)

محمدؐ کی غلامی دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

نمبر 5۔ترک معصیت:

تقویٰ قرآن میں ترک معصیت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

گھروں میں دروازوں سے آؤ اور گناہ چھوڑ دو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

مثال:

حضرت ابو زمعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے ستانوے آدمی قتل کیے ایک راہب سے جا کر کہا میں نے ستانوے آدمی قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اس نے کہا نہیں اس نے اس کو بھی قتل کر دیا پھر ایک اور راہب کے پاس گیا۔اس سے کہا میں نے اٹھانوے آدمی قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اس نے کہا نہیں۔اس نے اس کو بھی قتل کر دیا پھر

ایک تیسرے راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا میں نے ستانوے آدمی اور دو راہب قتل کیے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے اس نے کہا تو نے بہت برا کام کیا ہے اگر میں کہوں کہ خدا تعالیٰ غفور و رحیم نہیں ہے تو میں جھوٹا ہوں اس قاتل نے کہا آپ کے اس ارشاد کے بعد میں آپ سے جدا نہ ہوں گا اور اس عہد کے ساتھ اس راہب سے وابستہ ہو گیا کہ اب آئندہ گناہ نہ کرے گا اب اس راہب کی خدمت کرنے لگا ایک دن ایک آدمی مر گیا لوگوں نے اس مرنے والے کی برائیاں بیان کیں یہ اس کی قبر پر بیٹھ گیا اور بہت رویا پھر ایک اور مر گیا تو لوگوں نے اس کی بہت تعریف کی یہ اس کی قبر پر بیٹھ کر خوب ہنسا لوگوں کو یہ باتیں بری لگیں انہوں نے راہب سے شکایت کی کہ آپ نے ایک قاتل کو پناہ دے رکھی ہے۔آپ نے دیکھا کہ اس نے کیا کیا اس تائب کو بھی لوگوں کی شکایت کا پتہ چل گیا اس نے آ کر راہب سے کہا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں راہب نے کہا تنور میں آگ جلاؤ اس نے آگ جلا کر خبر دی اور کہا کہ اب آپ مجھے کس بات کا حکم دیتے ہیں۔ راہب نے کہا جا جلتے ہوئے تنور میں بیٹھ جا وہ جا کر بیٹھ گیا پھر راہب نے لوگوں سے کہا اس آدمی نے اپنے آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا ہے میرا یہی خیال ہے۔ جب راہب نے جا کر دیکھا تو وہ تنور میں زندہ تھا اور اسے پسینہ آیا ہوا تھا راہب نے اس کے ہاتھ سے پکڑ کر اسے تنور سے نکالا اور کہا کہ یہ لائق نہیں کہ تو میری خدمت کرے اب میں تیری خدمت کروں گا اب مجھے بتاؤ کہ ایک مرنے والے کی قبر پر تم روئے کیوں اور دوسرے مرنے والے کی قبر پر تم ہنسے کیوں۔ اس نے کہا پہلا گنہگار تھا اس کی طرف دیکھ کر مجھے اپنے گناہ یاد آ گئے اس لئے میں رونے لگ گیا اور دوسرا نیکوکار تھا اس لئے میں اس کی نیکیوں کو یاد کر

کے ہنس دیا بعد میں یہ تائب بنی اسرائیل کا ایک عظیم آدمی بن گیا۔

(کنز العمال، ج۴، ص ۲۶۳)

خدا تعالیٰ متقیوں کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ○

جس دن متقیوں کو رحمٰن کی طرف سواریوں پر اٹھائیں گے قیامت کے روز جب مومن اپنی قبر سے منہ اٹھا کر دیکھے گا تو اس کے سامنے ایک حسین خوبصورت شخص پاکیزہ پوشاک پہنے خوشبو سے مہکتا چمکتا دمکتا چہرہ لیے کھڑا ہوگا۔ مومن پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گا آپ نے پہچانا نہیں میں تو آپ کے نیک اعمال کا مجسمہ ہوں۔ آپ کے عمل نورانی حسین اور مہکتے ہوئے تھے آیئے آپ کو میں اپنے کندھوں پر بٹھا کر عزت اور اکرام کے ساتھ میدان محشر میں لے چلوں کیونکہ دنیا کی زندگی میں میں آپ پر سوار تھا پس مومن اس پر سوار ہو جائے گا۔

مومن متقی کی سواری کے لئے نورانی اونٹ بھی مہیا ہوں گے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں وفد کا دستور یہ نہیں کہ وہ پیدل آئے متقی حضرات ایسی نورانی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے کہ مخلوق کی نگاہوں میں ان سے بہتر کوئی سواری نہ ہوگی ان کے پالان سونے کے ہوں گے ان کی نکیلیں زبرجد کی ہوں گی متقی جنت کے دروازوں تک انہیں سواریوں پر جائیں گے۔

تقویٰ کے فوائد:

جو متقی اور پرہیز گار بن جاتا ہے تو اسے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) اصلاح اعمال اور بخشش

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ

اَعْمَالَکُمْ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ ○

(۲) عزت

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ○

(۳) قبولیت اعمال

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ○

(۴) اللہ تعالیٰ کی دوستی

اِنَّ اَوْلِیَآءُہٗ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ○

(۵) قربِ الٰہی

اِنَّ اللّٰہَ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ○

(۶) محبت

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ○

(۷) نخوت سے نجات

فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ○

(۸) معیت خداوندی

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ○

(۹) حصول آخرت

وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالْاٰخِرَۃُ عِنْدَ رَبِّکَ لِلْمُتَّقِیْنَ ○

(۱۰) اچھا ٹھکانہ

وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ○

(۱۱) حصول جنت

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ○

(۱۲) سلام

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓی اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ○

(۱۳) نجاتِ نار

ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا○

(۱۴) بشارت بوقتِ موت

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ○

(۱۵) حفاظت از دشمن

وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْئًا○

(۱۶) شدائد سے نجات اور حصول رزق

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ○

(۱۷) اہل تقویٰ جنت کے وارث

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِیًّا○

(۱۸) تقویٰ کفارہ گناہ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّیُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ○

(۱۹) تقویٰ کامیابی کا سبب

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَخْشَ اللّٰهَ وَیَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ○

صادقین کی تفسیر میں بعض اقوال

نمبر 1۔ هم الانبیاء:

صادقین سے مراد انبیاء علیھم السلام ہیں خدا فرماتا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَاهُمْ مِنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ قَالُوْا يَاوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ○

ترجمہ: اور پھونکا جائے گا صور جبھی وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف دوڑتے چلیں گے کہیں گے ہائے ہماری خرابی کس نے ہمیں قبروں سے جگا دیا یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا:

اب آیت کا معنیٰ یہ ہوگیا کہ نبیوں کا ساتھ ہوگا کیونکہ نبیوں کا ساتھ نجات کا سبب ہے۔ خدا ارشاد فرماتا ہے:

حضرت نوح علیہ السلام کی معیت:

فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○

اے نوح (علیہ السلام)! جب تو اور تیرے ساتھی کشتی میں بیٹھ جاؤ تو کہو سب تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں ظالموں کی قوم سے نجات دی۔

حضرت صالح علیہ السلام کی معیت:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحاً وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا○

جب ہمارے عذاب کا حکم آیا تو ہم نے صالح علیہ السلام اور ان کے

ساتھ ایمان لانے والے لوگوں کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی معیت:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا هُوْدًا وَّالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ○

اور جب ہمارے عذاب کا حکم آیا تو ہم نے اپنی رحمت سے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو نجات دی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی معیت:

وَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ○

اور جب ہمارا عذاب کا حکم آیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب علیہ السلام اور ان کے ساتھ ایمان لانے والوں کو نجات دی۔

ان آیات سے پتہ چلا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ رہنے والوں کو خدا نے عذاب سے بچا لیا اور وہ خوش نصیب لوگ جن کو امام الانبیاء کی معیت حاصل ہو جو آپ کے امتی بنے۔ جنہوں نے آپ کے دامن سے وابستگی حاصل کی ان کا کیا مقام ہے۔ اس کے لئے حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت کے تین ثلث ہوں گے۔ ایک ثلث ایسا ہوگا جو بغیر حساب و کتاب داخل جنت ہوگا اور دوسرا ثلث وہ ہوگا جس کا آسان سا حساب ہوگا تیسرا ثلث وہ ہوگا جن کے بارے میں فرشتے گواہی دیں گے کہ اے اللہ یہ لوگ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ کہتے تھے اس کلمہ کی برکت سے ان کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور ان کے گناہ اہل تکذیب پر لاد دیئے جائیں گے چنانچہ خدا فرماتا ہے وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ وہ کافر اپنا

اور دوسروں کا بوجھ اٹھائیں گے۔ (طبرانی کبیر، ج ۱۸، ص ۸۰)

اور ایک روایت میں ہے کہ ایک ثلث امت بغیر حساب و کتاب جنت میں داخل ہوگی دوسرا ثلث آسان حساب و کتاب کے ساتھ اور تیسرا ثلث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوگا۔ (کشف المحجوب، ص ۴۱۶)

انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہونے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ:

(ا) مَنْ قَرَءَ اَلْفُ آيَةٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَتَبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ○ (طبرانی کبیر، ج ۲۰، ص ۱۸۴)

جس نے خدا کے راستے میں ایک ہزار آیات تلاوت کیں اسے قیامت کے دن نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں میں لکھ دیا جائے گا۔

(ب) ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے کہ:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وِالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ○ (دارمی، ج ۲، ص ۱۷۰)

سچا امین تاجر نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

(ج) نیک کام کرنا اور کثرت سے نوافل ادا کرنا بھی انبیاء کی معیت کا موجب ہے چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ:

حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا اختتام نماز پر میں نے اسے پانی کا پیالہ پیش کیا تو اس نے کہا میں نے ابھی پیا ہے میں نے کہا تجھے پانی کس نے دیا حالانکہ اس کمرے میں میرے اور تیرے سوا تیسرا کوئی نہیں اس نے کہا ابھی میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا اور کہا:

اَنْتَ وَاَخُوْكَ وَاُمُّكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ○ (ص 33 شرح الصدور)

تو تیرا بھائی اور تیری ماں ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ ہیں۔

ایک اور روایت میں یہ واقعہ اس طرح آیا ہے کہ ابونعیم بیان کرتے ہیں کہ: میں حسن بن صالح کے پاس ان کے بھائی کے مرنے کے بعد گیا وہ کچھ لے کر کھا رہے تھے اور ہنس رہے تھے میں نے ان سے کہا آج صبح تم نے اپنے بھائی علی کو دفن کیا ہے اور اب شام کو تم ہنس رہے ہو انہوں نے کہا میرے بھائی پر کوئی زحمت نہیں میں نے کہا یہ کس طرح انہوں نے کہا میں اپنے بھائی کے پاس گیا اور ان سے کہا تم کیسے ہو انہوں نے کہا:

اَنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ○

میں ان افراد کے ساتھ ہوں جن پر اللہ کا انعام ہوا اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

میں نے خیال کیا وہ آیت کریمہ پڑھ رہے ہیں میں نے ان سے کہا کیا تم تلاوت کر رہے ہو یا تم کچھ دیکھ رہے ہو۔ انہوں نے کہا کیا تم نہیں دیکھ رہے ان کو جن کو میں دیکھ رہا ہوں میں نے کہا میں نہیں دیکھ رہا پھر انہوں نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور کہا یہ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ہنس رہے ہیں اور مجھ کو جنت کی مبارک باد دے رہے ہیں اور یہ فرشتے بھی آپ کے ساتھ ہیں ان کے ہاتھوں میں سندس اور استبرق کے جوڑے ہیں اور یہ حورعین ہیں جو بناؤ سنگھار کئے ہوئے ہیں اور میرا انتظار کر رہی ہیں کہ میں کب ان کے پاس جاؤں گا یہ کہہ کر وہ وفات پا گئے

اب جبکہ میرا بھائی نعمتوں میں ہے تو پھر میں غمگین کیوں ہوں۔

ابو نعیم نے کہا میں چند روز کے بعد حسن بن صالح کے پاس گیا انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا میں نے کل اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا وہ سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا تم مرے نہیں انہوں نے کہا میں مرا ہوا ہوں میں نے کہا یہ لباس کیسا؟ انہوں نے کہا یہ سندس اور استبرق ہے اور اسی طرح کا لباس میرے پاس تمہارے لئے بھی ہے میں نے ان سے کہا اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا اس نے کہا اللہ نے میری مغفرت فرما دی اور میرا اور ابو حنیفہ کا فرشتوں سے مقابلہ کیا میں نے پوچھا ابو حنیفہ کا مقام کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اعلیٰ علیین کے جوار میں ہیں۔ (سوانح بے بہا، ص ۳۰۹)

نمبر 2۔ ھم المھاجرون:

صادقین سے مراد مہاجرین ہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ○

ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی سچے ہیں۔

ان مہاجروں کی شان میں خدا فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُوْنَ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ أَجْرٌ

عَظِیْمٌ ○

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مالوں سے جہاد کیا اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے ان کا رب ان کو خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں دائمی نعمت ہے ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

حدیث نمبر 1:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لِلْمُهَاجِرِيْنَ مَنَابِرَ مِنْ ذَهَبٍ يَجْلِسُوْنَ عَلَيْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَدْ اٰمِنُوْا مِنَ الْفَزَعِ ○

قیامت کے دن مہاجرین کے سونے کے منبر ہوں گے جن پر وہ بیٹھیں گے اور قیامت کی گھبراہٹ سے امن میں ہوں گے۔

(المستدرک، ج ۴، ص ۷۷)

حدیث نمبر 2:

قیامت کے دن سب سے پہلے فقراء مہاجرین کا ایسا گروہ جنت میں داخل ہوگا جن کو جو حکم دیا جاتا تھا اس کی تعمیل کرتے تھے ان میں سے اگر کسی کو کوئی حاجت حاکم وقت سے ہوتی تو اس کی موت تک وہ حاجت پوری نہ ہوتی قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جنت کو حکم دے گا خوب زیب و زینت کے ساتھ آ جا اور خدا تعالیٰ مہاجرین سے فرمائے گا میرے وہ بندے کہاں ہیں جو میرے راستے میں لڑتے تھے اور میرے راستے میں شہید ہوتے تھے اور میرے راستے میں ستائے گئے اور انہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا جنت میں داخل ہو جاؤ وہ بغیر

حساب جنت میں داخل ہو جائیں گے فرشتے کہیں گے یا اللہ! ہم دن رات تیری تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں یہ کون ہیں جن کو تو نے ہم پر ترجیح دی ہے خدا فرمائے گا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے راستے میں جہاد کیا میرے راستے میں ستائے گئے۔ فرشتے جنت کے دروازے پر ان کو سلام کریں گے۔

(مسند امام احمد، ج۲، ص ۱۶۸)

حدیث نمبر 3:

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ سورج طلوع ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگ آئیں گے ان کا نور آفتاب کی مانند ہوگا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ ہم ہوں گے فرمایا تمہارے لئے خیر کثیر ہے لیکن وہ فقیر مہاجرین ہوں گے جن کا زمین کے مختلف اطراف سے حشر ہوگا۔ (طبرانی اوسط، ج۹، ص ۴۵۴)

ہجرت مدینہ تو عرصہ ہوا ختم ہوگئی اب اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مہاجر وہ ہے جو خدا و رسول ﷺ کی حرام کردہ چیزوں سے باز رہے جن کاموں سے خدا اور اس کے رسول نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کرے مثلاً قتل و غارت، چوری، شراب خوری، والدین کی نافرمانی، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا وغیرہ۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السُّوْءَ مہاجر وہ ہے جو برائی چھوڑ دے۔ (مسند امام احمد، ج۳، ص ۱۵۴)

ایک اور حدیث میں فرمایا گیا:

اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ ○ (ابو داؤد، ج۱، ص ۳۴۳)

مہاجر وہ ہے جو اس کام سے باز رہے جس سے خدا نے روکا ہے۔

ایک جگہ یوں فرمایا: اَلْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَايَا وَالذُّنُوْبَ ۝

(مسند امام احمد، ج٦، ص ٢١)

مہاجر وہ ہے جو برائی اور گناہ کو چھوڑ دے۔

اب آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ مہاجرین کے ساتھ ہو جاؤ یعنی تمام گناہ چھوڑ دو اور تمام حرام کردہ چیزوں سے بچو کیونکہ برے کاموں کا انجام برا ہوتا ہے مثلاً

قتل ناحق:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ ۝

جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کیا اس کا بدلہ دوزخ ہے۔

والدین کی نافرمانی:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

والدین کو مت جھڑکو اور ان کے ساتھ نرمی سے کلام کرو۔

مال یتیم کھانا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۝

جو زیادتی سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔

سود کھانا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۝

جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت کے دن اس طرح کھڑے ہوں گے جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان نے چھوکر مخبوط الحواس کر دیا ہو۔

بھلائے رکھے گا اپنے دل سے تو یاد موت و مزار کب تک
قریب تر ہے حساب کا دن کرے گا اس سے فرار کب تک
معاشرے میں شرات خوری و سود و رشوت کا زہر پھیلا
فواحش اور بے حیائیوں کا یہ زور پروردگار کب تک

نمبر 3۔ اولیاء کرام:

صادقین سے مراد اولیاء کرام ہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○

وہی لوگ سچے ہیں اور وہی لوگ متقی ہیں،

ایک اور جگہ ارشاد ہوا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ○

جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے خدا کی راہ میں جہاد کیا وہ لوگ سچے ہیں۔

مقامات اولیائے کرام

زندگی میں مقام:

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہوا اور مصر سے جدہ روانہ ہوا ہمارے ساتھ ایک نوجوان

خرقہ پوش بھی سوار ہوا۔ میرے دل میں اس کے آس پاس بیٹھنے کی خواہش ہوئی مگر اس کی ہیبت سے ہمت نہ پڑتی تھی اس وجہ سے میں اس سے کلام نہ کر سکا اس لئے کہ وہ بڑا بزرگ تھا اس کی ایک ساعت بھی یادِ الٰہی سے غفلت میں نہ تھی۔ ایک کشتی میں لوگوں میں سے کسی کی تھیلی میں سے ایک جوہر گم ہو گیا تھیلی والے نے اس کا الزام خرقہ پوش جوان کے سر لگایا اور اس کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر آمادہ ہوا۔ میں نے لوگوں کو روکا اس بہانے میں اس کے قریب ہو گیا گفتگو شروع کی جب میں نے ان پر لوگوں کی بدگمانی ظاہر کی اور بتایا کہ ان کا گمان یہ ہے کہ وہ جوہر تھیلی سے آپ نے چرایا ہے اب آپ فرمائیں کیا کرنا چاہئے۔ یہ سن کر اس جوان نے آسمان کی طرف منہ کر کے کچھ فرمایا میں نے دیکھا کہ سمندر کی تمام مچھلیاں سطحِ سمندر پر آ گئیں اور ایک ایک جوہر منہ میں لئے ہوئے تھیں۔ آپ نے ایک جوہر لے کر اس کو دے دیا جس کی تھیلی کا جوہر گم ہوا تھا۔ اہلِ کشتی نے یہ دیکھ کر آپ کی طرف عقیدت مندی کا مظاہرہ شروع کر دیا اس جوان نے کشتی سے باہر قدم سطحِ آب پر رکھا اور چلنے لگا یہ جوہر چرانے والا ملاحوں میں سے ایک تھا اس نے گھبرا کر وہ جوہر مالک کے حوالے کر دیا اور اہلِ کشتی بہت شرمندہ ہوئے۔ (کشف المحجوب، ص ۴۲۰)

موت کے وقت مقام:

(۱) جب محمد بن اسماعیل خیر نساج کی موت کا وقت قریب ہوا تو نمازِ مغرب کا وقت تھا آپ کو غش کی کیفیت سے ذرا ہوش آیا آنکھیں کھولیں تو ملک الموت کھڑا ہے آپ نے اس سے فرمایا ٹھہر اللہ تجھے معاف فرمائے بیشک تو بھی مامور من اللہ ہے اور میں بھی مامور من اللہ ہوں جو تجھے حکم ملا ہے وہ ٹل نہیں سکتا یعنی

جان لینا لازمی ہے اور جو مجھے حکم ملا ہے وہ میری فروگزاشت کی وجہ سے ٹل رہا ہے یعنی میری نماز کا وقت جا رہا ہے مجھے نماز پڑھ لینے دو تاکہ میں اس حکم سے سبکدوش ہو جاؤں جو مجھے ملا ہے پھر میں اجازت دوں گا کہ تو اپنا کام کر لے پھر آپ نے پانی طلب کیا اور وضو فرمایا اور مغرب کی نماز ادا فرمائی اس کے بعد جان جان آفرین کے سپرد کی اسی شب لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا مجھ سے یہ نہ پوچھو مگر اتنا بتائے دیتا ہوں کہ تمہاری دنیا سے بہت راحت میں ہوں۔ (کشف المحجوب، ص ۲۹۳)

(ب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا ملک الموت سے فرماتا ہے میرے ولی کے پاس جا اور اسے میرے پاس لے آمیں نے اسے تکالیف و آسائش میں ہر طرح آزمایا اس کا سینہ میری محبت کا گنجینہ ہے اسے میرے پاس لے آمیں اسے دنیاوی رنج وغم سے آزاد کرنا چاہتا ہوں عزرائیل پانچ صد فرشتوں کو لے کر جاتا ہے ان کے ساتھ جنتی خوشبو کفن سفید ریشم اور ایک جنتی شاخ ہوتی ہے جس میں بیس رنگ ہوتے ہیں ہر رنگ سے ایک جداگانہ خوشبو آتی ہے ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے۔ پانچ سو فرشتوں میں سے ہر فرشتہ اپنا ہاتھ ولی کے ہر عضو پر رکھ دیتا ہے وہ سفید ریشم اور خوشبو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے وہ جنت میں اپنی ازواج اپنے لباس اور جنتی پھلوں کو دیکھتا ہے اسے ان چیزوں سے اس طرح بہلایا جاتا ہے جیسے بچے کو۔ ملک الموت روح کو کہتا ہے اے پاک روح جنتی نعمتوں کی طرف نکل روح ایسے نکلتی ہے جیسے آٹے سے بال۔ فرشتے اسے سلام کرتے ہیں جب ملک الموت روح قبض کرتا ہے تو روح جسم سے کہتی ہے تجھے خدا بہتر جزا دے مجھے تو خدا کی اطاعت کی طرف چلا لے جاتا مصیبت کی جگہ سے احتراز کرتا۔ یہ بات جسم روح

سے کہتا ہے پھر زمین جہاں وہ خدا کی اطاعت کرتا تھا روتی ہے آسمان کے دو دروازے ایک سے رزق اترتا دوسرے نیک اعمال چڑھتے روتے ہیں وہ پانچ سو فرشتے اس کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں لوگوں کے کفن پہنانے سے پہلے اسے جنتی کفن پہنا دیتے ہیں۔ خوشبو لگا دیتے ہیں اس کے گھر کے دروازے سے قبر تک فرشتے دو قطاروں میں کھڑے ہوکر استغفار سے اس کا استقبال کرتے ہیں۔

فَاِذَا صَعِدَ مَلَكُ الْمَوْتِ بِرُوْحِهٖ اِلَى السَّمَاءِ يَسْتَقْبِلُهٗ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ سَبْعِيْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلَائِكَةِ كُلُّهُمْ يَأْتِيْهِ بِبَشَارَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ○

عرش کے قریب جا کر روح خدا کی بارگاہ میں سجدہ کرتی ہے۔ خدا کے حکم کے مطابق روح کو جنت میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے دائیں نماز بائیں روزہ سرہانے قرآن کریم پاؤں کی طرف مسجد کی طرف چلنا آ کر اسے ہر طرف سے عذاب سے بچاتے ہیں۔ عذاب دور ہونے پر صبر کہتا ہے اگر تم کامیاب نہ ہوتے تو میں آگے بڑھتا اب میں صراط اور میزان پر اس کے کام آؤں گا پھر دو خوفناک شکلوں والے لمبے لمبے دانتوں والے فرشتے منکر نکیر قبر میں آتے ہیں اس سے مشہور تین سوال کرتے ہیں وہ ان سوالات کے جواب درست دیتا ہے تو فرشتے اس کی قبر کو چاروں طرف سے فراخ کر دیتے ہیں۔ پھر فرشتے کہتے ہیں اوپر دیکھو اسے جنت نظر آتی ہے۔ فرشتے کہتے ہیں هٰذَا مَنْزِلُكَ يَا وَلِيَّ اللّٰهِ۔

پھر فرشتے کہتے ہیں نیچے دیکھو اسے دوزخ نظر آتی ہے فرشتے کہتے ہیں تو دوزخ سے نجات پا گیا پھر اس کی قبر کی طرف جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان دروازوں سے قیامت تک اس کے لئے جنتی خوشبوئیں اور سرد ہوائیں آتی رہیں گی۔ (شرح الصدور، ص ۲۳)

جو چمن سے گزرے تو اے صبا تو کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دل کو بہار سے
چشم عبرت سے ذرا تو دیکھ ان ایوانوں کو
جن میں چشم فلک نے دیکھا عظیم انسانوں کو

قبر میں مقام:

قاضی حمید الدین نے اپنی کتاب ''وفات نامہ قطب الدین'' میں لکھا ہے کہ قطب الدین نے فرمایا کہ قبر میں منکر نکیر آئے اور ادب سے بیٹھ گئے اس دوران دو فرشتے اور آ گئے اور حق تعالیٰ کا سلام پہنچایا پھر ایک وثیقہ لکھا ہوا نکالا اور خواجہ کو دے دیا اس میں لکھا تھا اے قطب الدین ہم تم سے راضی ہیں اور تمہاری برکت سے تمام گناہگاران امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبروں سے عذاب اٹھا لیا اس لئے کہ زندوں نے تم سے بہت فیض اٹھایا۔ مردے بھی تم سے فائدہ اٹھائیں اور تمہاری قدر جانیں اس کے بعد دو فرشتے پہنچے اور خواجہ قطب الدین کو خدا تعالیٰ کا سلام مغفرت پہنچایا اور منکر نکیر کو کہا کہ فرمان الٰہی ہے کہ ہمارے قطب سے سوال مت کرو ہم نے خود ہی ان سے سوال کر لیا ہے اور انہوں نے جواب دے دیا ہے تم واپس چلے جاؤ۔ (سبع سنابل، ص ۲۴۸)

حضرت حوثرہ بن محمد بصری فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون کو ان کی وفات کے چار دن بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا انہوں نے جواب دیا خدا نے میری نیکیاں قبول کیں اور میرے گناہوں سے درگذر کیا میں نے پوچھا اس کے بعد کیا ہوا فرمایا کریم سے کرم کی توقع ہو سکتی ہے۔ خدا نے میرے گناہ معاف فرما دیئے اور مجھے داخل

جنت کر دیا۔ پوچھا گیا کہ آپ کو یہ مقام کیسے ملا فرمایا مجلس ذکر سے سچ بولنے سے نماز میں طول قیام سے اور فقر پر صبر سے اور پھر پوچھا گیا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں انہوں نے مجھے بٹھایا اور سوال کئے تیرا رب کون ہے، تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے میں نے اپنی داڑھی سے مٹی جھاڑی اور میں نے کہا میں یزید بن ہارون ہوں میں نے ساٹھ سال تک لوگوں کو ان سوالوں کے جواب سکھائے ہیں اور تم مجھی سے پوچھنے آ گئے ہو ان میں سے ایک نے کہا اس نے سچ کہا یہ واقعی یزید بن ہارون ہے پھر کہا دلہن کی سی نیند سو جا آج کے بعد تجھ پر کوئی گھبراہٹ نہیں۔

(الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۹۵)

قبر میں سرکار آئیں تو میں قدموں پر گروں
اور فرشتے مجھ سے پوچھیں تو میں ان سے یوں کہوں
کہ میں پائے ناز سے اے فرشتو کیوں اٹھوں
مر کے پہنچا ہوں یہاں اس دلربا کے واسطے

قیامت کے دن مقام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی ندا کرے گا میرے وہ بندے کہاں ہیں جنہوں نے میری اطاعت کی اور غیب سے میرے عہد کی حفاظت کی۔ خدا کے وہ بندے اس حال میں کھڑے ہو جائیں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند اور چمکتے ستاروں کی طرح ہوں گے اور نور کی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے ان کی مہار یاقوت کی ہوگی اور وہ مخلوق کے سامنے اڑیں گی یہاں تک کہ عرش کے

سامنے کھڑی ہوں گی خدا تعالیٰ فرمائے گا میرے ان بندوں پر سلام ہو جنہوں نے میری اطاعت کی اور غیب سے میرے عہد کی حفاظت کی میں نے تمہیں برگزیدہ کیا چن لیا۔ جاؤ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ تم پر کوئی خوف اور کوئی غم نہیں وہ پل صراط کو اس طرح پار کر لیں گے جس طرح بجلی گزر جاتی ہے ان کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے مخلوق اس وقت میدان محشر میں کھڑی ہو گی لوگ ایک دوسرے سے کہیں گے فلاں فلاں کہاں چلے گئے اس وقت ایک منادی ندا کرے گا۔

اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ○

بے شک جنت والے آج دل کے بہلاووں میں چین کرتے ہیں وہ اور ان بیبیاں سایوں میں ہیں تختوں پر تکیہ لگائے۔ (تفسیر قرطبی، ج ۱۵، ص ۴۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا یَجْلِسُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰى مَنَابِرَ وَ یَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النُّوْرُ حَتّٰى یَفْرُغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ ○ (طبرانی کبیر، ج ۸، ص ۱۱۲)

بے شک خدا کے کچھ بندے ایسے ہوں گے کہ قیامت کے دن اللہ ان کو منبروں پر بٹھائے گا اور نور نے ان کے چہروں کو ڈھانپ رکھا ہو گا یہاں تک کہ لوگ حساب سے فارغ ہو جائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کی ایک سو رحمتیں ہیں ایک رحمت تمام اہل زمین کے لئے ہے اور باقی ننانوے رحمتیں قیامت کے دن اولیاء کرام کے لئے ہوں گی۔ (مسند امام احمد، ج ۲، ص ۵۱۴)

سرکار دو عالم کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اَظَلُّھُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ ○ (مشکوٰۃ، ج۲،ص ۵۱۵)

خدا تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا وہ لوگ کہاں ہیں جو میری بزرگی کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے آج میں ان کو سایہ سے سرفراز کروں گا اور آج کے دن میرے سایہ کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان پر قیامت کے دن نبی اور شہید رشک کریں گے کہا وہ کون ہیں شاید ہم ان سے محبت کرسکیں۔ فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے نور سے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے حالانکہ ان میں آپس میں کوئی رشتہ داری نہ ہوگی ان کے چہروں پر نور ہوگا وہ نور کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے جب لوگ خوفزدہ ہوں گے تو ان پر کوئی خوف نہ ہوگا جب لوگ حزن و ملال میں مبتلا ہوں گے تو ان کو کوئی غم نہ ہوگا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○

(مسند ابی یعلیٰ، ج۱۰،ص ۴۹۵)

قیامت کے دن ایک ایسا آدمی اٹھایا جائے گا جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہوگا۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا اے بندے! تجھے کونسی بات پسند ہے کہ تجھے تیرے عمل کی جزا دوں یا اپنی نعمت کا حساب لوں وہ عرض گا یا اللہ! میں نے تو تیری نافرمانی نہیں کی اللہ اپنی ایک نعمت کا حساب لے گا اس کی تمام نیکیاں ایک نعمت کے بدلے ختم ہو جائیں گی۔ بندہ عرض کرے گا یا اللہ! تیری نعمت اور رحمت درکار ہے اللہ فرمائے گا میری رحمت اور نعمت میں داخل ہو جاؤ۔

• پھر ایک اور بندہ لایا جائے گا اللہ اس سے فرمائے گا کیا تو میرے ولیوں سے محبت کرتا تھا وہ کہے گا میرا کسی سے کوئی معاملہ نہ تھا پھر اللہ فرمائے گا کیا تو میرے ولیوں سے عداوت رکھتا تھا یہ عرض کرے گا یا اللہ! میرے اور کسی کے درمیان کوئی معاملہ نہ تھا خدا فرمائے گا میری رحمت صرف اس کے لئے ہے جو میرے ولیوں سے محبت کرتا ہے ان سے عداوت نہیں رکھتا۔

(طبرانی کبیر، ج ۲۲، ص ۵۹)

جنت میں مقام اولیاء

نمبر 1:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُعِدَّتْ لِعِبَادِی الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ○

میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ چیزیں تیار کی ہیں جو نہ کسی کان نے سنی نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی بشر کے دل میں ان کا خیال پیدا ہوا۔

(طبرانی صغیر، ج ۱، ص ۲۶)

نمبر 2:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیان کیا جب خدا کا ولی جنت میں داخل ہوگا تو ایک حور مصافحہ اور معانقہ سے استقبال کرے گی اگر حور کی ایک انگلی ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی شمس وقمر پر غالب آ جائے اور اگر اس کے بالوں کا کچھ حصہ ظاہر ہو جائے تو مشرق سے مغرب تک ساری دنیا خوشبو

سے لبریز ہو جائے وہ ولی اپنی زوجہ حور کے ساتھ تکیہ پر سہارا لئے بیٹھا ہوگا کہ اس کے اوپر سے ایک نور کی جھلک ظاہر ہوگی وہ سمجھے گا شاید اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر تجلی فرما رہا ہے اچانک ایک حور کی آواز آئے گی یا ولی اللہ! کیا تجھ میں ہمارا حصہ نہیں وہ کہے گا تو کون ہے؟ وہ حور کہے گی میں ان میں سے ہوں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ہمارے پاس مزید ہے وہ ولی اس کی طرف راغب ہوگا یہ حور پہلی حور سے زیادہ حسین و جمیل ہوگی یہ اس حور کے ساتھ تکیہ پر سہارا لگائے بیٹھا ہوگا کہ اوپر سے پھر ایک نور کی جھلک ظاہر ہوگی پھر ایک اور حور آواز دے گی کیا تجھ میں ہمارا حصہ نہیں وہ ولی کہے گا تو کون ہے وہ کہے گی میں ان میں سے ہوں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۝

کوئی آدمی نہیں جانتا جو ہم نے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا رکھی ہے بدلہ ان کے اعمال کا۔ (طبرانی اوسط، ج۹، ص ۴۰۵)

نمبر 3:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے بالائی حصے سے حصے نکلیں گے اور نیچے والا حصہ سونے کا ایک گھوڑا ہوگا جس پر زین اور لگام ہوگی جو موتی اور یاقوت سے بنی ہوگی وہ گھوڑا نہ لید کرے گا نہ پیشاب۔ اس کے پر ہوں گے اس کا قدم حد نگاہ تک جائے گا اس پر اہل جنت سوار ہوں گے وہ گھوڑا وہاں تک اڑ کر جائے گا جہاں جنتی چاہے گا نیچے والے لوگ کہیں گے یا اللہ! تیرا یہ بندہ اس مقام تک کیسے پہنچا ہے ان سے کہا جائے گا۔

كَانُوا يُصَلُّونَ بِاللَّيْلِ وَكُنْتُمْ تَنَامُونَ وَكَانُوا يَصُومُونَ وَكُنْتُمْ

تاکلون و کانوا یتفقون و کنتم تبخلون و کانوا یقاتلون و کنتم تجبنون۔

وہ نماز پڑھتے تھے اور تم سویا کرتے تھے وہ روزے رکھتے تھے اور تم کھایا کرتے تھے وہ مال خرچ کرتے تھے اور تم بخل سے کام لیتے تھے وہ خدا کی راہ میں لڑتے تھے اور تم بزدلی کا مظاہرہ کرتے تھے۔

نمبر 4:

حضور سرور کونین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

ان اللہ عبادا یسوا بانبیاء ولاشھداء یغبطھم النبیون والشھداء بقربھم ومقعدھم من اللہ عزوجل یوم القیامۃ

اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید بلکہ نبی اور شہید ان کے قرب خداوندی کو دیکھ کر ان پر رشک کر رہے ہوں گے قیامت کے دن۔ ایک اعرابی نے گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! وہ کون ہوں گے فرمایا وہ اللہ کے وہ بندے ہوں گے جو مختلف شہروں سے تعلق رکھتے ہوں گے وہ مختلف قبیلوں اور خاندانوں سے ہوں گے ان میں آپس میں کوئی رشتہ داری نہ ہو گی صرف ایک دوسرے سے خدا کے لئے محبت کرتے ہوں گے ان کے چہرے نورانی ہوں گے موتی کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے۔ لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے۔ ان پر کوئی گھبراہٹ نہ ہو گی لوگ خوفزدہ ہوں گے ان کو کوئی خوف نہ ہو گا خدا فرماتا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ○

(مسند امام احمد، ج۵،ص ۳۴۳، طبرانی کبیر، ج۳،ص ۲۹۰، مسند ابی یعلیٰ، ج۱۰،ص ۴۹۵)

❁❁❁

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عالم انوار میں عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَلَّمَكَ مَالَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمۡ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ○

ترجمہ: اور آپ جو کچھ نہ جانتے تھے وہ اللہ نے آپ کو بتا دیا اور یہ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

امام غزالی نے دقائق الاخبار اور امام عبدالرزاق نے مصنف کی پہلی جلد میں لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک درخت پیدا کیا جس کا نام شجرۃ الیقین رکھا اس پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو رکھا حور کی شکل میں اس نور نے ستر ہزار سال تک خدا تعالیٰ کی تسبیح کہی بعد ازاں حیا کا آئینہ بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری وجود کے سامنے رکھا تو آپ کے نوری وجود کو حیاء آ گئی اور آپ کے نور نے عالم انوار میں پانچ سجدے کئے جو بعد میں پانچ نمازوں کی صورت میں فرض ہوئے پھر خدا نے اس نور کی طرف دیکھا تو وہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔

وَمِنۡ عَرَقِ رَأۡسِهٖ خَلَقَ الۡمَلَائِكَةِ وَمِنۡ عَرَقِ وَجۡهِهٖ خَلَقَ الۡعَرۡشَ وَالۡكُرۡسِىَّ وَاللَّوۡحَ وَالۡقَلَمَ وَالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ وَالنُّجُوۡمَ وَمَا فِى السَّمَاءِ ○

اور سر کے پسینے سے فرشتے پیدا کئے گئے اور چہرے کے پسینے سے عرش و کرسی لوح وقلم سورج چاند ستارے اور آسمان کی چیزیں پیدا کی گئیں۔

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

وَمِنۡ عَرَقِ صَدۡرِهٖ خَلَقَ الۡاَنۡبِيَاءِ وَالرُّسُلِ وَالۡعُلَمَاءِ وَالشُّهَدَاءِ والصلحاء ○

اور سینے کے پسینے سے انبیاء ورسل علماء شہداء اور نیک لوگ پیدا کئے گئے۔

انبیاء اجزا ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا

اس علاقے سے ان پر نام سچا نور کا

پھر اس نور کو شکل مصطفےٰ میں ایک نورانی قندیل میں رکھا تمام انسانی روحوں نے اس کے گرد طواف کیا اور ستر ہزار سال تک تسبیح کہی پھر خدا نے تمام روحوں کو حکم دیا کہ اس نور کو دیکھو۔

جس نے سر کو دیکھا وہ خلیفہ اور سلطان ہوا

جس نے پیشانی کو دیکھا وہ امیر عادل ہو گیا

جس نے کانوں کو دیکھا وہ صاحب اقبال ہوا

جس نے آنکھوں کو دیکھا وہ حافظ قرآن ہوا

جس نے رخساروں کو دیکھا وہ سخی اور عاقل ہوا

جس نے ناک کو دیکھا وہ طبیب و عطار ہوا

جس نے ہونٹوں کو دیکھا وہ خوبصورت ہوا

جس نے منہ کو دیکھا وہ روزہ دار ہوا

جس نے زبان کو دیکھا وہ بادشاہ کا قاصد ہوا

جس نے خلق کو دیکھا وہ واعظ ہوا

جس نے داڑھی کو دیکھا وہ مجاہد ہوا

جس نے گردن کو دیکھا وہ تاجر ہوا

جس نے بازو کو دیکھا کہ وہ تیغ زن اور نیز باز ہو گیا

جس نے سینہ کو دیکھا وہ عالم مجتہد ہوا

جس نے شکم کو دیکھا وہ قانع و زاہد ہوا

جس نے زانوں کو دیکھا وہ راکع و ساجد ہوا
اور جس نے پاؤں کو دیکھا وہ شکاری ہو گیا

معلوم ہوا جو بھی کسی صاحب کمال کو وصف اور فن ملا ہے یہ برکت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا
میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دوناں تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

قبل از ولادت عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانا چاہا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین سے ہر قسم کی مٹی لاؤ انہوں نے ارشاد خداوندی کی تعمیل کی خدا تعالیٰ نے اس مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا وجود تیار کیا پھر اس میں روح پھونکی اور اپنے حبیب کا نور ان کی پشت میں رکھا جس کی وجہ سے ان کی پیشانی آفتاب و مہتاب کی طرح چمکتی تھی پھر خدا نے حکم دیا کہ اے فرشتو آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ الْمَلَائِکَۃَ اُمِرُوْا بِالسُّجُوْدِ لِآدَمَ لِاَجَلِ اَنَّ نُوْرَ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ فِیْ جَبْھَۃِ آدَمَ ○ (تفسیر کبیر، ج۲، ص۳۱۸)

آدم کو سجدہ کرنے کا جو حکم فرشتوں کو ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی پیشانی میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور تھا۔

یہ سجدہ درحقیقت تعظیم تھی نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرشتوں نے تعظیم کی لیکن شیطان نے انکار کیا شیطان تھا ناری رہتا تھا نوریوں میں تھا مردود رہتا تھا مقبولوں

میں تھا دوزخی رہتا تھا جنتیوں میں اس کا ناری مردود اور دوزخی ہونا اس وقت ظاہر ہوا جب کہ تعظیم مصطفٰے کا وقت آیا معلوم ہوا کہ کسی کے مردوز اور دوزخی ہونے کا پتہ اس وقت چلتا ہے جب تعظیم مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت آتا ہے اگر وہ تعظیم مصطفٰے نہ کرے تو سمجھ لو کہ وہ مردود ناری اور دوزخی ہے اور اگر وہ تعظیم کرے تو جان لو کہ وہ مقبول اور جنتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ابتداء ہی سے دو گروہ معرض وجود میں آ گئے۔ ایک جماعت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے والوں کی اور دوسرا گروہ نبی کی تعظیم کے منکروں کا اب جس کا دل چاہے تعظیم مصطفٰے کر کے جنتی جماعت میں شامل ہو جائے اور جس کا دل چاہے تعظیم مصطفٰے سے روگردانی کر کے دوزخی فرقہ میں ہو جائے۔

(۲) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا وہ ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کی اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کس لئے رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر اٹھاؤ تو انہوں نے اپنا سر اٹھانا تو ان کو عرش کے پاؤں پر نور محمد نظر آیا عرض کی۔

مَاهٰذَا النُّوْرُ قَالَ هٰذَا نُوْرُ نَبِيٍّ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ اِسْمُهٗ فِي السَّمَاءِ اَحْمَدُ وَفِي الْاَرْضِ مُحَمَّدٌ لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا○

(زرقانی، ج ۱، ص ۴۴)

یہ نور کیسا ہے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے۔ آسمان میں اس کا نام احمد ہے اور زمین میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا اور نہ آسمان کو پیدا کرتا اور نہ زمین کو پیدا کرتا۔

تو نہ ہوتا تو نہ ہوتا دو جہاں کا انتظام
تو زمین کا نور ہے تو آسمان کا نور ہے

(۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو بھی حکم دو کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اس لئے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں آدم اور جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَى الْمَاءِ فَاضْطَرَبَ فَكَتَبْتُ عَلَيْهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَسَكَنَ ○ (سیرت نبویہ، ج۱، ص۶)

میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا وہ ہلنے لگا میں نے اس پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا تو عرش کو سکون آ گیا۔

تمام انسانات اور جنات عرش کے سائے میں رہتے ہیں جب عرش کو سکون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے آتا ہے تو سب انسانوں اور جنوں کے سکون قلب کا ذریعہ بھی امام الانبیاء کا ذکر خیر ہے۔

سلام اس پر کہ جس کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں
سلام اس پر فرشتے ذکر جس کا سننے آتے ہیں
سلام اس پر کہ جس کا تذکرہ قرآن کرتا ہے
سلام اس پر کہ جس کا ذکر خود رحمٰن کرتا ہے

(۴) جب یہود کفار سے برسرپیکار ہوتے تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے فتح و نصرت کی دعا مانگتے تھے چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○

کہ وہ یہودی اس نبی کے آنے سے پہلے اس نبی کے وسیلے سے فتح طلب کرتے تھے جب وہ آ گیا جس کو وہ پہچانتے تھے تو اس کا انکار کر بیٹھے کافروں پر خدا کی لعنت ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب یہود عرب کے بت پرستوں سے جنگ کرتے تو ہمیشہ مغلوب اور شکست خوردہ ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے علماء کی طرف رجوع کیا اور فتح کی تدبیر پوچھی علماء نے بہت غور و فکر کر کے ان کو یہ دعا تعلیم کی۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلَیْھِمْ بِالنَّبِیِّ الْمَبْعُوْثِ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِیْ نَجِدُ صِفَتَہٗ فِی التَّوْرَاتِ ○

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اس نبی آخر الزمان کے وسیلے سے فتح دے جس کی صفت ہم تورات میں پاتے ہیں۔

اس دعا کے نتیجے میں خدا تعالیٰ ان کو فتح سے ہمکنار فرما دیتا۔

کتنے احسان فراموش ہیں یہودی کہ جس نبی کی یمن و برکت سے ان کو مشرکوں کے مقابلے میں فتح و نصرت ہوتی تھی اسی نبی مکرم کی مخالفت کرتے ہیں اور اس کی امت کے خلاف آئے دن زہر اگلتے رہتے ہیں۔

قبل از دعوائے نبوت عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف بارہ سال کی ہوئی تو آپ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام کی طرف تشریف لے گئے جب یہ قافلہ سرزمین شام کے مقام بصریٰ میں پہنچا تو وہاں بحیرہ نامی ایک راہب ایک کنیسہ میں رہتا تھا جو کتب سماویہ تورات اور انجیل کا عالم تھا اس نے جب اس قافلے کو آتے دیکھا تو حیران رہ گیا کہ ایک بادل کے ٹکڑے نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا ہوا ہے وہ آیا اور آپ کا ہاتھ مبارک پکڑ کر بولا۔

ھٰذَا سَیِّدُ الْعَالَمِیْنَ ھٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ھٰذَا یَبْعَثُہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ ○

ترجمہ: یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں یہ رب العالمین کے رسول ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا ہے۔

تاجروں نے بحیرہ سے پوچھا تجھے کیسے پتہ چلا کہنے لگا جب تم لوگ اس گھاٹی کے پیچھے سے نکلے۔

لَمْ یَبْقَ شَجَرٌ وَّلَا حَجَرٌ اِلَّاخَرَّسَا جِدًا وَّلَا یَسْجُدُ اِلَّالِنَبِیٍّ ○

ترجمہ: کوئی درخت اور پتھر نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہوا اور یہ صرف نبی کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔ (زرقانی، ج۱، ص۱۹۴)

پڑھا بے زبانوں نے کلمہ تمہارا
ہے سنگ و شجر میں بھی چرچا تمہارا

(۲) جب نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر ملک شام کی طرف جانے لگے تو انہوں نے اپنے غلام میسرہ کو بھی آپ کے ہمراہ کر دیا جب یہ تجارتی قافلہ بصریٰ پہنچا تو نبی کریم ﷺ وہاں ایک درخت کے نیچے اترے اور یہ درخت کلیسا کے قریب تھا اس کنیسہ میں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا اس نے آ کر میسرہ سے پوچھا یہ درخت کے نیچے کون شخص ہے میسرہ نے کہا یہ قریش حرم میں سے ہے اس راہب نے کہا:

مَانَزَلَ تَحْتَ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا نَبِیٌّ ○

اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی نہیں اترتا۔

پھر اس نے میسرہ سے آپ کی آنکھوں کی سرخی کے بارے میں پوچھا میسرہ نے کہا یہ سرخی ہمیشہ ایسی رہتی ہے اس نے کہا کہ پھر تو یہ خاتم الانبیاء ہے۔

(زرقانی، ج۱، ص۱۹۸)

جب آپ مکہ واپس ہوئے تو دوپہر کا وقت تھا حسن اتفاق سے حضرت

خدیجہ رضی اللہ عنہا قریشی عورتوں کے ساتھ اپنے بالا خانے پر تشریف فرما تھیں۔ انہوں نے آپ کو اس شان سے آتے دیکھا کہ آپ اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ (طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۸۴)

مکان عرش ان کا فلک فرش ان کا

ملک خادمانِ سرائے محمد

بعثت کے بعد عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

(۱) علامہ حافظ ابو نعیم نے لکھا ہے کہ جب آپ کا کوئی دشمن آپ کو کوئی ضرر پہنچانے کی کوشش کرتا تو اللہ تعالیٰ آپ کے اور آپ کے دشمن اور مخالف کے درمیان پانچ حجابات پیدا فرما دیتا تھا۔ ایک حجاب یہ تھا خدا فرماتا ہے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۝

ترجمہ: اے محبوب جب تم نے قرآن پڑھا ہم نے تم میں اور ان میں جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک پوشیدہ پردہ کر دیا۔

اس کا شان نزول یہ ہے کہ جب سورہ تبت یدا نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جمیل ایک پتھر لے کر حرم کعبہ میں داخل ہوئی جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ سے بولی کہ تمہارا نبی کہاں ہے وہ میری ہجو کرتے ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ شعر گوئی نہیں کرتے وہ یہ کہتی ہوئی واپس ہوئی کہ میں ان کا سر کچلنے کے لئے یہ پتھر لائی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اس نے آپ کو کیوں نہ دیکھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے میرے اور اس کے درمیان ایک فرشتہ حائل کر دیا اس فرشتے نے مجھے

اپنے پروں کے اندر چھپا لیا تھا۔

اور چار حجابات کا ذکر ان دو آیات میں ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ○ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ○

ترجمہ: ہم نے ان کی گردنوں میں طوق کر دیئے ہیں کہ وہ ٹھوڑیوں تک ہیں تو یہ اوپر کو منہ اٹھائے ہوئے ہیں اور ہم نے ان کے آگے دیوار بنا دی اور ان کے پیچھے ایک دیوار اور انہیں اوپر سے ڈھانک دیا تو انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔

ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ ابوجہل اور اس کے دو مخزومی دوست حرم کعبہ میں بیٹھے تھے۔ ابوجہل نے قسم کھائی اگر میں محمد (ﷺ) کو نماز پڑھتے دیکھ لوں گا تو اس کا سر کچل دوں گا۔ اس نے آپ کو حرم کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا ایک بڑا پتھر لے کر حضور ﷺ کی طرف چلا جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کے ہاتھ گردن سے چپک گئے اور پتھر ہاتھ میں لپٹ گیا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر ولید بن مغیرہ بولا یہ کام میں کروں گا جب وہ پتھر لے کر چلا تو اندھا ہو گیا۔ حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکا تیسرا بولا پتھر مجھے دو وہ لے کر چلا تو اچانک بدحواس ہو کر الٹا بھاگا اور کہنے لگا ایک بڑا سانڈ بیل میرے سامنے تھا اگر میں آگے بڑھتا تو مجھے مار ڈالتا۔

خدا فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ○

ترجمہ: تیرا اللہ تجھے لوگوں سے بچائے گا۔

ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ○

ترجمہ: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے اگرچہ کافر برا منائیں۔

دشمن نے تیرے جو کچھ بھی کہا اللہ نے اس کا جواب دیا
پر تو نے پلٹ کر کچھ نہ کہا تیری شرم و حیا کا کیا کہنا

(۲) امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ کمال انسانی علم اور عمل کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علمی کمال کو یوں ظاہر فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا○

ترجمہ: اور آپ جو کچھ نہ جانتے تھے وہ اللہ نے آپ کو بتا دیا اور یہ اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے اور کمال عملی کو اس آیت سے ظاہر فرما دیا۔

وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ○ (تفسیر کبیر، ج ۸، ص ۱۸۶)

ترجمہ: اور بے شک آپ خلق عظیم کے مرتبے پر فائز ہیں۔

آپ کے علم اور عمل دونوں کو عظیم کہا گیا ہے اور جس چیز کو اللہ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ اسی لئے کسی عاشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔

تری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے
میں لاؤں کہاں سے زبان اللہ اللہ

(۳) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت کی۔

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ○

ترجمہ: اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو

تو غالب حکمت والا ہے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبرئیل محمد علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو کہ ان پر گریہ کیوں طاری ہوا ہے۔ (حالانکہ وہ جانتا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ کو خبر دی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا اے جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور ان سے کہو۔

اِنَّا سَنُرْضِیْكَ فِیْ اُمَّتِكَ وَلَا نَسُوْئُكَ ○

ہم تمہیں راضی کرلیں گے اور تمہیں رنجیدہ نہ کریں گے۔

تیری مرضی سے تیرے خدا کی رضا تو نے جو کچھ کہا بس وہی ہو گیا

منتظر رہتی ہے رحمت حق شدا کب اسے آقا تیرا اشارہ ملے

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک کو صرف یہ پیغام نہیں بھیجا کہ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کرلیں گے بلکہ یہ پیغام بھی بھیجا کہ ہم آپ کو رنجیدہ نہ ہونے دیں گے۔ اس میں یہ تسلی دینا مطلوب ہے کہ راضی کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ بعض امتیوں کو ہم معاف کردیں گے اور باقی گنہگاروں کو دوزخ میں ڈالدیں گے کیونکہ بعض کے عذاب سے بھی آپ رنجیدہ ہوں گے بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو معاف کردیں گے اور امت کے کسی فرد کو جہنم نہ رہنے دیں گے تا کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔

خدا کی بارگاہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی بڑی وجاہت ہے کہ جب محبوب امت کے گناہ کے تصور سے غمگین ہوتے ہیں تو جبرئیل امین علیہ السلام کو فوراً بھیج کر تسلی دیتا ہے اور آپ کا غم دور کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی ○

فترضی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

(۴) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند کے اندر ایک حدیث نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ بِھِمْ ○ بے شک میرے رب کریم نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں میں نے عرض کی اے میرے رب جو کچھ تو چاہے وہی کر وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ کیا میں نے وہی جواب دیا اس نے تیسری مرتبہ مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میں نے وہی جواب دیا پھر میرے رب کریم نے مجھ سے فرمایا اے احمد میں تیری امت کے بارے میں تجھے ہرگز رسوا نہ کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں داخل جنت ہوں گے ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب تک نہ لیا جائے گا۔

(مسند احمد بن حنبل، ج ۵، ص ۳۹۳۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۱۱۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب سے امت کے بارے میں مشورہ طلب فرمایا تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی علوشان اور رفعت قدر و منزلت کا پتہ چل جائے کہ وہ رسول کس قدر و منزلت کا مالک ہے جس سے خدا تعالیٰ مشورہ طلب فرما رہا ہے۔

(۲) خدا تعالیٰ نے مشورہ طلب فرمانے کے بعد فرمایا اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیْكَ فِیْ اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ ○ اے احمد میں تجھے تیری امت کے بارے میں ذلیل نہ کروں گا بلکہ تیری امت کے بارے میں وہی سلوک کروں گا جس سے تو راضی ہو جائے گا

جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی اور عنقریب تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا اس پر آپ نے فرمایا اِذًا لَا اَرْضٰی اَحَدٌ مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ○ میں راضی نہ ہوں گا جب کہ میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہے گا۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

(۳) اس حدیث میں حضور ﷺ کو خوش کرنے کے لئے ایک اور بشارت دی گئی کہ آپ کے ستر ہزار امتی آپ کی معیت میں آپ کے ساتھ داخل جنت ہوں گے اور ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار امتی بغیر حساب و کتاب داخل جنت ہوں گے غرض و غایت صرف یہ ہے کہ:

فترضیٰ کی یہ پیاری پیاری صدا ہے
کہ ہو گا قیامت میں چاہا تمہارا

(۴) حضرت معاذ بن جبل رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آئے آپ کو مساجد مدینہ اور حجرات امہات المومنین میں تلاش کیا لیکن نہ پایا لوگوں سے دریافت کیا انہوں نے کہا کبھی کبھی سلع پہاڑ کی جانب تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں میں آپ کی تلاش میں چل نکلا جب پہاڑ کے اوپر چڑھ کر ادھر اُدھر نظر کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ایک غار میں سربسجود ہیں۔ ہیبت کی وجہ سے غار کے اندر نہ گیا اور نیچے اتر آیا کافی دیر کے بعد پھر چڑھ کر دیکھا تو آپ بدستور سجدے میں تھے۔ مجھے گمان ہوا کہ کہیں آپ کی وفات نہ ہو گئی ہو۔ جب قریب گیا تو آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور فرمایا میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے تھے اور خدا کا سلام پہنچایا اور کہا کہ آپ کا رب فرماتا ہے۔ اے حبیب امت کے بارے میں غمگین نہ رہا کرو بلکہ اپنا

دل خوش رکھا کرو ہم تمہاری امت کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کریں گے جس سے تمہارا دل دُکھے بلکہ ہم تمہیں راضی کرلیں گے تو میں اس نعمت کے حصول پر سجدہ شکر ادا کر رہا تھا اے معاذ سجدے سے بڑھ کر کوئی چیز بندہ کو خدا کے قریب کرنے والی نہیں۔ (طبرانی اوسط، ج ۱۰، ص ۴۴)

تیری مرضی خدا کی مرضی ہے تیری مرضی
تیری مرضی پہ ہو رہا ہے تیری مرضی پہ کام ہوگا

(۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپسی پر ساری رات سفر کرتے رہے حتیٰ کہ رات کے آخری حصے میں آپ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ آپ اس وقت ٹھہر گئے اور حضرت بلال سے فرمایا تم آج رات ہماری حفاظت کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بقدر استطاعت نماز پڑھتے رہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ سو گئے۔ فجر کے قریب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مطلع فجر کی طرف متوجہ ہو کر اپنی اونٹنی سے ٹیک لگائی اور انہیں نیند آ گئی پھر نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی نہ بلال کی اور نہ کسی اور صحابی کی یہاں تک کہ ان پر دھوپ آ گئی۔ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور گھبرا گئے اور فرمایا اے بلال۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں میری روح کو بھی اس ذات نے خوابیدہ کر دیا جس نے آپ کی روح کریم کو سلا دیا آپ نے فرمایا یہاں سے کوچ کرو تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ نے وضو کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کا حکم دیا۔ انہوں نے اقامت کہی۔ آپ نے نماز پڑھائی بعد ازاں فرمایا جب تم میں سے کوئی سو جائے تو یاد آنے پر نماز پڑھ لے۔ (کتاب المساجد مسلم شریف)

حضرت امام مالک نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کیا ہے کہ:

نبی کریم ﷺ نے قضا نماز پڑھانے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ کی اور فرمایا۔ بلال نماز کے اندر مصروف تھے اس وقت شیطان ان کے پاس آیا اور انہیں سلا دیا اور پھر انہیں تھپکیاں دیتا رہا جیسے کہ بچے کو سلانے کے وقت تھپکی دی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ گہری نیند سو گئے پھر آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو بلا لیا تا کہ وہ اپنی زبانی اپنا عذر بیان کریں تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وہی کچھ عرض کیا جو آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیان فرما چکے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس معجزہ کا مشاہدہ کرنے کے بعد عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ (مؤطا امام مالک)

جب نبی کریم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا سارا واقعہ دیکھ رہے تھے تو آپ پر نماز فجر کا وقت کیسے مخفی رہ سکتا ہے لیکن اس کی وجوہات حسب ذیل تھیں۔

(۱) اگر حضور ﷺ کی نماز قضا نہ ہوتی تو ہماری قضا نمازوں کو کس کے دامن میں پناہ ملتی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی توجہ طلوع فجر سے ہٹائی اور آپ پر عدم التفات کی کیفیت طاری کر دی تا کہ آپ کی نماز فجر قضا ہو جائے اور بعد میں آنے والوں مسلمانوں کو نماز قضا پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

(۲) نیند کی حالت میں آپ کا دل یاد الٰہی میں مشغول رہتا ہے اور جب آپ کا دل کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو کائنات سے توجہ ہٹ جاتی ہے پھر ایسے میں طلوع فجر کی طرف توجہ کیسے رہ سکتی ہے اور نماز خدا کی بارگاہ میں حضوری کا نام ہے اس لئے کہا جا سکتا ہے آپ اس وقت بھی نماز ہی میں تھے۔

(۳) محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد نے فرمایا۔

اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مُسْتَغْرِقًا فِيْ مُشَاهَدَةِ الْاَنْوَارِ

الْمَلَكُوْتِيَّةِ وَالتَّجَلِّيَاتِ الرَّبَّانِيَّةِ○
خدا تعالیٰ نے اس وقت آپ کے دل کو انوار و تجلیات میں مستغرق کر دیا تھا تا کہ امت کو قضاء نماز کی مشروعیت حاصل ہو جائے۔

(۴) بعض اوقات نبی کریم ﷺ اپنی بشریت سے غائب ہو جاتے تھے چنانچہ ملا علی قاری نے ایک حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ لِاَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ كَانَ غَائِبًا عَنْ بَشْرِيَّتِهٖ○
نبی کریم ﷺ اس وقت اپنی بشریت سے غائب تھے ایک اور موقع پر ملا علی قاری فرماتے ہیں۔

سرور کونین ﷺ نے فرمایا۔
لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُنِيْ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِيٌّ مُّرْسَلٌ○
مجھے خدا کی بارگاہ میں وہ قرب حاصل ہوتا ہے کہ وہاں کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کی گنجائش نہیں اس کی تشریح میں فرماتے ہیں۔
اِذْ فِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰى تَمْكِيْنِهٖ فِيْ وَقْتِ كُشُوْفِ الْمُشَاهَدَةِ وَاسْتِغْرَاقِهٖ فِيْ بَحْرِ الْوَاحِدَةِ حَيْثُ لَا يَبْقٰى فِيْهِ اَثَرُ الْبَشْرِيَّةِ وَالْكَوْنَيْنِ○
(مرقاۃ، ج ا، ص ۵۷)

اس عبارت کا مفہوم بھی یہ ہے کہ جب آپ کو خدا کی بارگاہ میں کمال قرب کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے تو اس وقت آپ پر بشریت کا اثر نہیں رہتا جب بشریت کا اثر نہ رہا تو عالم بشریت کی طرف توجہ نہ رہی لہٰذا طلوع فجر کی طرف توجہ نہ رہی اس لئے نماز قضا ہو گئی۔

(۶) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے شفقت کے طور پر صحابہ کو وصال کے روزوں سے منع فرمایا صحابہ نے عرض کیا یا رسول

اللہ ﷺ آپ بھی تو وصال کے روزے رکھتے ہیں آپ نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ ○

ترجمہ: میں تمہاری مثل نہیں ہوں مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے۔

(کتاب الصیام، مسلم شریف)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(ا) حضور ﷺ کی مثل کوئی نہیں ہوسکتا امت کی بہترین جماعت صحابہ کرام ہیں جن کی شان میں قرآن کی متعدد آیات نازل ہوئی ہیں پھر صحابہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں جنکی مثل کوئی صحابی بھی نہیں وہ بھی نبی کی مثل نہیں ہو سکتے پھر دوسرا کوئی کون ہے جو آپ کی مثل ہو سکے۔

بچ وی منکا لعل وی منکا اکو رنگ دوہاندا

جے کر پاس صرافاں جایئے فرق لکھاں کوہاندا

(ب) حضور ﷺ کے صوم وصال کے بارے میں علماء نے تین قول نقل کیے ہیں ایک یہ کہ آپ میں کھانا کھانے والے کی قوت پیدا کر دی جاتی تھی دوسرا یہ کہ آپ کو جنتی پھل اور جنت کے کھانے کھلائے جاتے تھے اور تیسرا قول یہ ہے کہ لَایُفَارِقُ حَضْرَۃَ اللّٰہِ اَبَدًا ○ آپ کو کھانے سے بے نیاز کر دیتی جب قحط کے زمانے میں لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کا دیدار کرتے تو ان کی بھوک پیاس دور ہو جاتی پھر دیدار خدا کرنے والے کو بھوک کیسے لگے۔

برقعہ کھول زیارت بخشو جو بھکھا وی آئے

ویکھ جمال مبارک تیرا بھکھ تمامی جائے

تن مہینے خلقت رجی ویکھ یوسف کنعانی

جناں محمد عربی ڈٹھا اوہ رج گئے دو ہیں جہانی

موت کے وقت عظمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا گیا کہ آپ اگر چاہیں تو دنیا میں رہیں اور اگر چاہیں تو رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے عام صحابہ کے مجمع میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ وَبَيْنَ الدُّنْيَا فَاخْتَارَ ذَالِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ ○ (طبرانی کبیر، ج ۲۲، ص ۳۲۸)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے کے درمیان اختیار دیا ہے۔ پس اس بندے نے اسی چیز کو پسند کیا جو کچھ اللہ کے پاس ہے۔

آپ کے اس ارشاد کو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے صحابہ نے آپ کے رونے پر تعجب کیا بعد میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اب صحابہ کرام سمجھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے کہ وہ آپ کے ارشاد کو سن کر رونے لگے کہ اس بندے سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔

دل دی پیاس بجھاون کارن میں کھوہ اکھیاں دا گیڑاں
جی کردا اج سامنے بہہ کے درد پرانے چھیڑاں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینے پر رکھا کئی جمعوں تک میرے ہاتھ سے خوشبو آتی رہی حالانکہ کھانا کھاتی تھی وضو کرتی تھی لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو زائل نہیں ہوئی۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۷۱۵)

میت کو غسل دیتے وقت اس کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہیں تا کہ اگر کوئی غلاظت ہو تو وہ باہر نکل آئے اگر ایسا نہ کیا جائے تو غلاظت وغیرہ سے کفن خراب ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیٹ پر ہاتھ پھیرا لیکن کچھ نہ نکلا عرض کی آپ حیات و وفات میں پاکیزہ ہیں بلکہ آپ سے کستوری کی خوشبو پھیلی اور سارا گھر معطر ہو گیا۔ (المبسوط، ج ۲، ص ۵۹)

آپ کی نماز جنازہ پر پہلے جبرئیل امین علیہ السلام پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر عزرائیل نے درود شریف پڑھا پھر عام فرشتوں پھر اہل بیت عظام پھر صحابہ کرام نے بغیر امام الگ الگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھی اور معروف دعائیں نہ پڑھی گئیں بلکہ تعریف و توصیف کے کلمات عرض کیے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔

(طبرانی اوسط، ج ۵، ص ۹)

ایک روایت میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو کر رونے لگے ان کے رونے میں آواز نہ تھی اتنے میں ایک لمبے بالوں والا آدمی آیا اس کی چادر اس کے کندھے پر تھی اس نے آ کر دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ لیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر رویا اور صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا ہر مصیبت پر تعزیت ہے بعد ازاں چلا گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اس آدمی کو واپس لاؤ۔ لوگوں نے اسے دائیں بائیں دیکھا مگر نظر نہ آیا۔ فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو تعزیت کے لئے آئے تھے۔ (زرقانی، ج ۸، ص ۲۷۶)

جد محبوب پیارے وچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمد جس دا نام وچھوڑا

ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت ملک الموت ایک اعرابی شکل میں آیا اور اندر آنے کی اجازت لی اسے اجازت دی گئی اس نے عرض کی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ خدا تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور مجھے اس نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اجازت سے آپ کی روح قبض کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت جب تک میرا بھائی جبرئیل امین علیہ السلام نہ آئے اس وقت تک میری روح

قبض نہ کرنا اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبرئیل امین علیہ السلام اس وقت مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے لئے بشارت لایا ہوں خدا نے مالک جہنم سے فرمایا ہے آج آتش دوزخ سرد کردو کہ میرے محبوب کی روح آسمان پر آرہی ہے حوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ خوب آراستہ پیراستہ ہوکر تیار ہو جائیں۔ فرشتوں کو حکم ہوا کہ وہ صف بستہ کھڑے ہو جائیں کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہی ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا ہے کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب سے کہو جنت تمام نبیوں اور امتوں پر حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت داخل جنت نہ ہو جائے۔ قیامت کے دن خدا آپ کی امت کے بارے میں آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے اس کے بعد آپ نے ملک الموت سے فرمایا اے ملک الموت جس بات کا آپ کو حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو۔ پس ملک الموت نے آپ کی روح کو قبض کیا اور اعلیٰ علیین کی طرف یہ کہتے ہوئے لے گئے۔ یا محمداہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان سے فرشتوں کی آواز سنتا تھا جو کہتا تھا یا محمداہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی روح مقدسہ قبض ہوئی میں نے ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس سے بہتر میں نے کوئی خوشبو محسوس نہیں کی۔

(مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۵۵)

عالم برزخ میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت محمد بن احمد بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بلخ سے بغداد حاضر ہوا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کروں میں نے ان کو اور انہوں نے مجھے پہلے کبھی دیکھا نہ تھا میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کو مصافحہ کرنے کے لئے لپکے میں نے بھی آپ کے ساتھ مصافحہ کیا آپ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرے مرتبے اور نیت کو جان لیا آپ کا یہ کلام میرے زخمی دل کے لئے مرہم ثابت ہوا میں رونے لگا میں تنہائی پسند ہو گیا ایک رات میں اپنے وظائف کے لئے کھڑا ہوا رات بڑی تاریک تھی میرے دل سے دو آدمی ظاہر ہوئے ایک کے ہاتھ میں پیالہ تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں لباس فاخرہ صاحب لباس نے کہا میرا نام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے۔ دوسرے کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں شراب محبت تھی اور وہ ایک فرشتہ تھا اور لباس فاخرہ خلقت رہنما تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ لباس مجھے پہنا دیا اور صاحب پیالہ نے وہ پیالہ مجھے دیا۔ میں نے پی لیا اس لباس سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے مغرب و مشرق چمک اُٹھے اور جب میں نے پیالہ پی لیا تو مجھ پر مقامات اولیاء ظاہر ہوئے اور میرے سامنے ایک مقام ظاہر ہوا جس میں مَیں نے دیکھا کہ کرو بیان روحانیوں اور مقرب فرشتے رکوع کی حالت میں ہیں میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے دائیں طرف حضرت آدم، جبرئیل اور حضرت ابراہیم علیہم السلام ہیں اور بائیں جانب حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں اور آپ کے سامنے دو قطاریں ہیں ایک قطار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جن میں حضرت سیدنا صدیق اکبر، حضرت سیدنا عمر فاروق، حضرت سیدنا عثمان غنی، حضرت سیدنا حیدر کرار، حضرت سیدنا حمزہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہم تھے اور دوسری قطار میں حضور غوث اعظم ،معروف کرخی ،سری سقطی، جنید بغدادی، سہل بن عبداللہ، تستری تاج العارفین، ابو الوفا شیخ عدی بن مسافر اور احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہم ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صحابہ میں سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اولیاء کرام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہوتے ہیں تو آپ اپنے اعلیٰ مقام سے نزول فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی زیارت سے فرشتوں، رسولوں اور ولیوں کے چہرے پہلے سے زیادہ نورانی ہو گئے۔ (جواہر البحار، ج۲،ص۳۴۹)

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

امام شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں مسجد اقصیٰ میں سو گیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد کے باہر وسط حرم میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور فوج در فوج مخلوق کا اژدھام ہونا شروع ہوا میں نے دریافت کیا کہ یہ کیسا اجتماع ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام رسل اور انبیاء علیہم السلام حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں منصور حلاج کی سوء ادبی کے بارے میں شفاعت کے لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ میں نے جو تخت دیکھا تو اس پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا جلوہ افروز ہیں اور تمام انبیاء جیسے حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت نوح علیہم السلام سب فرش زمین پر بیٹھے ہیں۔ میں وہاں ٹھہر گیا اور ان مقدس حضرات کی باتیں سننے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا آپ نے فرمایا ہے کہ میری امت کے علماء کرام بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔ آپ ان میں سے ایک عالم دکھائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ایک سوال کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دس جوابات دیئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جواب سوال کے مطابق ہونا چاہیے۔ آپ نے دس جواب کیوں دیئے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا حضور اللہ تعالیٰ نے آپ سے ایک سوال کیا تھا۔ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ○ اے موسیٰ (علیہ السلام) تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ نے اس کے کئی جواب دیئے تھے۔ یہ میری لاٹھی ہے میں اس سے ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس کے علاوہ اس سے اور کام بھی لیتا ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سوال کا ایک جواب کافی تھا کہ "یہ میری لاٹھی ہے"۔

امام شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں یہ منظر دیکھ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے تخت پر جلوہ فرما ہیں اور تمام رسل اور انبیاء بالخصوص حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت نوح علیہم السلام جیسے اولوالعزم رسول سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فرش زمین پر بیٹھے ہیں یہ کتنی بڑی عظمت اور جلالت محمدی کا مظاہرہ ہے۔ میں اسی سوچ و بچار میں لگا ہوا تھا کہ ناگہاں کسی نے مجھے پاؤں کی ٹھوکر مار کر بیدار کر دیا میں نے جو دیکھا تو وہ مسجد کا منتظم تھا اور مسجد کی قندیلیں روشن کر رہا تھا۔ اس نے مجھے کہا کیا تعجب کرتا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ سن کر مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی نماز کے لئے جماعت کھڑی ہوگئی مجھے ہوش آ گیا میں نے اس منتظم کو تلاش کیا مگر آج تک اس کا کوئی پتہ نہ چلا۔

(روح البیان، ج ۵، ص ۵۷)

اسلام ہے نور محمد وہ خدا کے نور سے

اس نور سے مخلوق سب پایا یہ نکتہ دور سے

مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ حضرت سید احمد رفاعی معاصر حضرت جیلانی تھے بہت بڑے اولیاء کبار سے گزرے ہیں ایک مرتبہ روضہ مبارک پر حاضر ہوئے اور عرض کی السلام علیکم یا جدی اے میرے نانا آپ کو سلام ہو جواب آیا اے میرے بیٹا وعلیکم السلام اس پر ان کو وجد آ گیا اور بے اختیار زبان پر جاری ہوا میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا کہ وہ میری طرف سے نائب بن کر زمین بوسی کیا کرتی تھی اور اب جسم کی باری ہے جو خود حاضر ہے ہاتھ بڑھا دیجئے تاکہ میرا لب اس سے بہرہ ور ہو جائے فوراً ایک نورانی ہاتھ ظاہر ہوا جس کی روشنی آفتاب سے زیادہ تھی انہوں نے بیساختہ دوڑ کر بوسہ لیا اور وہیں گر گئے۔ نوے ہزار مسلمانوں نے آپ کے دست مبارک کی زیارت کی

اور ان میں حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے۔ جب حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ لوگ مجھے نظر قبول سے دیکھ رہے ہیں تو دروازے پر جا لیٹے اور لوگوں سے کہا میری گردن پر پاؤں رکھ کر گزرو تاکہ انانیت اور تکبر پیدا نہ ہو۔ (الافاضات، ج۲، ص۱۳۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی قبر انور سے ہاتھ نکالنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں آپ کو حیات حقیقی حاصل ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

جب یزید کے لشکر نے ایام حرہ میں مدینہ میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا تو تین دن تک مسجد نبوی میں اذان نہ ہوئی۔ حضرت سعید بن مسیّب مسجد نبوی میں موجود تھے فرماتے ہیں جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے اذان کی آواز سنائی دی پھر نماز کے وقت قبر انور سے اقامت کی آواز آئی اس پر میں نے نماز ادا کی۔ (جواہر البحار، ج۲، ص۱۹)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان اور اقامت کے ساتھ نماز باجماعت ادا فرماتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے قریب مجھے بلایا انہوں نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا اور مجھ سے کہا اے علی جس وقت میرا وصال ہو جائے تو مجھے بھی اس ہاتھ سے غسل دینا جس ہاتھ سے آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا۔ میرے جنازے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے جانا اور اجازت مانگنا اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھل گیا ہے تو آپ لوگ مجھے اندر داخل کر دینا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں لے جانا یہاں تک کہ اللہ اپنے

بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا۔ میں سب سے پہلے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت چاہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا میں نے کسی کی آواز سنی۔

اُدْخُلُوا الْحَبِيْبَ اِلٰى حَبِيْبِهٖ فَاِنَّ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ مُشْتَاقٌ○

دوست کو دوست کے پاس لے آؤ دوست دوست کا مشتاق ہے۔

(خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۴۳۵)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں کیونکہ اجازت زندوں سے مانگی جاتی ہے مردوں سے نہیں نیز دروازے کا کھلنا بھی اس طرف اشارہ ہے کہ آپ زندہ ہیں۔ آپ نے خود دروازہ کھولا علاوہ ازیں قبر سے آواز آنا کہ دوست کو دوست کے پاس لے آؤ بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

آخرت میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

ہر حاکم اور قائد کا ایک جھنڈا ہوتا ہے جو اس کی سعادت، قیادت اور امامت کی علامت ہوتا ہے محبوب خدا قیامت کے دن قائد المرسلین ہوں گے لہٰذا ان کے لئے بھی ایک جھنڈا ہوگا جس کا نام لواء الحمد ہوگا۔

سینئہ پر نور پر رخشاں ہے بقعہ نور کا
ہے لواء الحمد پر اڑتا پھریرا نور کا

سید عبدالعزیز مصری نے لواء الحمد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لواء الحمد وہ نور ایمان ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضوفشاں ہوگا اور ایک بلند

جھنڈے کی شکل میں نمودار ہوگا۔ آپ آگے آگے قائدانہ شان سے تشریف لے جا رہے ہوں گے اور امتیں اپنے نبیوں کے ساتھ آپ کے پیچھے چل رہی ہوں گی۔ ہر امت اپنے نبی کے جھنڈے کے نیچے ہوگی اور ان کے نبی کا جھنڈا قائدالمرسلین کے جھنڈے سے نور لے رہا ہوگا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں کے ساتھ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک جانب ہوں گے اور آپ کی امت دوسری جانب اس امت میں اتنے ہی اولیاء کرام ہوں گے جتنی انبیاء کی تعداد ہوگی۔ ان میں سے ہر ولی کے ساتھ جھنڈا ہوگا اور اتنے ہی اس کے پیروکار ہوں گے جتنے ہر نبی کے ساتھ اس کے امتی ان کے جھنڈے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے نور لے رہے ہوں گے جیسے کہ نبیوں کے جھنڈے لواء الحمد سے نور حاصل کر رہے ہوں گے۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا
تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی کہ میں قرآن کو ایک قرأت پر پڑھوں میں نے اللہ تعالیٰ سے مراجعت کی اور اپنی امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی دوبارہ حکم ہوا کہ دو قرأتوں پر پڑھو میں نے پھر مراجعت کی اور امت پر آسانی فرمانے کی درخواست کی۔ تیسری بار وحی نازل فرمائی کہ سات قرأتوں پر پڑھو اور ساتھ ہی حکم ہوا کہ ہر بار مراجعت کرنے کے بدلے تمہیں ایک دعا مانگنے کا اختیار دیا جاتا ہے گویا تین دعائیں مانگنے کا تمہیں اختیار ہے جنہیں رد نہ کیا جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنی امت کے صغائر و کبائر کی مغفرت کے لئے دو دعائیں دنیا ہی میں مانگ لیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَۃَ لِیَوْمٍ یَرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ کُلُّھُمْ حَتّٰی اِبْرَاھِیْمُ ○ (مسلم شریف)

اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما دے اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما دے اور تیسری دعا کو میں نے اس دن کے لئے محفوظ کر رکھا ہے جبکہ ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی میری شفاعت کے لئے راغب ہوں گے۔

ماوشما تو کیا خلیل جلیل کو
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے
وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنیٰ ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر نبی کا ایک منبر ہو گا اور میں سب سے زیادہ بلند اور نورانی منبر پر جلوہ گر ہوں گا۔ منادی آ کر ندا کرے گا نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہے انبیاء کہیں گے ہم سب نبی امی ہیں کسے یاد فرمایا گیا ہے منادی واپس جائے گا دوبارہ آ کر یوں ندا کرے گا کہاں ہے نبی امی عربی صلی اللہ علیہ وسلم اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر سے اُتر کر جنت کی طرف تشریف لے جائیں گے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے پوچھا جائے گا کون حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے احمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر پوچھا جائے گا وہ بلائے گئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ہاں آپ کے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور رب تعالیٰ ان پر تجلی فرمائے گا اور آپ سے پہلے کسی پر تجلی نہ فرمائے گا۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے اور خدا کے ان کلمات سے حمد بیان کریں گے جن سے پہلے کسی نے تعریف نہ کی ہو گی اور نہ بعد میں کوئی تعریف کرے گا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جائے گا۔

اِرْفَعْ رَأْسَكَ تَكَلَّمْ تُسْمَعْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ○

(ابن حبان، ج ۸، ص ۱۳۷)

سر اقدس اٹھایئے بات کریں سنی جائے گی شفاعت کریں قبول ہو گی

سوال کریں پورا کیا جائے گا۔

کہا مصطفےٰ نے کہ اے رب العزت
گناہوں سے لبریز ہے میری امت
تو غفار ہے بخشدے میرے مولا
یہی آپ سے ہے سوال محمد
کہا سن کے حق نے کہ اے کملی والے
حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا
خدا ہو گیا ہم خیال محمد

جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہوگا تو مومن کہیں گے خدا تعالیٰ نے بیشک ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اب دربار خداوندی میں ہماری سفارش کون کرے گا۔ ان میں سے بعض کہیں گے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرف چلو اللہ نے ان کو اپنے ید قدرت سے پیدا کیا اور ان سے ہمکلام بھی ہوا ہے۔ پس لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے خدا تعالیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ تو فرما دیا اور وہ فیصلہ سے فارغ ہو گیا اب آپ ہماری سفارش فرمائیں۔ وہ فرمائیں گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور وہ ان

کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی امی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اجازت دے گا میں دربار خداوندی میں کھڑا ہوں گا میری مجلس خوشبو سے بے حد معطر ہو جائے گی میں شفاعت کروں گا۔

وَيَجْعَلُ لِيْ نُوْرًا مِّنْ شَعْرِ رَأْسِيْ اِلٰى ظُفْرِ قَدَمِيْ○

اور مجھے سر کے بالوں سے قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا جائے گا۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تفسیر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

پھر کفار کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پا لیا اب ہماری سفارش کون کرے گا سوائے ابلیس کے اور کون ہے جو ہماری سفارش کرے وہ اس کے پاس آ کر کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پا لیا اب تو ہماری سفارشی کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا ہے۔ ابلیس کھڑا ہو گا اس کی مجلس نہایت بدبو دار ہو گی پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور شیطان کہے گا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ○

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے سچا وعدہ کیا اور اس کو پورا کر دیا اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کیا۔ (طبرانی کبیر، ج ۱۷، ص ۳۲۰۔ دارمی، ج ۲، ص ۲۲۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئیں گے تو ان کو نہایت پاکیزہ خوشبو محسوس ہو گی۔ ایسی خوشبو انہوں نے دنیا میں

محسوس نہ ہوگی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر ایسے متنیز ہوں گے کہ:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ ۝

ترجمہ: قیامت کے دن دیکھے گا مومن مردوں اور عورتوں کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔

یہ انجام ہوگا ان لوگوں کا جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مانتے اور جانتے تھے اور نور کے منکرین کا یہ حال ہوگا کہ خدا فرماتا ہے۔

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآئَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۝

قیامت کے دن منافق مرد اور عورتیں مومنوں سے کہیں گے ہماری طرف دیکھو تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں ان کو جواب ملے گا تم واپس لوٹ جاؤ پھر وہاں سے روشنی تلاش کرو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کے قائل کو آپ سراپا نور نظر آئیں گے اور ان کو بھی خدا کی طرف سے نور عطا ہوگا جو ان کے ماحول کو منور کر دے گا منکرین تاریکیوں میں مستغرق ہوں گے اور وہ قیامت کے دن نور کی تمنا کریں گے لیکن بیکار۔

❀❀❀

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رحمت کے تقاضے

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ○

ترجمہ: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے۔

رحمۃ للعالمین ہونا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خاص ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی دوسرا رحمۃ للعالمین نہیں ہو سکتا علامہ محمود آلوسی بغدادیؒ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے۔ یہاں رحمت بمعنی راحم ہے اور تقدیر عبارت یوں ہو گی کہ

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ فِيْ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ اِلَّا حَالَ كَوْنِكَ رَاحِمًا لِّلْعَالَمِيْنَ○

ترجمہ: اے محبوب نہیں بھیجا ہم نے آپ کو کسی حال میں مگر صرف اس حال میں کہ آپ تمام جہانوں کے لئے رحم کرنے والے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ آپ تمام کائنات کل مخلوقات پر رحم فرمانے والے ہیں۔

جب آپ کا راحم ہونا ثابت ہو گیا تو راحما للعالمین کے لوازمات بھی ثابت ہو گئے کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اِذَا ثَبَتَ الشَّيْءُ ثَبَتَ بِجَمِيْعِ لَوَازِمِهٖ○ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے تمام لوازمات کے ساتھ ثابت ہوتی ہے۔

کسی پر رحم کرنے کے لئے چار باتیں لازم ہیں۔

اول:

سب سے پہلے تو یہ امر لازم ہے کہ رحم کرنے والا زندہ ہو مردہ نہ ہو کیونکہ مردہ رحم نہیں کر سکتا وہ خود رحمت کا طالب و مستحق ہوتا ہے لہٰذا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ زندہ نہ ہوں تو راحما للعالمین نہیں ہو سکتے جب آیت قرآنیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راحما للعالمین ہونا ثابت ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔

حضور ﷺ اپنی قبر میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

رسول اللہ ﷺ وہ ہیں جنہوں نے شہادت کو ہمارے لئے مسنون بنایا اور ہمیں اس کی طرف بلایا اور اللہ کے اذن اور توفیق سے اس کی ہدایت فرمائی آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ ○

ترجمہ: جس شخص نے کوئی نیک کام جاری کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو بھی اس پر عمل کرے گا جاری کرنے والے کو برابر اجر ملتا رہے گا۔

اور جو اجر و ثواب شہید کو ملتا ہے لازماً وہ نبی کریم ﷺ کو بھی ملے گا لہٰذا شہید کو جو حیات ملتی ہے وہ حیات آپ کو بھی ضرور ملے گی کیونکہ حیات بطور اجر شہید کو ملتا ہے لہٰذا آپ کو بھی بطور اجر حیات ملے گی۔

دلیل نمبر ۲:

امام زرقانی نے لکھا ہے کہ:

وَقَدْ ثَبَتَ اَنَّ نَبِیَّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ شَهِیْدًا لِاَ کْلِهٖ یَوْمِ خَیْبَرَ مِنْ شَاةٍ مَسْمُوْمَةٍ ○

اور بیشک یہ بات ثابت ہوگئی کہ ہمارے نبی ﷺ نے شہادت کی وفات پائی۔ اس لئے کہ آپ نے خیبر کے دن زہر ملائی ہوئی بکرے کے گوشت کا لقمہ کھایا جس سے آپ کی شہادت ہوئی۔ (زرقانی، ج۸، ص۳۱۴)

دلیل نمبر ۳:

امام ابویعلیٰ نے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ انہوں

نے فرمایا اگر میں نو مرتبہ قسم کھا کر یہ بات کہوں کہ رسول اللہ ﷺ قتل کیے گئے ہیں تو یہ بات مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایک دفعہ قسم کھا کر یہ کہہ دوں کہ حضور ﷺ قتل نہیں کیے گئے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی بھی بنایا ہے اور شہید بھی۔ (مسند ابی یعلیٰ، ج ۹، ص ۱۳۲)

عبداللہ بن مسعودؓ کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ کیونکہ آپ "مَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ" کے عموم میں داخل ہیں لہٰذا آپ کا زندہ ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۴:

قرآن نے انعام یافتہ چار گروہ بیان کیے ہیں انبیاء کرام صدیقین شہداء اور صالحین اور نبیوں کو نبوت صدیقوں کو صدیقیت اور شہیدوں کو شہادت اور صالحین کو صالحیت اس لئے ملی کہ یہ نعمتیں دامن مصطفیٰ میں موجود ہیں کیونکہ جس جس کو جو نعمت ملی تو اس کو یہ نعمت حضور ﷺ سے ملی۔

لاؤ رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

لہٰذا شہداء کو شہادت ملی تو حضور ﷺ کے دربار گہر بار سے اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ شہید نہیں تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ شہیدوں کو شہادت کہاں سے ملی اس لئے ماننا پڑے گا کہ آپ شہید ہیں اور شہید زندہ ہوتا ہے لہٰذا آپ زندہ ہیں۔

دلیل نمبر ۵:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۝

ترجمہ: جو ایک نیکی کرے اسے اس کی مثال دس نیکیاں ملیں گی۔

لہٰذا ایک جان دینے والے کو دس جانیں عطا کیا جانا ثابت ہوا دنیا میں جس کے پاس ایک جان ہے اس کو لوگ زندہ کہتے ہیں تو جس شہید کو ایک کے بدلے دس جانیں مل جائیں وہ کیوں نہ زندہ ہو گا یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ○

اور نہ کہو ان لوگوں کے لئے جو قتل کیے گئے اللہ کی راہ میں مردہ بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ○

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کیے گئے ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔

اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شہادت کی وفات نصیب ہوئی ہے لہٰذا آپ بھی زندہ ہیں۔

شہید اس دارفانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمیں پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

دلیل نمبر ۶:

قانون قدرت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ کو بھی قبض کیا گیا۔ قبض روح کے بعد اگر روح اقدس کا استقرار جسم اقدس کے علاوہ کسی اور

مقام میں ہوتو وہ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌلَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ آپ کی آخری گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہے۔

کے خلاف آئے گا۔ اس لئے کہ جسم اقدس سے روح مبارک قبض ہونے کے بعد اسے کوئی ایسی جگہ نہیں مل سکتی جو جسم مبارک سے افضل ہو زیادہ تو درکنار حضور ﷺ کے جسم جیسی فضیلت والی کوئی چیز کائنات میں نہیں ہے کیونکہ علمائے محققین نے تصریح فرمائی ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور کا وہ حصہ جو آپ کے جسد اقدس سے لگا ہوا ہے وہ اللہ کے عرش سے بھی افضل ہے اسی لئے کسی نے کہا:

جی کردا پیا اوہ وطن ویکھاں جتھے ماہی نے زندگی گزارنی اے

اوہ حجرہ بھی عرش معلیٰ ہے جتھے رب نے کتاب اتاری اے

جب زمین کا وہ حصہ عرش سے افضل ہے تو پھر آپ کے جسد اقدس کا کیا کہنا اب اگر آپ کی روح کسی اور جگہ رکھدی جاتی تو آپ کی فضیلت پہلے سے کم ہو جاتی لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ کی روح واپس جسم میں لوٹا دی گئی جس سے آپ کی جسمانی حیات ثابت ہوگئی۔

دلیل نمبر ۷:

شہید کو اس لئے زندہ کہا گیا کہ اس کی موت فی سبیل اللہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی موت و حیات دونوں فی سبیل اللہ ہیں لہٰذا آپ بطریق اولیٰ زندہ ہیں خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے بے شک میری نماز میری قربانیاں اور میرا جینا اور میری وفات سب اللہ کے لئے ہے۔

دلیل نمبر ۸:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی خدا کا بندہ مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر ایک فرشتہ اسے لے جا کر خدا کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے اور اللہ فرماتا ہے۔

اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰى قَبْرِ عَبْدِىْ يَسْتَغْفِرُ لِصَاحِبِهَا ○ (القول البدیع، ص ۱۱۸)

ترجمہ: اسے میرے بندے کی قبر پر لے جاؤ تا کہ وہ درود پڑھنے والے کے لئے دعائے مغفرت کریں۔

دعائے مغفرت کرنا زندوں کا کام ہے لہٰذا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔

دلیل نمبر ۹:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَرَرْتُ عَلٰى مُوْسٰى لَيْلَةَ اُسْرِىَ بِىْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّىْ فِىْ قَبْرِهٖ ○ (مسلم شریف، ج۲، ص ۲۶۸)

ترجمہ: میں معراج کی رات حضور موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے قریب سے گزرا جو ایک سرخ رنگ کے ٹیلے کے قریب ہے اور وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ہزاروں سال گزرنے کے بعد بھی زندہ ہیں اور اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں جب کلیم اللہ کی حیات بعد الممات کا یہ کمال ہے تو پھر حبیب اللہ کی حیات بعد الوفات کا کیا کمال ہو گا۔

دلیل نمبر ۱۰:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیَنْزِلَنَّ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ ثُمَّ لَاِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَامُحَمَّدَ لَاَ جِیْبَنَّہٗ○

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے عیسٰی بن مریم ضرور نازل ہوں گے پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یامحمد کہہ کر پکاریں گے تو میں انہیں ضرور جواب دوں گا۔ (مسند ابی یعلیٰ، ج٦، ص١٠١)

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا پکارنا اور حضور ﷺ کا جواب دینا اس بات کی بین دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

دلیل نمبر ١١:

جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو صدیق مدینہ میں نہ تھے ایک گاؤں سخ تھا وہاں تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے حضور ﷺ کے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور آپ پر جھک گئے بوسہ دیا اور رونے لگے اور عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان۔

وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْکَ مَوْتَتَیْنِ○ (بخاری، ج٢، ص٦٤٠)

ترجمہ: خدا کی قسم اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا۔

دو موتوں سے مراد ایک دنیا کی موت ہے اور دوسری قبر کی موت ہے یہ دونوں موتیں انبیاء کے سوا باقی ہر انسان کو پیش آتی ہیں۔ انبیاء کو اپنی قبور میں دوسری موت نہیں بلکہ وہ وہاں زندہ ہوتے ہیں۔

دلیل نمبر۱۲:

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں میں مسجد میں کھڑا تھا کسی شخص نے مجھے کنکری ماری کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لے آؤ میں انہیں آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے ان سے پوچھا تم کہاں کے رہنے والے ہو انہوں نے کہا ہم اصل طائف سے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو تمہیں سزا دیتا اس لئے کہ تم مسجد نبوی میں اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو۔ (مرقاۃ، ج۲، ص۲۲۴)

اس کی وجہ ملا علی قاری نے یہ لکھی ہے کہ: اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ قَبْرِہٖ حَیٌّ آواز بلند کرنے سے اس لئے روکا گیا کہ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔ معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

دلیل نمبر۱۳:

علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے ملک شام واپس ہونے کا ارادہ کیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو الوداع کہی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے سامنے ایک تجویز پیش کی کہ آپ بھی ہمارے ساتھ ملک شام چلیں وہاں کے لوگ امراء کے بہت تابع فرمان ہیں۔ آپ نے فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب وجوار پر اور کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتا۔

(البدایہ والنہایہ، ج۷، ص۱۶۹)

حضرت عثمان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائیگی کو پسند فرمایا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر میں زندہ سمجھتے ہیں کیونکہ زندوں کی ہمسائیگی مفید وکارآمد ہوتی ہے نہ کہ مردوں کی۔

دلیل نمبر ۱۴:

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دروازہ کے کواڑ بنوانے چاہے تو درکھان سے فرمایا مدینہ سے باہر جاؤ تا کہ کواڑ بننے کا کہیں شور برپا نہ ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ ہو۔ (شفاء السقام، ص ۱۷۳)

اذیت زندوں کو ہوتی ہے معلوم ہوا کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔

دلیل نمبر ۱۵:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اپنے گھر میں چادر وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور بے تکلف گھر میں رہتیں اور اسی طرح حجرہ مقدسہ میں بھی داخل ہو جاتیں اور دل میں یہ خیال فرماتیں کہ یہاں کوئی غیر محرم نہیں بلکہ ایک میرے والد اور دوسرے میرے خاوند گرامی ہیں لیکن جب وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اب میں چادر سے اچھی طرح پردہ کر کے جاتی ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کرتی ہوں۔ (مشکوٰۃ، ص ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پردہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زندہ سمجھتی ہیں اس لئے کہ پردہ زندوں سے کیا جاتا ہے مردوں سے نہیں اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

دوم:

لوازمات میں سے دوسری بات یہ ہے کہ صرف زندہ ہونے سے کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم کے حال کا عالم نہ ہو کیونکہ بے

خبر کسی پر رحم نہیں کرسکتا اس کی مثال ایسی ہے فرض کیجئے زید انتہائی مظلوم ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی شخص اس پر رحم کر کے اس کو ظالم کے ظلم سے نجات دے اسی خواہش کو دل میں لے کر وہ عمرو کے پاس جاتا ہے اور اس سے رحم کی درخواست کرتا ہے عمرو اس کی درخواست سن لیتا ہے مگر وہ اس کے حال سے بے خبر ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ کس مصیبت میں گرفتار ہے یہ کس قسم کے رحم کا طالب ہے۔ وہ اس سے دریافت کرتا ہے کہ تمہیں کیا تکلیف ہے اور تم کس طرح کی مہربانی چاہتے ہو اب اگر زید اپنا حال نہ بتائے اور یہی کہتا رہے کہ آپ میرا حال نہ پوچھئے بس مجھ پر رحم کر دیجئے تو کیا عمر رحم کرسکتا ہے ہرگز نہیں۔ آیت قرآنیہ کی روشنی میں راحما للعالمین ہیں۔ جب تک آپ تمام مخلوقات کے حالات نہ جانیں آپ رحم نہیں کرسکتے۔ معلوم ہوا کہ آپ کے لئے جمیع ما کان وما یکون کا عالم ہونا ضروری ہے۔

عالم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ:

اس عنوان سے متعلق چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بھیڑیا آیا اور چرواہے کے ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا لے گیا چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری کو اس سے چھین لیا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہاں بیٹھ گیا اور کہا میں نے اپنے رزق کا ارادہ کیا تھا۔ جو مجھ کو خدا نے دیا تھا میں نے اس پر قبضہ کیا تھا لیکن تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا چرواہے نے کہا: فَاللّٰہِ اِنْ رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ ھٰذَا رَجُلٌ فِی النَخْلَاتِ بَیْنَ

الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی وَمَا هُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ ○

خدا کی قسم ایسی عجیب بات میں نے کبھی نہ دیکھی جو آج کے دن دیکھی ہے بھیڑیا بولتا ہے بھیڑیئے نے کہا اس سے زیادہ عجیب اس شخص کا حال ہے جو درختوں میں وہ کھجور کے درخت جو دو سنگستانوں کے درمیان ہیں وہ شخص گزری ہوئی باتوں کی خبریں دیتا ہے اور جو واقعات تمہارے بعد ہونے والے ہیں ان کی خبر دیتا ہے وہ چرواہا یہودی تھا بھیڑیئے سے یہ بات سن کر وہ نبی کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ سے آگاہ کیا اور مسلمان ہو گیا رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو تسلیم کیا۔ (مشکوٰۃ، ج۳، ص ۲۰۵)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(ا) نبی کریم ﷺ ما کان جو ہو چکا و ما یکون اور جو قیامت تک ہو گا سب کچھ جانتے ہیں کیونکہ اس خبر کو سن کر آپ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ تسلیم کر لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی عالم ما کان و ما یکون ہوتا اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے نتیجہ یہ نکلا ہمارا عقیدہ نبی والا ہے۔

(ب) بھیڑیا جانور تھا اس نے کہا اللہ کا رسول عالم ما کان و ما یکون ہے اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہے۔

(ج) چرواہا یہودی تھا اس نے جب بھیڑیئے سے سنا کہ پیغمبر عالم ما کان و ما یکون ہے تو اس کو یقین ہو گیا کہ واقعی یہ بات برحق ہے اسی لئے بعد میں وہ مسلمان ہو گیا اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ یہودی سے بھی بدتر ہے ہر مسلمان کا سچا عقیدہ یہی ہونا چاہیے کہ خدا نے اپنے محبوب کو علم ما کان و مایکون عطا فرمایا ہے۔

تو دانائے ما کان و ما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

حدیث نمبر۲:

حضرت ابوزید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز فجر پڑھائی پھر منبر پر جلوہ فرما ہو کر خطاب فرمایا۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا پھر نماز پڑھی پھر منبر پر تشریف فرما ہو کر خطاب فرمایا۔ یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا پھر نماز ادا فرمائی پھر منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ ارشاد فرمایا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اس عرصے میں آپ نے:

فَاَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَبِمَا هُوَ كَائِنٌ ○ (مسلم شریف، ج۲، ص۳۹۰)

پس ہمیں خبر دی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہونے والا تھا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم ماکان وما یکون سے سرفراز فرمایا ہے۔

حدیث نمبر۳:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ فِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ ○ (بخاری کتاب بدء الخلق)

رسول خدا ﷺ نے ایک جگہ ہم میں قیام فرمایا پس ہمیں مخلوق کے ابتدائے پیدائش کی خبر دی یہاں تک کہ جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ دوزخ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث میں شرح کی علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے۔

فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِهَا اِلٰى اِنْتِهَائِهَا ○

اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوق کے سارے حالات کی از ابتداء تا انتہا خبر دے دی۔

اس حدیث میں دو چیزیں بیان ہوئیں ایک مخلوق کی پیدائش سے لے کر حضور ﷺ تک سارے حالات اور دوسرے حضور ﷺ سے لے کر مخلوق کے جنت و دوزخ میں داخل ہونے تک کے سارے حالات اور یہی علم ماکان وما یکون ہے۔

معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عالم ماکان وما یکون بنایا ہے اور یہ عقیدہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کیونکہ وہ اس حدیث کے راوی ہیں اگر یہ عقیدہ درست نہ ہوتا تو آپ اس کی تبلیغ نہ فرماتے اور ہم اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے علم کے بارے میں ہمارا وہی عقیدہ ہے جو فاروق کا عقیدہ ہے اور ان کا عقیدہ غلط نہیں ہو سکتا لہٰذا ہمارا عقیدہ بھی غلط نہیں ہو سکتا نتیجہ یہ نکلا کہ الحمد للہ ہمارے عقیدے صحابہ والے ہیں۔

اب چند احادیث ماکان (جو کچھ ہو چکا) کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں

حدیث نمبر ۱:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (عالم ارواح) میں حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے اپنے رب کے سامنے جھگڑا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا تم وہی آدم ہو جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اپنی روح تمہارے اندر پھونکی تھی۔ ملائکہ سے تم کو سجدہ کرایا تھا اور تمہیں جنت میں رکھا تھا۔ پھر تم نے اپنی لغزش کی بنا پر لوگوں کو زمین پر اتارا حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تم وہی موسیٰ ہو جن کو خدا نے اپنی رسالت کا منصب دے کر برگزیدہ کیا اپنے کلام سے نوازا اور تم کو تختیاں دیں جن میں ہر

چیز کا بیان تھا پھر تم کو خدا نے سرگوشی کی عزت بخشی۔ پس تم نے تورات کو میرے پیدا ہونے سے کتنا عرصہ پہلے لکھا ہوا پایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تورات تیرے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا تم نے تورات میں یہ بھی لکھا ہوا پایا آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ بہک گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں حضرت آدم علیہ السلام نے کہا تم مجھ کو ایسی بات پر ملامت کیوں کرتے ہو جس کے کرنے پر خدا کے لکھنے سے مجبور تھا اور خدا نے میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کرلیا۔

(مشکوٰۃ باب الایمان القدر)

حدیث نمبر۲:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آج رات اپنی ستر عورتوں سے ہمبستری کروں گا اس نتیجے میں ہر ایک کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اللہ کے راستے میں جہاد کرے گا ان کے ایک صحابی نے کہا آپ انشاء اللہ کہیں لیکن آپ نے نہ کہا اور آپ ان عورتوں کے ہاں تشریف لے گئے۔ صرف ایک کے ہاں ناقص لڑکا پیدا ہوا باقی کسی کے ہاں کچھ بھی پیدا نہ ہوا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو ہر ایک کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوتا جو خدا کے راستے میں جہاد کرتا۔

(مسلم شریف، ج ۲، ص ۴۹)

حدیث نمبر۳:

حضرت صہیب رومی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا

تو اس نے بادشاہ سے کہا اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ آپ میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیں میں اس کو جادو کی تعلیم دے دوں بادشاہ نے اس سے جادو سیکھنے کے لئے ایک لڑکا بھیج دیا جب وہ جاتا تو اس کے راستے میں ایک راہب پڑتا تھا وہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کی باتیں سنتا تھا اور اسے اس کی باتیں اچھی لگتی تھیں اور وہ جادوگر کے پاس پہنچتا تھا تو جادوگر اس کو مارتا تھا لڑکے نے راہب سے اس کی شکایت کی راہب نے اس سے کہا جب تم کو ساحر سے خوف ہو تو کہہ دینا گھر والوں نے مجھے روک لیا تھا اور جب گھر والوں سے خوف ہو تو کہہ دینا کہ ساحر نے مجھے روک لیا تھا۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا اسی اثناء میں ایک بڑے درندے نے لوگوں کا راستہ روک لیا لڑکے نے سوچا آج میں آزماؤں گا کہ ساحر افضل ہے یا راہب اس نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا اے اللہ اگر تجھ کو راہب کا کام ساحر سے زیادہ پسند ہے تو اس جانور کو قتل کر دے تا کہ لوگ گزرنے لگیں اس نے پتھر مار کر اس جانور کو قتل کر ڈالا اور لوگ گزرنے لگے پھر اس نے راہب کے پاس جا کر اس کی خبر دی راہب نے اس سے کہا اے بیٹے آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو اور تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا ہے جس کو میں دیکھ رہا ہوں عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتہ نہ بتانا یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور برص والے کو شفایاب کر دیتا تھا اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کرتا تھا بادشاہ کا ایک درباری تھا اور وہ اندھا تھا اسنے جب یہ خبر سنی تو اس کے پاس بہت سے ہدیے لے کر حاضر ہوا اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو یہ سب چیزیں میں تمہیں دے دوں گا لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو اللہ دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا اللہ تم کو شفا دے گا۔ وہ اللہ پر ایمان لے آیا اور اللہ نے اس کو شفا دی وہ بادشاہ کے پاس گیا

اور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھا بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری بینائی کس نے لوٹائی ہے اس نے کہا میرے رب نے بادشاہ نے کہا کیا میرے سوا کوئی تیرا رب ہے اس نے کہا میرا اور تمہارا رب اللہ ہے بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اس کو اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے اس لڑکے کا پتہ نہ بتا دیا۔ پھر اس لڑکے کو لایا گیا بادشاہ نے اس سے کہا اے بیٹے تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو برص کی بیماری والوں کو شفایاب کرتے ہو اس لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو صرف اللہ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو یہاں تک اذیت دی کہ اس نے راہب کا پتہ بتا دیا پھر راہب کو لایا گیا۔ اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ اس نے انکار کیا اس نے اس کے سر پر آرا رکھا اور چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اس لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ اس لڑکے نے انکار کیا بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس لڑکے کو فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو اگر یہ اپنے دین سے پلٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو اس چوٹی سے پھینک دینا۔ وہ لوگ اس لڑکے کو لے کر گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے اس لڑکے نے دعا کی اے اللہ تو جس طرح چاہے ان سے مجھے بچا لے۔ اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ سب پہاڑ سے گر گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا جو تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے۔ بادشاہ نے پھر اپنے اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس کو ایک کشتی میں سوار کرو جب کشتی سمندر کے درمیان پہنچے تو اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دینا وہ لوگ اس کو لے گئے۔ اس نے دعا کی اے اللہ تو جس طرح چاہے ان سے مجھے بچا لے وہ

کشتی فوراً الٹ گئی وہ سب غرق ہو گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا بادشاہ نے پوچھا جو لوگ تیرے ساتھ گئے ان کا کیا ہوا اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا پھر اس نے بادشاہ سے کہا تم مجھے اس وقت تک نہیں قتل کر سکتے جب تک میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا عمل ہے لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے درخت پر سولی کے لئے لٹکا دو پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو اور تیر کو کمان کے چلہ میں رکھ کر کہو اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو جب تم ایسا کرو گے تو مجھے ہلاک کر دو گے۔ بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس کو ایک درخت کے تنے میں لٹکا دیا پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا۔ پھر اس تیر کو کمان کے چلے میں رکھا پھر کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تب وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر پیوست ہو گیا۔ اس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ تمام لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا گیا تم جس بات سے ڈرتے تھے اللہ نے تمہارے ساتھ وہی کر دیا تمام لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے گلیوں کے دہانے پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ جلائی گئی اور کہا گیا جو اپنے دین سے پھرے اس کو اس جلتی آگ میں ڈالو لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے۔ آخر میں ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ عورت اس آگ میں داخل ہونے سے جھجکی اس کے بچے نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق پر ہو۔

(مسلم شریف، ج ۲، ص ۴۱۵)

اب چند احادیث ما یکون (کیا ہو گا) کے متعلق ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ا:

عَنْ حُذَیْفَةَ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَا تَرَکَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِیْ مَقَامِہٖ ذَالِكَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّاحَدَّثَ بِہٖ حَفِظَہٗ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ ○ (مشکوٰۃ کتاب الفتن، مسلم شریف، ج۲،ص ۳۹۰)

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا اور جو باتیں اس وقت سے قیامت تک ہونے والی تھیں سب کا ذکر فرمایا جن لوگوں نے ان باتوں کو یاد رکھا، یاد رکھا اور جو بھول گئے، بھول گئے۔

حدیث نمبر ۲:

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاِنَّا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ ○ (مجمع الزوائد، ج۸،ص ۲۸۷)

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم نے اس دنیا کو اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے۔ اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہیں۔

حدیث نمبر ۳:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

عُرِضَتْ عَلَیَّ اُمَّتِیْ فِیْ صُوَرِھَا فِی الطِّیْنَ کَمَا عُرِضَتْ عَلٰی آدَمَ وَاُعْلِمْتُ مَنْ یُّؤْمِنُ بِیْ وَمَنْ یَّکْفُرُبِیْ ○

ترجمہ: ہم پر ہماری امت پیش کی گئی اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح

کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی۔ ہمیں بتا دیا گیا کہ کون ہم پر ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا۔

جب یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی مومن و کافر کی خبر ہوگئی ہے ہم تو ان کے ساتھ ہیں اور ہم کو پہچانتے نہیں۔ یہ خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد وثناء بیان فرمائی پھر فرمایا۔

مَابَالُ اَقْوَامٍ طَعَنُوْا فِیْ عِلْمِیْ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ فِیْمَا بَیْنَکُمْ وَبَیْنَ السَّاعَةِ اِلَّا اَنْبَأْتُکُمْ بِهٖ○

(تفسیر معالم التنزیل، ج ۱، ص ۳۸۱۔ تفسیر خازن، ج ۱، ص ۳۸۲)

ان لوگوں کا کیا حال ہے جو ہمارے علم میں زبان طعن دراز کرتے ہیں اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم ہم سے پوچھو گے ہم تمہیں خبر دیں گے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرنا یہ منافقوں کا طریقہ ہے اور منافقوں کے بارے میں قرآن نے فرمایا۔ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ○ بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔

علاوہ ازیں یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے سارے حالات کو جانتے ہیں۔

سوم:

راحم کے لوازمات میں سے تیسری بات یہ ہے کہ صرف عالم ہونے سے بھی کسی پر رحم نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ رحم کرنے والا مرحوم تک اپنی رحمت پہنچانے کی قدرت و اختیار نہ رکھتا ہو۔ مثال کے طور پر ایک شخص شب و روز ہمارے پاس مقیم ہے وہ دن رات خدا تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت میں مشغول

رہتا ہے اور عبادت و ریاضت کرتے اس قدر کمزور ہو گیا ہے کہ اس کا چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا اس کے لئے دشوار ہو گیا۔ اگر ایسے شخص کو ڈاکہ زنی اور قتل و غارت کے الزام میں پکڑ کر تختہ دار پر لٹکا دیا جائے اور وہ بیگناہ اس وقت ہم سے رحم کی درخواست کرتے ہوئے کہے کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ میں بیگناہ ہوں۔ آپ مجھ پر رحم کیوں نہیں کرتے تو ہم اسے یہی جواب دیں گے کہ واقعی ہم آپ کے حالات سے اچھی طرح واقف ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ آپ بے گناہ ہیں مگر فقط جاننے سے کیا ہوتا ہے ہمارے پاس اختیار نہیں کہ آپ کو تختہ دار سے بچا لیں جب تک اپنی رحمت آپ تک پہنچانے کا ہمیں اختیار نہ ہو ہم آپ پر رحم کر نہیں سکتے۔ معلوم ہوا کہ قدرت و اختیار کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جب حضور ﷺ تمام مخلوقات کے لئے راحم ہیں تو ہر ذرہ کائنات تک رحمت پہنچانے کا اختیار بھی آپ کو حاصل ہے اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو مختار بنا کر بھیجا ہے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل اول:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ربیعہ بن کعب سے فرمایا سَلْ کچھ مانگ لو انہوں نے عرض کی اَسْئَلُكَ مَرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ میں آپ سے یہ مانگتا ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ ارشاد فرمایا کچھ اور مانگ لو عرض کی بس یہی کافی ہے۔ (مشکوٰۃ باب السجود)

اس حدیث سے تین طرح حضور ﷺ کا اختیار ثابت ہوا۔

(۱) حضور ﷺ نے فرمایا ہم سے مانگ لو اور مانگا اس سے جاتا ہے جس کے پاس مطلوبہ چیز موجود ہو اور اسے عطا کرنے کا اختیار ہو۔

(۲) حضرت ربیعہ نے عرض کی میں آپ سے مانگتا ہوں۔ معلوم ہوا کہ صحابی رسول کا یہ عقیدہ ہے کہ میری مطلوبہ چیز مجھے عطا کرنے کا ان کو اختیار

حاصل ہے۔

(۴) حضور ﷺ نے فرمایا کچھ اور مانگ لو معلوم ہوا کہ جنت کے علاوہ بھی نعمتیں عطا کرنے کا اختیار آپ کو کلی طور پر حاصل ہے۔

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

دلیل دوم:

حضرت بشیر سے روایت ہے کہ جب مہاجرین ہجرت فرما کر مدینہ آئے تو یہاں کا پانی ان کو راس نہ آیا ایک چشمہ تھا میٹھے پانی کا جو نبی غفار کے ایک آدمی کی ملکیت میں تھا اور وہ من مرضی کی قیمت پر اس پانی کو فروخت کرتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے فرمایا یہ چشمہ جنت کے چشمے کے عوض فروخت کر دو۔ اس نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرا اور میرے اہل وعیال کا گزر اوقات اسی پر ہے لہٰذا میں اسے فروخت نہیں کر سکتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر پہنچی آپ نے وہ چشمہ پینتیس ہزار درہم میں خرید لیا اور پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی۔

یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَجْعَلُ لِیْ مِثْلَ الَّذِیْ جَعَلْتَ لَهٗ عَیْنًا فِی الْجَنَّةِ اِنِ اشْتَرَیْتُهَا قَالَ نَعَمْ ○

یارسول اللہ ﷺ کیا آپ میرے لئے بھی ایسا ہی جنتی چشمہ دینے کا وعدہ کرتے ہیں اگر میں اسے خریدوں فرمایا ہاں پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں نے چشمہ رومہ خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔ (مجمع الزوائد، ج ۳، ص ۱۲۹)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو مختار جان کر آپ سے جنتی چشمہ خریدا۔ معلوم ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ رسول خدا ﷺ جنت کی

نعمتیں عطا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

دلیل سوم:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس کی اجازت نہیں ہاں اگر وہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دیں تو پھر وہ دوسرا نکاح کر سکتے ہیں۔ مقام غور ہے قرآن فرماتا ہے۔

فَانْكِحُوْا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ○

ترجمہ: جن عورتوں کو تم پسند کرتے ہو ان سے نکاح کرو، دو سے تین سے اور چار سے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ عرض نہیں کی خدا تو چار تک کی اجازت دیتا ہے اور آپ مجھے دوسرے نکاح سے کیوں روک رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کو اختیار دیا ہے کہ جو حکم جس کے ساتھ چاہیں خاص کر دیں اور جس سے چاہیں ساقط کر دیں۔

دلیل چہارم:

حدیث میں آتا ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

فَاَسْلَمَ عَلٰٓى اَنَّهٗ لَا يُصَلِّىْ اِلَّا صَلَاتَيْنِ فَقَبِلَ ذٰلِكَ مِنْهُ○

(مسند امام احمد، ج ۵، ص ۲۴)

وہ اس شرط پر آپ پر ایمان لایا کہ وہ صرف دو نمازیں پڑھے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرمالی حالانکہ خدا نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین نمازیں اپنے اختیار سے معاف فرمادیں۔

دلیل پنجم:

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔
اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَةً مِّنَ النَّھَارِ ○ (طبرانی کبیر)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لئے چلنے سے باز رہے وہ رُک گیا۔ (الامن، ص ۱۱۶)

دلیل ششم:

حضرت محمد بن مالک فرماتے ہیں کہ میں نے براء کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگشتری کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت براء نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ کے سامنے مال غنیمت غلام و متاع حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرما رہے تھے۔ سب مال بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی بچ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک اُٹھا کر اپنے اصحابہ کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کر لی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نیچی کر لی پھر نظر اُٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء میں حاضر ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ سید اکرم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی پھر فرمایا۔ "اِلْبَسْ مَا کَسَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ" جو کچھ تمہیں اللہ اور اس کا رسول پہناتے ہیں وہ پہن لو حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار دوں جسے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لے پہن لے جو اللہ اور اس کا رسول پہنائے۔ (الامن، ص ۱۶۸۔ مسند امام احمد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے حُرِّمَ لِبَاسَ الْحَرِیْرِ وَالذَّھَبِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِیْ

ریشمی لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اختیار سے کام لیتے ہوئے حضرت براء رضی اللہ عنہ کے لئے جائز قرار دے دیا۔

دلیل ہفتم:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت سبعہ بنت سہیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالم میرے خاوند ابو حذیفہ کا غلام میرے پاس آتا ہے تو ابو حذیفہ کو یہ بات ناپسند ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو اپنا دودھ پلا دو عرض کی کیسے دودھ پلاؤں وہ تو بڑی عمر کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا میرے علم میں ہے کہ وہ بڑی عمر کا ہے سہلہ نے سالم کو اپنا دودھ پلا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی اب حذیفہ کراہت نہیں کرتا حالانکہ سالم بدری صحابی تھا۔ (ابن ماجہ، ص ۱۳۹)

کوئی عورت اپنے بچے کو بھی دو سال سے زیادہ دودھ نہیں پلا سکتی لیکن نبی کے حکم سے ایک غیر مرد کو سہلہ نے اپنا دودھ پلا کر اپنا رضاعی بیٹا بنا لیا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار تھا۔

یا محمد پکارا جو منجدھار میں خود ہی موجوں نے ساحل پہ پہنچا دیا
جو سمجھتا نہیں ان کو مختار کل وہ اگر ڈوب جائے تو میں کیا کروں

چہارم:

راحم کے لوازمات کے لئے چوتھی بات یہ ہے کہ صرف قدرت و اختیار سے بھی کام نہیں چلتا کسی پر رحم کرنے کے لئے یہ بات بھی ضروری ہے رحم کرنے والا مرحوم کے قریب ہو اسکی مثال یوں ہے کہ مثلاً آپ تین فرلانگ کے فاصلے پر کھڑے ہیں۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ ایک خونخوار دشمن نے آپ کے مخلص

دوست پر حملہ کر دیا وہ چلا کر آپ سے رحم کی درخواست کرنے لگا آپ اس کی مدد کے لئے دوڑے اور خلوص قلب سے اس پر رحم کرنے کے لئے آگے بڑھے مگر آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی دشمن نے اسے ہلاک کر دیا۔ اب غور کریں آپ زندہ بھی ہیں اور اس دوست کے حال کے عالم بھی ہیں رحم کرنے کی قدرت اور طاقت بھی ہے آپ اپنے اختیار سے رحم کر سکتے ہیں لیکن صرف اس وجہ سے اس پر رحم نہ کر سکے آپ اس سے دور ہیں قریب نہیں۔ معلوم ہوا کہ رحم کرنے کے لئے قریب ہونا بھی ضروری ہے جب آپ کا راحم ہونا ثابت ہے تو یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ آپ روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے کائنات کے قریب ہیں اور ساری مخلوقات آپ کے قریب ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۱:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے جب کنوارے زانی اور زانیہ کو کوڑوں کی سزا مل رہی ہو تو:

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: اور چاہیے کہ انکی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔

جب حضرت سلیمان کا خط بلقیس کو پہنچا تو اس نے اپنے سرداروں سے کہا:

قَالَتْ يٰاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِىْ فِىْٓ اَمْرِىْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنَ ○

ترجمہ: بولی اے سردارو میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو میں کسی معاملے میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو۔

مشرکین کہتے تھے کہ فرشتے رب تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ خدا فرماتا ہے:

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ ○

ترجمہ: یا ہم نے ملائکہ کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ حاضر تھے۔

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا○

ترجمہ: اے نبی ہم نے آپ کو حاضر و ناظر بنا کر بھیجا۔

ان آیات میں شَھِدَ یَشْھَدُ سے بنے جتنے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے معنے ہیں حاضر و ناظر چنانچہ مفردات امام راغب میں ہے۔

اَلشُّھُوْدُ وَالشَّھَادَۃُ الْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاھِدَۃِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِیْرَۃِ○

شھود اور شہادت کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے بصر کے ساتھ ہو یا بصیرت کے ساتھ اور تفسیر روح المعانی اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے۔

اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَاھِدًا عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْھِمْ○

ترجمہ: ہم نے آپ کو بھیجا حاضر و ناظر بنا کر ان سب پر جن کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔

اب دیکھنا ہے کہ اپ کن کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

تَبَارَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا○

ترجمہ: برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے اور نذارت صفت نبوت ہے اب معنی یہ ہوئے کہ سارے جہانوں کا نبی اور مسلم شریف کی حدیث ہے۔

اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً○

ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

پس ثابت ہوا کہ آپ ساری مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں اور ساری کائنات آپ کے قریب ہے۔

دلیل نمبر۲:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی نے لکھا ہے۔

اِنَّ جَسَدَہٗ الشَّرِیْفَ لَا یَخْلُوْا مِنْہُ زَمَانٌ وَلَا مَکَانٌ وَلَا مَحَلٌّ وَلَا اِمْکَانٌ وَلَا عَرْشٌ وَلَا لَوْحٌ وَلَا کُرْسِیٌّ وَلَا قَلَمٌ وَلَا بِرٌّ وَلَا بَحْرٌ وَلَا سَھْلٌ وَلَا وَعْرٌ وَلَا بَرْزَخٌ وَلَا قَبْرٌ○ (جواہر البحار، ج۲، ص۱۱۵)

بے شک آپ کے وجود سے کوئی زمانہ، مکان محل عرش لوح کرسی قلم خشکی تری میدان اور پہاڑ برزخ اور قبر خالی نہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

دلیل نمبر۳:

وصال کے بعد حضرات انبیاء کرام کی حالت ملائکہ جیسی ہوتی ہے اور ان کا مزاج ان کی طرح ہو جاتا ہے۔ فرشتے آن کی آن میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔ وفات کے بعد یہی حال نبیوں کا ہو جاتا ہے مثلاً معراج کی رات حضرت آدم علیہ السلام نے ایک آن ہی ایک ہزار سال کا راستہ طے کر لیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آن کی آن میں دو ہزار سال کا راستہ طے کر لیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے تین ہزار سال کا راستہ طے کر لیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے چار ہزار سال کا راستہ طے کر لیا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پانچ ہزار سال، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھ ہزار سال اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات ہزار سال کا راستہ طے کر لیا۔ اسی طرح اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھوڑی دیر میں زمین و آسمان کی سیر فرمالیں تو آپ کے لیئے کوئی مشکل نہیں کیونکہ آپ تمام نبیوں سے افضل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ سرعت سیر کے ذریعے تمام مخلوق کے قریب ہیں۔

دلیل نمبر ۴:

آن واحد میں متعدد مقامات پر موجود ہونا نہ صرف ممکن ہے بلکہ امر واقعہ ہے مثلاً ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو اس نے کہا اللہ بھی آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا۔ آپ نے دریافت فرمایا فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا صحابہ نے عرض کی وہ فوت ہو گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اس کے باپ سے فرمایا۔

اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِیَ بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهٗ یَنْتَظِرُكَ○

کیا تم یہ بات پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازے سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر موجود ہو کر تمہارا انتظار کر رہا ہو۔

ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ آیا یہ بشارت اس کے لئے خاص ہے یا ہم سب کے لئے ہے۔ آپ نے فرمایا تم سب کے لئے ہے۔

(مسند احمد، ج ۳، ص ۴۳۶)

ملا علی قاری نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اِنَّ الْوَلَدَ مَوْجُوْدٌ فِیْ کُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ○

(مرقاۃ، ج ۴، ص ۱۰۹)

جب حضور ﷺ کے صحابی کے چھوٹے لڑکے کا یہ کمال ہے کہ وہ آن واحد میں جنت کے آٹھوں دروازوں پر موجود ہو گا تو پھر اگر نبی پاک ﷺ خود آن واحد میں کئی مقامات پر موجود ہو جائیں تو کوئی مشکل نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے

ناگہاں ہم نے ایک چادر اور ایک ہاتھ دیکھا ہم نے عرض کی یارسول یہ چادر اور یہ ہاتھ کیسا ہے جو ہم نے دیکھا ہے۔ فرمایا کیا تم نے دیکھا عرض کی ہاں ہم نے دیکھا ہے۔ فرمایا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جنہوں نے مجھے سلام کیا ہے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ کا طواف کر رہا تھا ناگہاں میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کسی سے مصافحہ کیا اور میں نے اسے دیکھا نہیں ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کسی سے مصافحہ کیا ہے اور ہم نے اسے دیکھا نہیں فرمایا وہ میرے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے میں ان کا انتظار کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے طواف سے فارغ ہو گئے پھر میں نے ان پر سلام پیش کیا۔

(روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵)

دیکھئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر بھی جلوہ افروز ہیں اور زمین پر کعبہ کے گرد طواف بھی کر رہے ہیں۔

جب معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کی امامت کرائی تو پھر آسمان پر تشریف لے گئے اور حضرت آدم، حضرت عیسیٰ، حضرت یوسف، حضرت ادریس، حضرت ہارون، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا۔

یہاں قابل غور یہ امر ہے کہ ان میں سے جو نبی وفات پا چکے تھے وہ اپنی قبروں میں عالم برزخ میں بھی موجود تھے جو مستقل ایک جہان ہے اور اس جہان دنیا مسجد اقصیٰ میں بھی موجود تھے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر جلوہ افروز ہوئے۔ جسے عالم آخرت کہا جا سکتا ہے تو وہاں بھی اپنے اپنے مقامات پر یہ حضرات موجود تھے۔ معلوم ہوا تمام انبیاء علیہم السلام بیک وقت عالم دنیا یعنی مسجد اقصیٰ عالم برزخ اپنی قبور میں اور عالم آخرت

آسمانوں پر موجود تھے جب ان کا ہر عالم میں موجود ہونا ثابت ہے تو امام الانبیاء کا ہر مکان میں موجود ہونا کیونکر ناممکن ہوسکتا ہے۔ یقیناً آپ بھی عالم دنیا میں عالم برزخ میں اور عالم آخرت میں بیک وقت موجود ہو سکتے ہیں اس سے انکار کرنا جہالت کا نتیجہ تو ہوسکتا ہے علم کا نہیں۔

بحکم خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانہ تمہارا

امام عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ:

معراج کے فائدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جسم واحد آن واحد میں دو مکانوں میں موجود ہو گیا جیسا کہ حضور ﷺ نے نیک بخت اولاد آدم کے افراد میں خود اپنی ذات کریمہ کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ حضور ﷺ نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات کی اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی حالانکہ وہ اپنی اپنی قبروں میں موجود تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے بارے میں اس طرح فرمایا کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اس طرح نہ فرمایا کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کی روح کو دیکھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح کو دیکھا ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے ان روح مع الجسد دیکھا یعنی جس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اسی کو مسجد اقصیٰ میں اور پھر اسی کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔ (الیواقیت والجواہر، ج۲، ص ۳۶)

حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ:

مَامِنْ مُّسْلِمٍ یَّتَوَفّٰی لَہٗ ثَلَاثَۃٌ مِّنَ الْوَلَدِ لَمْ یَبْلُغُوا الْحِنْثَ اِلَّا تَلَقَّوْہُ مِنْ

اَبْوَابِ الْجَنَّةِ الثَّانِيَةِ مِنْ اَيُّهَا شَاءَ دَخَلَ ○

(مسند امام احمد، ج ۴، ص ۱۸۳۔ طبرانی کبیر، ج ۱۷، ص ۱۱۹)

جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں وہ جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس دروازے سے بھی داخل جنت ہو گا وہ بچے اس سے ملاقات کریں گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ تینوں بچے آن واحد میں جنت کے آٹھوں دروازوں پر موجود ہوں گے اور اپنے باپ سے ملاقات کریں گے جب آپ کی امت کے بچوں کو یہ کمال ہے تو پھر خود امام الانبیاء کیونکہ آن واحد میں کئی مقامات موجود نہیں ہو سکتے۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

علاوہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ:

جب حضرت جبرائیل امین علیہ السلام، حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو اسی وقت اپنے مقام سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہ ہوتے تھے یعنی آن واحد میں دو مقامات پر موجود ہوتے تھے۔ (روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵)

علامہ نبہانی نے لکھا ہے کہ اِنَّمَا جِبْرِيْلُ خُلِقَ لِخِدْمَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ○

جبریل تو پیدا ہی ہمارے نبی کی خدمت کے لئے ہوئے ہیں جب خادم اور غلام کا یہ کمال ہے کہ آن واحد میں دو مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں تو آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کمال ہو گا۔

محمد کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ
ہے جبریل ان کا غلام اللہ اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ○

ترجمہ: عنقریب تمہارا رب تمہیں مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔

حضرت شیث علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ کا رتبہ زیادہ ہے یا پیغمبر آخرالزماں کا جن کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ان کا مرتبہ مجھ سے زیادہ ہے کیونکہ ان کی امت کو اللہ تعالیٰ نے چھ باتیں ایسی عطا فرمائیں ہیں جو کہ مجھ کو نہیں ملیں اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مجھے ایک خطا سے جنت سے نکالا گیا اور اس کی امت بڑے بڑے گناہ کے باوجود بہشت میں جائے گی۔

(۲) ایک خطا کے بدلے میرا پردہ فاش ہوا اور اللہ نے فرمایا فَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی اور امت بنی آخرالزماں ہزاروں گناہ کرے گی اور ان کا پردہ چاک نہ کیا جائے گا۔

(۳) مجھے ایک بھول پر برہنہ کیا گیا لیکن آپ کی امت کے گنہگاروں کو ننگا نہ کیا جائے گا بلکہ ہر ایک شخص پر موت اور زندگی میں ستر پوشی ہوگی وہ ننگے ہو کر گناہ کریں گے مگر گناہ کے بعد انہیں لباس پہنایا جائے گا۔

(۴) مجھے گناہ کی معافی کے لئے گھر سے باہر جانا پڑا اور مکہ پہنچ کر میری توبہ قبول ہوئی وہ لوگ گھر سے باہر گناہ کریں گے اور گھر آ کر توبہ کر لیں گے خدا ان کی توبہ کو قبول کر لے گا اور سارے گناہ بخش دے گا۔

(۵) مجھ سے لغزش سرزد ہوئی اس کے بدلے میں میری بیوی مجھ سے جدا کر

دی گئی لیکن ان کے گناہوں پر ان کی بیویاں ان سے جدا نہ کی جائیں گی۔

(۶) مجھے ایک لغزش کی وجہ سے تین سو سال تک رلایا اور اس کے بعد میری توبہ قبول ہوئی اور ان کی امت کو خالی ندامت اور پشیمانی کی وجہ سے توبہ کی قبولیت کا درجہ ملے گا۔ (تنبیہ الغافلین)

کتنی بار توں توبہ کیتی کتنی بار تروڑی
اے پُر نفس کمینے میرے توں اجے وی بدی نہ چھوڑی

حضور قبلہ عالم پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری نے فرمایا کہ عام بشر اور مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ستائیس درجوں کا فرق ہے سب سے نیچے بشر کا مقام ہے اس کے اوپر مومن کا مقام ہے اس کے اوپر صالح کا مقام ہے بعد ازاں شہید کا مرتبہ ہے اس کے اوپر متقی کا مقام ہے اس پر مجتہد کا رتبہ ہے اس پر اوتاد کا مقام ہے بعد ازاں ابدال کا مرتبہ ہے اس کے اوپر قطب کا مقام ہے اس پر قلب الاقطاب کا مقام ہے پھر مرتبہ ہے غوث کا اس پر مقام ہے غوث اعظم کا پھر تبع تابعین کا اس کے اوپر مقام ہے تابعی کا پھر صحابی کا مرتبہ ہے اس کے اوپر مقام ہے انصاری کا بعد ازاں اس پر رتبہ ہے مہاجر کا اس کے اوپر مقام ہے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پھر اس کے اوپر مقام ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا اس کے اوپر مقام ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اس پر رتبہ ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اس کے اوپر مرتبہ نبی کا پھر ان پر رتبہ ہے رسول کا اس پر مقام ہے اولوالعزم رسول کا پھر ان پر رتبہ بلند ہے خلیل کا اس کے اوپر مقام ہے خاتم النبیین رضی اللہ عنہ کا پھر اس وصف پر رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اس پر مقام ہے حبیب کا اور پھر اس پر درجہ ہے مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (شان حبیب الرحمٰن، ص ۱۰۲)

کیا عاشقوں کو گرفتار گیسو
حسینوں کی بانکی ادا بن کے آیا

بڑے گل کھلے تھے مگر اس چمن میں
بہار آئی جب مصطفیٰ بن کے آیا

حضرت نوح علیہ السلام:

جب حضرت نوح علیہ السلام قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے قوم کی ہلاکت کی دعا مانگی۔ خدا فرماتا ہے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا○

ترجمہ: اور نوح (علیہ السلام) نے عرض کی اے میرے رب زمین پر کافروں میں سے بسنے والا نہ چھوڑ۔

اس وقت حضرت جبریل امین علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی۔ اے نوح (علیہ السلام) آپ نے کافروں پر عذاب کی دعا مانگی مومنوں کی مغفرت کی دعا بھی مانگیں آپ نے مومنوں کے لئے اس طرح دعا مانگی۔

رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا○

ترجمہ: اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ اور جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے۔

پھر جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی۔

اُدْعُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ مَنْ بَعْدِكَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ○

ان مومن مردوں اور عورتوں کے لئے دعا مانگو جو آپ کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہوں گے اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے دعا مانگی وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرمادے۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا برائے ہلاکت کافراں قبول ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت کی دعا بھی بفضلہٖ تعالیٰ ضرور قبول ہوگی۔ (رکن اول باب پنجم فصل ہفتم، ص ۷۸)

خدا تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو تین چیزیں عطا فرمائیں تاکہ وہ طوفان آب سے نجات پا جائیں مثلاً جب آپ کشتی میں سوار ہوئے تو پڑھا بسم اللہ مجریھا ومرسھا اس کی برکت سے آپ کی کشتی پانی پر تیرنے لگی بعد ازاں آپ نے کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝

ترجمہ: اس کی برکت سے آپ اور آپ کے امتی کافروں کی طرف سے کسی قسم کے نقصان سے محفوظ رہے۔ پھر طوفان کے اختتام پر سلامتی سے کشتی سے اترے خدا فرماتا ہے۔

یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ۝

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے ہمیں بھی تین چیزیں عطا فرمائی ہیں۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور الحمد شریف اور سلام ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۝ حضرت نوح علیہ السلام کو خدا نے بسم اللہ + الحمد للہ اور سلام تین چیزیں دیں تاکہ وہ طوفانِ آب سے محفوظ رہیں اور یہ تینوں چیزیں ہمیں یعنی امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں تاکہ ہم طوفان عذاب سے محفوظ و مامون رہیں۔

(معارج، ج۱، ص ۸۰)

حضرت ہود علیہ السلام:

قوم عاد ہوا کے عذاب سے ہلاک ہوگئی جب خدا نے ہوا کا عذاب بھیجنا چاہا تو حضرت ہود علیہ السلام کو حکم ہوا کہ تم مسلمانوں کو شہر سے باہر لے جاؤ اور اپنے

اور ان کے گرد ایک خطِ دائرہ کھینچ لو اور کوئی اس دائرے سے باہر قدم نہ رکھے۔
حسب الارشاد رب العباد حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے اور مومنوں کے گرد ایک گول لکیر کھینچ لی اور سب لوگ لکیر کے اندر بیٹھ گئے اب ہوا کا زبردست طوفان آیا لیکن خدا کی قدرت ہوا دائرہ کے باہر قلعوں کو ڈھاتی اونٹوں کو میلوں اونچا اڑاتی درختوں کو جڑ سے اکھیڑتی وہ ہوا دائرے میں مسلمانوں کے ماتھے کا پسینہ بھی خشک نہ کرتی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک قلعہ عطا فرمایا جو اس قلعے میں داخل ہو گیا وہ خدا کے عذاب سے محفوظ ہو گیا اور وہ یہ ہے کہ:

جب حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم خچر پر سوار ہو کر نیشاپور پہنچے تو آپ کے چہرے مبارک پر نقاب تھا جس وقت نیشاپور بازار میں آپ کی سواری پہنچی تو امام ابوزرعہ اور محمد اسلم طوسی آپ سے آ کر ملے ان دونوں محدثوں کے ساتھ کئی ہزار سامعین اور طالبین حدیث لگے ہوئے تھے۔ ان حضرات نے جب امام علی رضا کی سواری آتی دیکھی تو دوڑ کر آپ کی رکابیں پکڑیں اور عرض کی اے سید ابن السادات للہ ہمیں اپنا جمال مبارک دکھا دیجئے۔ یہ کلام سن کر حضرت امام علی رضا نے اپنے چہرے سے نقاب الٹ دیا پھر ان محدثین نے عرض کی حضرت ہمیں کوئی ایسی حدیث سنا دیجئے جس کی تمام اسناد آپ کے خاندان سے ہوں آپ نے فرمایا۔

میں نے اپنے باپ امام موسیٰ کاظم سے سنا انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے سنا انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے سنا انہوں نے اپنے باپ امام حسین سے سنا انہوں نے اپنے والد ماجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث

حضرت جبریل امین علیہ السلام نے بیان کی اور حضرت جبریل علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے خدا تعالیٰ سے سنا کہ ارشاد خداوندی ہوا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِيْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِيْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ اَمَنَ مِنْ عَذَابِيْ ۝

لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے یہ کہا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے نجات پا گیا۔

بعد ازاں امام علی رضا نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال دی اس حدیث کو لکھنے والوں کا شمار کیا گیا تو وہ بیس ہزار تھے۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۲۰۵)

حاکم سامانہ نے اس حدیث کو مع اسناد کے سونے کے پانی سے لکھ کر بہت تعظیم سے اپنے پاس رکھا ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہو کیا گزری کہا حدیث کے ادب سے بخشا گیا۔

ہور دوا نہ دلدی کاری کلمہ دلدی کاری ہو
کلمہ دور زنگار کریندا کلمے میں اتاری ہو
کلمہ ہیرے لعل جواہر کلمہ پٹ پساری ہو
ایتھے اوتھے دونویں جہانیں باہو کلمہ دولت ساری ہو

بن مانگے ملنا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے نعمتیں مانگتے تو خدا تعالیٰ ان کو وہ نعمتیں عطا فرما دیتا لیکن ہمارے رسول وہ ہستی ہیں کہ خدا تعالیٰ وہ نعمتیں آپ کو بن مانگے عطا فرما دیتا تھا چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی:

وَلَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ○ اے اللہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہ کرنا۔

اور حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے دعا نہیں مانگی لیکن خدا فرماتا ہے

یَوْمَ لَایُخْزِیْ اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ○

ترجمہ: قیامت کے دن خدا نبی اور مومنوں کو رسوا نہ کرے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی۔

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ○ میرے رب میرا سینہ کھول دے۔

حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا نہیں مانگی بن مانگے اللہ نے یہ نعمت عطا کر دی خدا ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ○ کیا ہم نے تیرے لئے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے دعا مانگی۔

وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰہُ○

ترجمہ: اور عرض کی اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے اور یہ کہ میں ایسا نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو جائے۔

اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا نہیں مانگی مگر خدا فرماتا ہے۔

فَاصْبِرْ عَلٰی مَایَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی○

ترجمہ: تو ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے رب کو سراہتے ہوئے اس کی پاکی بولو سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کی گھڑیوں میں اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو جاؤ۔

فرشتوں نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

دعائے خلیل نوید مسیحا:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے وہ برگزیدہ رسول ہیں کہ جن کے لئے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے یوں دعا مانگی ہے۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ: اے ہمارے رب اور بھیج ان میں سے ایک رسول کہ ان پر تری آیات تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمائے۔ بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۝

ترجمہ: اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اس رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔

وہ حاصل برگزیدہ ہستیوں کی التجاؤں کا
فرشتوں کی تمناؤں رسولوں کی دعاؤں کا

گواہی:

شہادت دو قسم کی ہوتی ہے سن کر اور دیکھ کر جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب قبول ہوتی ہے جب اس کی انتہا اس شہادت پر ہو جو دیکھ کر دی جائے اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دینے والا آخر میں نہ ہو تو سب شہادتیں نا تمام ہوں گی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر آخر میں کوئی ایسا گواہ نہ ہوتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں نامکمل اور نا تمام ہوتیں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات خدا کو دیکھا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ مَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ ○ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ خدا کا دیدار کیا ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے اور آپ نے خدا کو دیکھ کر شہادت دی اگر خدا کا دیدار نہ کرتے تو سب کی شہادتیں نا تمام رہ جاتیں۔

رکے شاہ تو پردہ سے آواز آئی
کہ پردے میں آ تجھ سے پردہ نہیں ہے

دو چیزوں کا اجتماع .... دو قبلے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبلوں کو جمع فرمایا ہجرت سے پہلے اسلام کا قبلہ بیت المقدس تھا اس پر مشرکین کو اعتراض تھا یہ اپنے آپ کو ابراہیمی کہلاتے ہیں مگر قبلہ میں ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہجرت کے بعد سترہ ماہ تک وہی قبلہ رہا تو یہود و نصاریٰ نے اعتراض کیا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات میں ہماری مخالفت

کرتے ہیں لیکن قبلہ تو ہمارا ہی استعمال کرتے ہیں۔ امام الانبیاء کی تمنا تھی کہ ہمارا قبلہ کعبہ بن جائے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی رضا کے پیش نظر کعبہ کو قبلہ بنا دیا اور کعبہ کو آپ کی برکت سے قیامت تک سارے مسلمانوں کی سجدہ گاہ بنا دیا گیا۔

تری مرضی ہے تیرے خدا کی رضا تو نے جو کچھ کہا بس وہی ہو گیا
منتظر رہتی ہے رحمت حق سدا کب اسے آقا تیرا اشارہ ملے

دو ہجرتیں:

رسول خدا ﷺ نے اسی طرح دو ہجرتوں کو اکٹھا کر دیا جب معراج کی رات آئی آپ براق پر بیٹھ کر جبریل امین علیہ السلام کے ہمراہ مسجد اقصیٰ کی طرف تشریف لے گئے۔ بیت المقدس اکثر انبیاء کی ہجرت گاہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو براق پر بٹھا کر بیت المقدس کا سفر طے کرایا تاکہ بیت المقدس کی طرف ہجرت کی سرفرازی آپ کو حاصل ہو جائے۔ دوسری ہجرت آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف کی جبکہ مشرکین نے مسلمانوں کو طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا کیا۔ وہ حضور ﷺ کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک رات تمام قبائل کے نوجوان اپنی تلواریں لے کر آپ کے حجرے کے گرد جمع ہو گئے تاکہ آپ کو شہید کر دیا جائے۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے جبریل امین علیہ السلام کو بھیج کر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا اور آپ ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر مکہ سے ہجرت کر گئے۔

وہ ڈراتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا
تلاوت سورہ یٰسین کی کرتا ہوا نکلا

اجتماع شریعت وطریقت:

آپ ﷺ نے شریعت وطریقت دونوں کو جمع فرما دیا۔ شریعت سے مراد وہ حکم ہے جو ظاہر میں ہے اور طریقت کا حکم باطن میں ہے۔ اکثر انبیاء اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر کے ساتھ حکم نافذ فرمائیں نہ کہ باطن کے ساتھ باطنی امور پر حکم نافذ کرنے والے سب سے پہلے حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ لیکن حبیب خدا ﷺ نے یہ دونوں چیزیں شریعت اور طریقت کو جمع فرما دیا چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

حَفِظْتُ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِيكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قَطَعَ هٰذَا الْبَلْعُوْمَ ○ (مشکوٰۃ کتاب العلم)

ترجمہ: میں نے رسول اکرم ﷺ سے علم کے دو برتن سیکھے ان میں سے ایک کو میں نے ظاہر کر دیا اور دوسرا یعنی باطنی علم اگر میں ظاہر کر دوں تو میرا یہ گلا کاٹ ڈالا جائے۔

جس علم کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عوام میں ظاہر کر دیا وہ شریعت کا علم ہے اور جس علم کو چھپایا اور ظاہر نہیں کیا وہ طریقت کا علم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے محبوب کے لئے شریعت اور طریقت دونوں کو جمع فرما دیا۔

شریعت دیکھتا ہے دیکھ اقوال محمد کو
طریقت چاہتا ہے دیکھ افعال محمد کو
زمین و آسمان کے خود بخود اٹھ جائیں گے پردے
حجابات محمد میں نظر آ جائیں گے جلوے

اجتماعِ محبت اور خلت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا اللہ فرماتا ہے۔ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا○ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس خلت سے سرفراز فرمایا اور سردار دو جہاں کو خدا نے اپنا حبیب بنایا چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ فرماتے ہیں کہ:

ایک جگہ صحابہ کرام بیٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے قریب ہو کر بیٹھ گئے اور سنا کہ وہ آپس میں گفتگو کر رہے ہیں۔ بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا ہے بعض نے کہا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم بنایا ہے۔ بعض نے کہا حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں اور بعض نے کہا حضرت آدم صفی اللہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو سلام کیا اور فرمایا میں نے تمہاری گفتگو کو سنا اور تمہارے تعجب کو بھی ملاحظہ کیا یہ ٹھیک ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ کلمۃ اللہ ہیں اور حضرت آدم صفی اللہ ہیں لیکن اِلَّا وَاَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ آگاہ ہو جاؤ کہ میں اللہ کا حبیب ہوں۔ (ترمذی شریف، ج ۲، ص ۲۰۲)

اب سنیئے حبیب اور خلیل میں فرق۔

(۱) خلیل وہ ہے جو لوگوں کا امام ہے خدا فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا○ میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں اور حبیب وہ جو مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کا امام بنا اور بیت المعمور میں تمام فرشتوں کا امام بنایا گیا۔

یہ کہتے تھے جبریل سب انبیاء سے
صفیں ٹھیک کر لو امام آ گیا ہے

(۲) خلیل وہ ہے جس پر نارِ نمرود گلزار ہوگئی۔ خدا فرماتا ہے۔ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ○ اور حبیب بندہ مومن پلصراط پر سے گزرے گا تو دوزخ پکار کر کہے گی۔ جُزْ یَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَكَ اَطْفَاءَ قَصْبِیْ○ اے مومن جلدی سے گزر جا تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا ہے۔

(۳) خلیل وہ کہ خدا کی بارگاہ میں عرض کرے۔ اے مولا اپنے بندوں سے کہہ دے وہ مجھے نیکی سے یاد کریں۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ○ پچھلے مجھے نیکی سے یاد کریں اور حبیب وہ ہے جس کے لئے فرمایا گیا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ○ ہم نے تیری خاطر تیرا ذکر بلند کر دیا۔

رفعنا کا جلوہ دکھانے کو حق نے

لکھا عرش پر نام والا تمہارا

(۵) خلیل وہ جو مطیع لوگوں کو اپنے دامن میں لے لے اور عاصیوں کو چھوڑ دے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○

ترجمہ: جو میری اتباع کرے وہ تو میرا اور جو میری نافرمانی کرے اس کو تو بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور حبیب وہ جو ارشاد فرمائے۔ شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ○ میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گنہگاروں کے لئے ہوگی۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں

سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

اس بحث سے معلوم ہوا کہ حبیب کا مرتبہ خلیل سے زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود خدا نے اپنے حبیب کو خلیل بھی بنایا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

فَاِنَّ اللّٰہَ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا کَمَا اتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًاO

(مسلم شریف، ج۱،ص ۲۰۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا۔

اجتماع کلام ورؤیت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن اس طرح گزارے کہ رات کو نوافل پڑھے اور دن کو روزہ رکھا بعد ازاں وضو کیا پاکیزہ لباس زیب تن فرمایا اور کوہ طور پر پہنچے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا نازل فرمایا جس نے کوہ طور کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا پھر پہاڑ کی چاروں طرف سے اکیس اکیس میل تک تمام جانوروں حتیٰ کہ فرشتوں کو دور کر دیا گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ کلام ربانی کی لذت نے اس کے دیدار کا آرزومند بنا دیا۔

پس پردہ سن کے تیری صدا میرا شوق دید جو بڑھ گیا
مجھے اضطراب کمال تھا یہی وجد تھا یہی حال تھا

اس لئے عرض کی رَبِّ اَرِنِیْ الٰہی مجھے اپنا دیدار کرا دے۔ خدا نے فرمایا لَنْ تَرَانِیْ تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا اس لئے کہ:

نہ تیری آنکھ دیکھے اور نہ چشم انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہِ مصطفیٰ دیکھے

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو معراج کی رات اپنے دیدار اور کلام دونوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ ○

(خصائص کبریٰ، ج ا، ص ۱۶۱)

ترجمہ: بلاشبہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔

نگاہ نبوت:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ○

ترجمہ: اور اسی طرح ہم ابراہیم علیہ السلام کو دکھاتے ہیں ساری بادشاہی آسمانوں اور زمین کی۔

اس آیت کے تحت تفسیر خازن نے لکھا ہے............... اُقِیْمَ عَلٰی صَخْرَۃٍ وَکُشِفَ لَہٗ عَنِ السَّمَاوَاتِ حَتّٰی رَاٰی الْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَمَا فِی السَّمٰوٰتِ وَکُشِفَ لَہٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰی نَظَرَ اِلٰی اَسْفَلِ الْاَرْضِیْنَ وَرَاٰی مَافِیْھَا مِنَ الْعَجَائِبِ ○

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک صخرہ پر کھڑا کیا گیا اور ان کے لئے آسمان کھول دیئے گئے یہاں تک کہ عرش و کرسی اور جو کچھ آسمانوں میں سب کچھ دیکھ لیا اور آپ کے لئے زمین کھولدی گئی یہاں تک کہ انہوں نے زمینوں کے نیچے زمین اور ان عجائبات کو دیکھ لیا جو زمینوں میں ہیں۔

یہ مقام خلیل ہے کہ کھڑے ہیں فرش پر اور دیکھ رہے ہیں عرش پر اور حبیب خدا معراج کی رات عرش پر کھڑے آپ کی نگاہ کہاں تک پہنچ گئی ہوگی۔

مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بیضاوی کے حاشیے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیل پیدا فرمائی ہیں اور ان کو اپنے عرش کے ساتھ لٹکایا سارے

آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے اور باقی میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

(حاشیہ بیضاوی، ص ۵۹)

اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ خدا تعالیٰ کا عرش کتنا بڑا ہے اور اس کی گولائی کتنی بڑی ہوگی اب سنیئے خدا فرماتا ہے۔

وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۝

ترجمہ: اور تم فرشتوں کو دیکھتے ہو عرش کے آس پاس حلقہ کئے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے۔

یہ مقام حبیب کہ فرش زمین پر کھڑے ہو کر ان تمام فرشتوں کو دیکھ رہے ہیں جو عرش الٰہی کے ارد گرد جمع ہو کر خدا تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کر رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَامِنْ شَيْءٍ لَمْ اَكُنْ اُرِيْتُهٗ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهٗ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا حَتّٰى الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ۝ (بخاری کتاب العلم)

ترجمہ: کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھ کو نہ دکھائی گئی ہو مگر میں نے اس کو اس مقام پر دیکھ لیا یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو بھی۔

یہاں بات ذہن نشین رہے کہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے اور دوزخ ساتویں زمین کے نیچے معلوم ہوا فرش سے لے کر عرش تک کوئی چیز نگاہ مصطفےٰ سے پوشیدہ نہیں کیونکہ جن نگاہوں سے خالق پوشیدہ نہ رہا ان سے مخلوقات کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔

سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

شہنشاہ زمانہ:

رسول اللہ ﷺ معراج کی رات عرش پر جلوہ گر ہوئے اور عرش کے معنی تخت کے ہیں پرانے زمانے میں بادشاہ تخت پر بیٹھ کر حکومت کرتے تھے اللہ تعالیٰ بیٹھنے سے پاک ہے بیٹھتا وہ ہے جو کھڑے کھڑے تھک جائے اللہ تعالیٰ تھکنے سے پاک ہے جب تخت بیٹھنے کے لئے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بیٹھتا نہیں تو پھر خدا نے اپنا عرش کیوں پیدا فرمایا اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس نے تخت بے فائدہ پیدا کیا ہے کیونکہ وہ بہت بڑا حکیم اور فَعَلَ الْحَکِیْمِ لَایَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَةِ حکیم کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور عرش کے پیدا کرنے میں حکمت یہ تھی کہ معراج کی رات میرا محبوب آ کر عرش پر جلوہ گر ہوتا کہ وہ زمین و آسمان کی حکومت کا مالک بن جائے۔

محترم یوں تو سارے نبی ہیں پر کسی کا یہ رتبہ نہیں ہے
تاجدار حرم کے علاوہ عرش پر کوئی پہنچا نہیں ہے

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

رب اس دعویٰ کی ایک حدیث سماعت فرمائیں رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرَO

میرے دو وزیر آسمان جبریل اور میکائیل ہے اور میرے زمین کے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں اور وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں اور چونکہ نبی کریم ﷺ کے آسمانوں میں بھی وزیر ہیں اور زمین کے بھی وزیر ہیں لہٰذا زمین و آسمان کے بادشاہ ہیں۔

وہی نورِ حق وہی ظل رب ہے انہیں سے سب ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسمان کے زمیں نہیں کہ زماں نہیں

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ○

ترجمہ: جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانی وزیروں کا دشمن کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے لہٰذا آپ کے زمین کے دونوں وزیر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا دشمن بھی یقیناً دائرہ اسلام سے خارج ہے کیونکہ جس طرح جبریل و میکائیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں اسی طرح صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر ہیں۔

تواضع سے بلندی:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین علیہ السلام کے ساتھ کوہ صفا پر موجود تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل (علیہ السلام) قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے تجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے شام کو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ایک ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے۔ بس یہ فرما ہی رہے تھے کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی فرمایا جبریل (علیہ السلام) یہ کیا عرض کیا اسرافیل علیہ السلام کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور عرض کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ابھی کلام فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے سنا ہے۔

فَبَعَثَنِیْ اِلَیْکَ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ۝

ترجمہ: مجھے آپ کے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر بھیجا ہے۔

اور فرمایا ہے کہ میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کردوں اور تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت سونا اور چاندی بنا دوں اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو میں ابھی یہ کام کر دیتا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ چاہے نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے جبریل علیہ السلام نے آپ کی طرف تواضع اختیار کرنے کا اشارہ کیا اور آپ نے تین مرتبہ فرمایا "میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں"۔ (طبرانی اوسط، ج ۷، ص ۴۷۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ خود اختیار فرمایا تھا ورنہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مالک کونین تھے۔

مالک دین و دنیا ہو کر دونوں جہاں کے داتا ہو کر
فاقے سے ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

عجز تو دیکھو اللہ اکبر تکیے کے بدلے اینٹ یا پتھر
اور سر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ۝ جس نے عاجزی کی اللہ تعالیٰ نے اس کو بلند فرما دیا چونکہ آپ نے سب سے زیادہ تواضع کی ہے لہٰذا اللہ نے آپ کو سب سے زیادہ بلند فرما دیا چنانچہ معراج کی رات جب آپ آسمانوں کی طرف گئے تو ساتوں آسمان نیچے ساتوں زمینیں نیچے بیت اللہ نیچے بیت المقدس نیچے بیت المعمور نیچے بیت العزت نیچے آٹھوں جنتیں نیچے سدرۃ المنتہیٰ نیچے کرسی نیچے لوح و قلم حتیٰ کہ عرش نیچے اور پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم اونچے۔

زہے عزت و اعتلائے محمد
کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد

ان کی رفعت کا اندازہ کیا ہو عرش ہے جن کے قدموں کے نیچے
عرش و کرسی بھی نعلین پا کو تاج اپنا بنائے ہوئے ہیں

اصول امامت یہ ہے کہ امامت وہ کرائے جو قرآن کو اچھی قرأت میں پڑھے پھر جو زیادہ عالم ہو پھر جو زیادہ حسین ہو معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں بہترین خوش الحان حضرت داؤد علیہ السلام موجود تھے۔ بہت بڑے عالم حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے اور حسن و جمال کے شہنشاہ حضرت یوسف علیہ السلام موجود تھے مگر ان سب کی موجودگی میں امام سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا گیا معلوم ہوا آپ سب سے زیادہ خوش الحان سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ حسین و جمیل تھے۔

طالب دیدار:

علامہ اسماعیل حقی نے تفسیر روح البیان میں لکھا ہے کہ انسان جنات کا دسواں حصہ ہیں اور جن وانس خشکی کے جانوروں کا دسواں حصہ ہیں اور یہ سب مل کر پرندوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر زمین کے فرشتوں کا دسواں حصہ ہیں اور یہ سب مل کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور وہ سب مل کر دوسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر تیسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر چوتھے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پانچویں آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر چھٹے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر ساتویں آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ پھر یہ سب فرشتے کرسی کے فرشتوں کے مقابلے میں کم ہیں اور یہ سب مل کر عرش کے ایک پردے پر رہنے والے فرشتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں اور عرش کے چھ لاکھ پردے ہیں اور ہر پردے پر اتنے ہی فرشتے ہیں پھر یہ سب فرشتے ان

فرشتوں کے مقابلے میں جو عرش کے گرد گھومتے ہیں۔ ایسے ہیں جیسے دریا کے سامنے ایک قطرہ اس سے اندازہ لگائیں آسمانوں پر اور عرش تک کتنے فرشتے رہتے ہیں۔ (نعیمی، ج ۱، ص ۲۴۷)

اور ان تمام فرشتوں نے معراج کی رات خدا سے التجا کی کہ ہمیں دیدار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرفراز فرمایا جائے۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کی آرزو کو پورا فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات بلایا تاکہ متذکرہ فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لیں۔ غور فرمائیں جن کی زیارت کے یہ تمام متمنی ہوں وہ کتنے حسین وجمیل ہوں گے۔

مکھ چن بدر شعشانی ایہہ متھے چمکدی لاٹ نورانی ایہہ
کالی زلف تے اکھ مستانی ایہہ مخمور اکھیں ہین مدھ بھریاں

تجلی طور:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر تجلی دیکھی نیز خدا سے ہمکلامی کا شرف ہوا تو آپ کو خصوصیت سے تین چیزیں عطا کی گئیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو آپ تیس میل کے فاصلے سے سیاہ رات میں ایک چیونٹی کو پتھر پر چلتے دیکھ لیتے تھے۔

(طبرانی صغیر، ج ۱، ص ۳۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو آپ تیس میل کے فاصلے سے سیاہ رات میں ایک چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سن لیا کرتے تھے۔

(انسان العیون، ج ۱، ص ۴۳۸)

(۳) علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے تو آپ کے چہرے پر ایک بہت ہی چمکدار نور کی بارش ہوتی تھی۔ کوئی آدمی آپ کے چہرے کو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس لئے آپ اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۹، ص ۲۷)

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام تاریک رات میں دیکھ لیتے تھے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کمال عطا فرمایا تھا کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَرٰىْ فِي اللَّيْلِ فِيْ الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰىْ فِي النَّهَارِ فِي الضَّوْءِ ○ (زرقانی، ج ۴، ص ۸۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں اس طرح دیکھ لیتے جس طرح دن کی روشنی میں اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام دور کی آواز سن لیتے تھے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ اَرٰى مَالَا تَرَوْنَ وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ ○ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔

اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر نور کی بارش ہوتی تھی لیکن معراج کی رات جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا دیدار کیا اور ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر کتنا نور برسا ہوگا لیکن اس کے باوجود ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے پر نقاب نہ ڈالا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کر دیا گیا۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں۔

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ

اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَہٗ ○ (زرقانی، ج ۴، ص ۷۱)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا حسن ہم پر ظاہر نہ کیا گیا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حسن ظاہر کر دیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔

نہ رہتی جو پردوں میں صورت کسی کی
نہ ہوتی کسی کو زیارت کسی کی

صخرہ بیت المقدس:

معراج کی رات جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ میں براق پر سوار ہونا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قدم مبارک صخرہ شریف پر رکھا جو جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے اور وہ پتھر خدا کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے اس لئے کہ وہ پتھر اس وقت مسجد اقصیٰ میں زمین و آسمان کے درمیان معلق ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بغیر کسی سہارے کے ہوا میں محفوظ رکھا ہے جس طرح آسمان بغیر ستون کے موجود ہے اور اس پتھر کے جنوبی حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کا نقش موجود ہے جو براق پر سوار ہوتے وقت ظاہر ہوا تھا اب وہ پتھر بوجہ ادب نقش پا شریف کے اس طرف جھکا ہوا ہے۔ (شرح شفاء، ج ۱، ص ۳۹۰)

علامہ علی بن برہان الدین نے لکھا ہے۔

قَالَ اُبَیٌّ بْنِ کَعْبٍ مَامِنْ مَاءٍ عُذْبٍ اِلَّا وَیَنْبَعُ مِنْ تَحْتِ الصَّخْرَۃِ بِبَیْتِ الْمُقَدَّسِ ثُمَّ تَفَرَّقَ فِی الْاَرْضِ ○ (انسان العیون، ج ۱، ص ۴۱۲)

حضرت ابی بن کعب فرماتے ہیں ہر میٹھے پانی کا مرکز اس بیت المقدس کے پتھر کے نیچے ہے وہاں سے ساری زمین میں پھیل جاتا ہے۔

میرا ذوق سلیم یہ کہتا ہے کہ یہ سب برکتیں آپ قدم مبارک کی ہیں کہ

قدم آیا پتھر پر وہاں سے برکات زمین کے اندر منتقل ہو کر پانی پر اس طرح اثر انداز ہوئیں کہ اس کو میٹھے پانی کا منبع بنا دیا۔

زیارت:

علماء نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لئے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں فانی ہیں اور اللہ کی ذات باقی ہے اور فانی آنکھ سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جا سکتا اور جب اللہ کے فضل سے ہم جنت میں جائیں گے تو خدا تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی ذات کو دیکھا جا سکتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی آنکھوں سے خدا کا دیدار کیا معلوم ہوا جو آنکھیں اہل جنت کو اللہ جنت میں دے گا وہ آنکھیں خدا نے آپ کو دنیا ہی میں عطا فرما دیں۔

اور اہل جنت کی آنکھوں میں کتنا نور ہوگا اس کا اندازہ اس سے لگا لیجئے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تمام انسانوں کی جنات کی چوپایوں کی اور پرندوں کی آنکھوں کی بصارت کو ایک شخص کی آنکھوں میں کر دیا جائے پھر سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص اس کی طرف دیکھ سکے باوجودیکہ سورج کا نور کرسی کے نور کا ستر واں حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا ستر واں حصہ ہے اور عرش کا نور جو پردے خدا کے سامنے ہیں ان میں سے ایک پردے کے نور کا ستر واں حصہ ہے۔ پس خیال کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جنتی بندوں کو کتنا نور عطا کر رکھا ہوگا کہ وہ اپنے رب تعالیٰ کو بے حجاب اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اتنا عظیم نور خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو دنیا میں عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے روک ٹوک خدا کا دیدار کیا۔

(ابن کثیر، ج ۲۷، ص ۵۳)

رکے شاہ تو پردے سے آواز آئی

کہ پردے میں آ تجھ سے پردہ نہیں ہے

زیارت بھی ایک عبادت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ۝

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

اَلنَّظْرُ اِلٰی الْکَعْبَۃِ عِبَادَۃٌ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْوَالِدَیْنِ عِبَادَۃٌ وَالنَّظْرُ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ عِبَادَۃٌ اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ۝ (مسند الفردوس، ج۲، ص۳۷۵)

کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے ماں باپ کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔ قرآن کو دیکھنا عبادت ہے عالم دین کو دیکھنا عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت ایمان میں دیکھنے والا صحابی بن جاتا ہے۔

خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے

جو آنکھیں ہیں محو لقائے محمد

اور کوئی بڑی سے بڑی عبادت صحابیت کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مرتبہ ہوگا۔ اس لئے سارے نبیوں نے خدا کی عبادت کی لیکن جیسی عبادت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ایسی عبادت کسی اور نے نہیں کی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی زیارت کی ہے انسان جن فرشتے سب خدا کے عابد بندے ہیں لیکن جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عابد ہیں ایسا کوئی نہیں۔

تری عظمتوں کی ہو تعریف مجھ سے

میں لاؤں کہاں سے زباں اللہ اللہ

عبد خاص:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر فرمایا ہے اپنی طرف اضافت کر کے فرمایا ہے مثلاً خدا فرماتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتَابَ ○

ترجمہ: اللہ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰی ○

ترجمہ: پس اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی وہ جو اس نے وحی کی۔

اور جب اپنا ذکر فرمایا تو اپنی اضافت آپ کی طرف کی مثلاً خدا فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ ○

جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا ○

ترجمہ: اپنے رب کا ذکر کثرت سے کرو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کر کے ظاہر فرما دیا کہ پیارے تم ہمارے ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

محمد برائے جناب الٰہی

جناب الٰہی برائے محمد

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبلہ ہے مقربین کا قبلہ عرش ہے روحانین کا قبلہ کرسی ہے کروبین کا قبلہ بیت المعمور ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کا قبلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبلہ کعبہ ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبلہ ہے اور اے محبوب آپ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے

یعنی اللہ ہے اور میرا قبلہ آپ کی ذات ہے۔ (روح المعانی، ج ۲، ص ۱۵)

قبلہ توجہ کے مرکز کو کہتے ہیں یعنی آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں ہمیشہ آپ کی طرف متوجہ رہتا ہوں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور جب اپنا ذکر فرماتا ہے تو آپ کی طرف اضافت کرتا ہے۔

اظہار مرتبہ:

انبیاء سابقین نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی اور امام الانبیاء نے مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں کی امامت کرائی علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

صَلّٰی خَلْفَكَ كُلُّ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ ○

ترجمہ: ہر مبعوث نبی نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی آپ کی امامت میں آپ کی شان ظاہر فرمائی گئی اور وہ اس طرح کہ جب ہر نبی نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی تو اس کو ایک نماز پر ایک ہی نماز کا اجر ملتا تھا مگر جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس مسجد میں نماز ادا فرمائی تو اس مسجد میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچاس ہزار گنا زائد ہو گیا۔ اب جو آدمی بھی ایک نماز اس مسجد میں پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار گنا زائد ثواب ملتا ہے چنانچہ ابن ماجہ میں حدیث موجود ہے۔ اگر کوئی گھر میں نماز پڑھتا ہے تو ایک نماز کا ثواب ملتا ہے جو محلے کی مسجد میں نماز ادا کرتا ہے تو اس پچیس نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جو جامع مسجد میں نماز پڑھتا ہے اس کو پانچ سو نمازوں کا ثواب ہوتا ہے اور جو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھتا ہے یا مسجد نبوی میں نماز پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور جو مسجد حرام میں ایک نماز پڑھتا ہے اسے ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے۔

لیکن بعض محققین نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے سے چار لاکھ نمازوں کا اجر وثواب ہوتا ہے وہ اس طرح کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِیْنَةِ ضِعْفَیْ مَا جَعَلْتَ بِمَکَّةَ مِنَ الْبَرَکَةِ○

ترجمہ: یااللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے چوگنی برکت مدینے میں کردے۔

اور عربی میں ضعف کہتے ہیں دگنے کو اور یہاں اس حدیث میں ضِعْفَیْ یعنی دو ضعف کا ذکر ہے اب اس کا معنی ہو گیا چوگنا اور حدیث میں برکت مطلق ذکر ہوئی ہے اور علماء نے لکھا ہے اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِھَا یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری رہتا ہے تو اس برکت سے مراد پھلوں کی برکت بھی ہو سکتی ہے، مشروبات کی برکت بھی ہو سکتی ہے اجر وثواب کی برکت بھی ہو سکتی ہے اگر یہاں اس حدیث میں برکت سے مراد اجر وثواب لیا جائے تو حدیث کا مطلب یہ ہو گا کہ اے اللہ جتنی برکت تو نے مکہ میں رکھی ہے اس سے چوگنی برکت تو مدینے میں کردے اور مکہ کی برکت یہ ہے کہ ایک نماز پڑھی جائے تو ایک لاکھ نماز کا ثواب ملتا ہے اور اس کا چوگنا چار لاکھ ہو گا لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھی جائے تو اس کا اجر وثواب چار لاکھ کے برابر ہوتا ہے۔

علامہ ابن الحاج نے لکھا ہے۔ اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ تَتَشَرَّفُ الْاَشْیَاءَ بِہٖ لَا ھُوَ یَتَشَرَّفُ بِھَا○ یعنی چیزوں کو حضور ﷺ سے عزت ملتی ہے نہ یہ کہ چیزوں سے حضور ﷺ کو عزت ملے۔

تو مساجد ثلاثہ کو حضور ﷺ سے یہ عزت ملی کہ مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کے بدلے پچاس ہزار مسجد حرام میں ایک نماز کے بدلے ایک لاکھ اور مسجد نبوی

میں ایک نماز کے بدلے چار لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

بے مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم:

سدرۃ المنتہیٰ کو منتہیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سدریٰ سے نیچے والوں کی منتہیٰ ہے اور نیچے والے اس سے اوپر نہیں جا سکتے اور سدرہ سے اوپر والوں کی بھی انتہا ہے اوپر والے سدرہ سے نیچے نہیں آ سکتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات سدرہ سے اوپر بھی گئے ہیں اور اوپر سے نیچے بھی آئے ہیں معلوم ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حد سے آگے گزر گئے ہر چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں جا سکتی اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی مخلوق ہیں جن کے لئے اللہ نے کوئی حد مقرر نہیں کی جس چیز کی بھی حد مقرر ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حد سے آگے گزر گئے۔

چلے مکیوں رل کے دوراہی جبریل تے رب دا اک ماہی
اک سدریٰ تے رہ جانا اے اک کول بلایا جانا اے

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اور کائنات میں کوئی آپ کی مثل نہیں کیونکہ آپ سدرہ سے اوپر بھی گئے اور سدرہ سے نیچے بھی آئے اگر آپ نیچے والوں کی طرح ہوتے تو اوپر نہ جاتے اور اگر اوپر والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے نیچے نہ آتے۔ معلوم ہوا کہ نہ سدرہ کے اوپر کوئی آپ کی مثل ہے اور نہ سدرہ سے نیچے کوئی آپ کی مثل ہے۔

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت جبریل علیہ السلام کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سدریٰ سے آگے چلنے کو کہا

انہوں نے عرض کی اگر ایک پورے کے برابر بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا اس مقام پر بھی یہی نکتہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نہ تو اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل سمجھا اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل تصور کیا اگر اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل سمجھتے تو کہتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری مثل ہیں جب میں سدریٰ سے آگے نہیں جا سکتا تو آپ کیسے جا سکتے ہیں اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مثل تصور کرتے تو کہتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سدریٰ سے آگے جا سکتے ہیں تو میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہوں میں بھی سدرہ سے آگے جا سکتا ہوں۔ معلوم ہوا جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل سمجھا اور جبریل امین علیہ السلام نوریوں کے سردار ہیں لہٰذا پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے مثل سمجھنا نوریوں کا طریقہ ہے۔ الحمد للہ ہم اہل سنت کا عقیدہ نوریوں والا ہے ناریوں والا نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اسی عقیدے پر قائم رکھے آمین ثم آمین۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

عظمت:

خدا تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝

ترجمہ: آپ خلق عظیم پر فائز ہیں۔

امام رازی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے انسان کا کمال عمل اور علم کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے اس آیت میں آپ کے عملی کمال کو عظیم کہا گیا ہے اور جہاں تک علمی کمال کا تعلق ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○

ترجمہ: اور آپ جو کچھ نہیں جانتے تھے وہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھا دیا اور اللہ کا آپ پر فضل عظیم ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے عمل اور علم دونوں کو عظیم کہا ہے اور جس چیز کو اللہ عظیم کہہ دے اس کی عظمتوں کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ ہر خلق کی عظمت کا مدار ذات مصطفےٰ ﷺ ہے اور وہ اس طرح کہ عام طور پر لوگ اچھا کہلانے میں اچھائی کے تابع ہوتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ کا معاملہ ایسا نہیں بلکہ جس کام کو آپ نے کرلیا وہ اچھا ہو گیا اور جس کام سے آپ نے روک دیا وہ برا ہو گیا یعنی اچھائی اور نیکی آپ کے عمل کے تابع ہے نماز اچھا کام ہے مگر اوقات ممنوعہ میں نماز پڑھنا برا ہے۔ کیونکہ آپ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرما دیا اب اگر کوئی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے تو نامقبول ہو گی کیونکہ آپ نے کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

قبر انور عرش سے افضل............دلیل اول:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں اور وہ اللہ کے شکر گزار بندے ہیں کیونکہ تمام انبیاء شاکرین ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ○

ترجمہ: اگر تم شکر کرو گے میں تمہاری نعمتوں میں زیادتی کروں گا۔

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین سے چوتھے آسمان پر لے گیا اگر اس سے زیادہ بلندی اور عظمت عرش پر ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر لے جاتا

کیونکہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو قربِ قیامت زمین پر لاکر نبی کریم ﷺ کے جوار میں دفن کرائے گا۔ معلوم ہوا کہ عظمت اور بلندی عرش پر نہیں بلکہ امام الانبیاء کے قرب اور جوار میں ہے اور اس جگہ ہے جہاں آپ مدفون ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کی قبرِ انور عرش سے افضل ہے۔

دلیل نمبر۲:

خدا تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِ وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ○

ترجمہ: میں اس شہر کی قسم صرف اس لئے کھاتا ہوں کہ آپ اس شہر میں چلتے ہیں۔

مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ کی وجہ قسم بننے کی عزت و کرامت صرف اس وجہ سے ملی کہ آپ اس شہر میں جلوہ فرمائیں اور جب آپ مدینہ منورہ گئے تو وہ فضیلت مدینہ کو حاصل ہو گئی۔ جب آسمانوں پر گئے تو آسمان کو عزت ملی عرش پر پہنچے تو عرش کو کرامت ملی اور اب جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ سب سے افضل ہے۔

دلیل سوم:

جس جگہ نبی کریم ﷺ مدفون ہیں وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور جنت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

مَوۡضِعُ سَوۡطٍ فِي الۡجَنَّةِ خَيۡرٌ مِّنَ الدُّنۡيَا وَمَا فِيۡهَا○

(بخاری، ج۱، ص۲۶۰)

ترجمہ: ایک چابک کے برابر بھی جنت کی جگہ دنیا اور مافیھا سے بہتر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جس جگہ آپ آرام فرما ہیں وہ جگہ کعبہ اور بیت المقدس سے افضل ہے۔

❀❀❀

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عقائد صحابہ

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَا اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْا اَنُؤْمِنُ کَمَا اٰمَنَ السُّفَھَاءُ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَاءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ○

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جائے ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے تو کہیں کیا ہم احمقوں کی طرح ایمان لے آئیں۔ سنتا ہے وہی احمق ہیں مگر جانتے نہیں۔

اس آیت میں آمن الناس سے مراد صحابہ کرام ہیں معلوم ہوا کہ کل قیامت کے روز ایمان صرف ان لوگوں کا خدا کی بارگاہ میں مقبول ہوگا جن کا صحابہ کرام کے مطابق ایمان ہوگا اور علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ:

اَلْاِیْمَانُ اِسْمٌ لِمَا بَطَنَ مِنَ الْاِعْتِقَادِ○

ترجمہ: ایمان نام ہے پوشیدہ عقیدے کا۔

معلوم ہوا ہر مومن کا عقیدہ صحابہ کے عقیدے کے مطابق ہونا چاہیے اور اسی چیز کا خدا نے مطالبہ کیا فرمایا کما آمن الناس جیسے صحابہ ایمان لائے یعنی جیسے صحابہ کا عقیدہ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل میں بہتر فرقے ہوئے اور میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے سوائے ایک کے باقی سب دوزخی ہیں صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ وہ ناجی (جنتی) جماعت کونسی ہے فرمایا مَآ اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (مشکوٰۃ، ص ۳۰)

نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے مطابق ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صحابہ کے مطابق اپنے عقیدے رکھے تاکہ وہ نجات یافتہ جماعت میں شامل

ہو سکے۔ صحابہ کرام وہ خوش قسمت لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی جماعت قرار دیا ہے خدا فرماتا ہے۔

رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ○

ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

صحابہ کے لئے دنیا میں مغفرت کا مژدہ ہے خدا فرماتا ہے۔

وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَالَّذِيۡنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوۡۤا اُولٰۤئِكَ هُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ حَقًّا ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّرِزۡقٌ كَرِيۡمٌ ○

ترجمہ: اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہیں اور ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی۔

اور مقام پر صحابہ کے انعامات یوں بیان کئے گئے، خدا فرماتا ہے۔

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَهَاجَرُوۡا وَجَاهَدُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ۙ اَعۡظَمُ دَرَجَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ ○ يُبَشِّرُهُمۡ رَبُّهُمۡ بِرَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَرِضۡوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمۡ فِيۡهَا نَعِيۡمٌ مُّقِيۡمٌ ○ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ○

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے ہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے ان کا رب ان کو خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں ان کے لئے دائمی نعمت ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

ایک مقام پر صحابہ کی شان یوں بیان ہوئی، خدا فرماتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○

ترجمہ: اور سب میں پہلے اگلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی وہ اللہ سے راضی ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے۔

ایک مقام پر صحابہ کے اوصاف یوں بیان ہوئے، ارشاد خداوندی ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ○

ترجمہ: لیکن اللہ نے ہمارے دلوں میں تمہیں ایمان پیارا کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔

ان آیات بینات سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام کے سچے مومن ہونے کی گواہی خدا دے رہا ہے خدا نے ان کے سینوں میں ایمان مزین کر دیا ہے ان کو کفر و شرک نافرمانی اور فسق و فجور سے متنفر کر دیا۔ خدا ان سے راضی ہو گیا ہے ان کے ساتھ خدا نے مغفرت اور عزت کی روزی کا وعدہ کیا ہے وہ خدا کی جماعت ہیں لہٰذا انہیں کے عقیدے درست اور پاکیزہ ہیں اور انہیں کے عقائد عام مسلمانوں کو اپنانے چاہئیں تاکہ وہ بھی خدا کی جماعت میں شامل ہو جائیں۔

اب چند احادیث ملاحظہ فرمائیں حدیث میں ہے خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فَرَضَ عَلَيْكُمْ حُبَّ اَبِیْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیٍّ

كَمَا فَرَضَ عَلَيْكُمُ الصَّلٰوةَ وَالصِّيَامَ وَالْحَجَّ وَالزَّكٰوةَ فَمَنْ اَبْغَضَ وَاحِدًا مِّنْهُمْ فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا صِيَامَ لَهٗ وَلَا حَجَّ لَهٗ وَلَا زَكٰوةَ لَهٗ وَيُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ قَبْرِهٖ اِلَى النَّارِ○ (مسند الفردوس، ج۱ص۱۰۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر ابوبکر، عمر، عثمان اور علی المرتضٰی کی محبت فرض کر دی ہے جیسے اس نے تم پر نماز روزہ حج اور زکوٰۃ فرض کر دی ہے۔ جس نے ان میں سے کسی ایک سے دشمنی رکھی اس کی نماز روزہ حج اور زکوٰۃ قبول نہیں اور قیامت کے دن قبر سے نکال کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کسی کام کے لئے ایک باغ کی طرف تشریف لے گئے جو کہ مدینہ میں تھا اور میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا آپ باغ میں داخل ہو گئے۔ میں دروازے پر بیٹھ گیا میں نے کہا آج میں دروازے پر چوکیداری کروں گا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حاجت سے فارغ ہوئے اور کنویں کے کنارے اپنی پنڈلیاں کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت لے لوں وہ ٹھہر گئے۔ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ سے اجازت مانگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اسے اجازت دے دو وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ اور اسے جنت کی بشارت دے دو چنانچہ وہ آئے اور اپنی پنڈلیاں کھول کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت حاصل کر لوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دے دو اور بشرہ بالجنۃ اسے جنت کی بشارت دے دو وہ آئے اور اپنی پنڈلیاں کھول کر کنویں میں لٹکا کر نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے میں نے کہا ٹھہرو میں آپ کے لئے اجازت لے لوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دے دو اور بلوے کے بعد بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ اسے جنت کی بشارت دے دو وہ آئے اور ان حضرات کے ساتھ نہ بیٹھے بلکہ سامنے اپنی پنڈلیاں کھول کر کنویں میں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ (الادب المفرد، ص ۱۶۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا کہ حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هٰذَانِ سَيِّدَ اكُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ اِلَّا النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ يَاعَلِيُّ لَاتُخْبِرْهُمَا ○ (ترمذی شریف)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں اولین وآخرین ادھیڑ عمر کے اہل جنت کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے اے علی ان کو خبر نہ کرنا۔

صحابہ وہ جن کی ہر صبح عید ہوتی تھی
نبی کا قرب حاصل تھا نبی کی دید ہوتی تھی
میسر تھی امام الانبیاء کی اقتداء ان کو
رسولوں کی تمناؤں کا حاصل مل گیا ان کو

قرآن وحدیث میں صحابہ کرام کی عظمت وشان آپ نے ملاحظہ فرمائی اب ان کے عقائد سنیئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عقائد:

عقیدہ نمبر ا:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے

اور آپ پر جھک گئے آپ کو بوسہ دیا اور کہا۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ وَاللّٰہِ لَا یَجْمَعُ اللّٰہُ عَلَیْكَ مَوْتَتَیْنِ ○

(بخاری شریف، ج ا، ص ۹۵)

میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں خدا کی قسم اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہ فرمائے گا۔

دو موتیں کونسی ہیں ایک وہ کہ جب انسان اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے اور دوسری موت قبر میں آتی ہے جب نکیرین کے سوالات کے جواب دے دیئے جاتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ پہلی موت تو آپ پر قانون قدرت کے مطابق طاری ہو گئی لیکن پھر قبر میں آپ پر موت طاری نہ ہو گی لہٰذا آپ اپنی قبر میں زندہ رہیں گے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔

خدا تعالیٰ نے شہید کے بارے میں فرمایا۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں۔

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

غور کیجئے شہید کو زندہ کیوں کہا گیا محض اس لئے کہ اس کی موت فی سبیل اللہ ہے تو جن کی موت فی سبیل اللہ ہو وہ تو زندہ کہلائیں تو جس نبی کی موت و حیات دونوں فی سبیل اللہ ہوں وہ مردہ کیسے ہو سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد

فرماتا ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میری نماز اور قربانی میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ کے لئے ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور کے اندر زندہ ہیں۔

نیز قرآن میں ہے کہ:

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَهِیْدًا○

ترجمہ: اور رسول تم پر گواہ ہوگا۔

اور گواہ وہ ہو سکتا ہے جو زندہ ہو مردہ گواہ نہیں بن سکتا ہے۔

لہٰذا غیر مقلدوں دیوبندیوں اور مودودیوں کے امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کا یہ کہنا کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں" سراسر غلط اور مبنی بر جہالت ہے۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
میرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

عقیدہ نمبر۲:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری امت میں سے چار لاکھ آدمیوں کو بلا حساب جنت میں داخل فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا ہماری تعداد اور زیادہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا اتنا اور یہ کہہ کر آپ نے دونوں ہاتھ ملا کر لپ بنائے اور لوگوں کو دکھائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تعداد میں اور اضافہ فرما دیں۔ آپ نے پھر لپ

بنا کر فرمایا اتنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیں ہمارے حال چھوڑ دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر رضی اللہ عنہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر خدا ہم سب کو جنت میں داخل کر دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر خدا تمام مخلوق ایک مٹھی بھر کر یا ایک ہی مرتبہ داخل کرنا چاہے تو داخل کر سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا ہے۔ (مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۸۷)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے کہ رسول خدا کو اللہ نے یہ اختیار دیا ہے کہ جتنے آدمیوں کو چاہیں بلا حساب و کتاب داخل جنت کر سکتے ہیں کیونکہ خدا نے آپ کو جنت کا مالک بنا دیا ہے۔ امام ابن سبع فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَقْطَعَہٗ اَرْضُ الْجَنَّۃِ یُعْطِی مِنْھَا مَاشَاءَ لِمَنْ یَّشَاءَ ○

(مرقاۃ، ج ۲، ص ۳۲۳)

اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین آپ کو بطور جاگیر عطا فرما دی ہے اس میں سے جس کو چاہیں جس قدر چاہیں عطا فرما دیں۔

مسلم شریف میں حدیث ہے ایک مرتبہ سورج کو گرہن لگ گیا آپ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اسی دوران آپ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور کچھ لینا چاہا لیکن پھر رک گئے اختتام نماز پر صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی فرمایا۔

اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَا وَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا ○

ترجمہ: میں نے جنت کو دیکھا میں اس میں سے خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ خدا کی عطا سے آپ جنت کے مالک ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ خوشہ توڑنے کا ارادہ نہ کرتے اس لئے کہ غیر کی ملکیت میں

مالک کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں۔

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

اگر کوئی اعتراض کرے کہ نبی کریم ﷺ کا ہاتھ اتنا لمبا کیسے ہو گیا کہ جنت تک پہنچ گیا کیونکہ جنت ساتویں آسمان کے اوپر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث قدسی ہے کہ یَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا خدا فرماتا ہے میں اپنے ولی کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کی تشریح میں امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے۔

وَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوْرُ يَدًالَّهٗ قَدَّرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهَلِ وَالْبَعِيْدِ وَالْقَرِيْبِ○

ترجمہ: اور جب اللہ کا نور جلال ولی کا ہاتھ ہو جائے تو بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے یعنی خدا کا بندہ اپنا ہاتھ دور تک لمبا کر کے جس چیز کو چاہے پکڑ سکتا ہے مثلاً

جب مکہ معظمہ فتح ہوا تو رسول کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ کی چھڑی سے کعبہ کے اوپر رکھے ہوئے بتوں کو اشارہ فرما کر فرمایا حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اس پر بت نیچے گر گئے ایک بت مضبوطی سے کعبہ کی چھت پر نصب تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے علی میرے کندھوں پر چڑھ کے اسے نیچے گرا دو۔ عرض کی میں آپ کے کندھوں پر پاؤں نہیں رکھ سکتا۔ آپ میرے کندھوں پر چڑھ کر اسے گرا دیں فرمایا اے علی تم نبوت کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ عرض کی خدا نے مجھے شیر بنایا ہے مجھے اپنی قوت آزما کر تو دیکھ لینے دیجئے۔ آپ نے اپنا دایاں پاؤں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پکار اُٹھے یارسول اللہ ﷺ میں آپ

کا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا لو میرے کندھوں پر چڑھ جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کے کندھوں پر چڑھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کَیْفَ رَأَیْتَ نَفْسَکَ یَا عَلِیُّ ○ اے علی تیرا کیا حال ہے عرض کی یارسول اللہ ﷺ تمام حجابات اٹھ گئے ہیں اور گویا میرا سر ساق عرش تک جا پہنچا ہے اور میں جس چیز کو چاہوں پکڑ سکتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بُت کو گرادیا اور نیچے چھلانگ لگا دی اور مسکرانے لگے۔ حضور ﷺ نے مسکرانے کا سبب دریافت کیا عرض کی میں نے اتنی بلندی سے چھلانگ لگائی ہے لیکن مجھے چوٹ نہیں لگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب کندھے نبی کے ہوں اور تجھے اتارنے والا جبریل علیہ السلام ہو تو تجھے چوٹ کیسے لگ سکتی ہے۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۳۸۵)

تیرے آنے سے اصنامِ حرم ٹوٹ گئے
تیرا وہ رعب کہ شہ زوروں کے دم ٹوٹ گئے

تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا
ہو گئیں زندگیاں ختم قلم ٹوٹ گئے

اگر حضور ﷺ کی برکت سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قد اتنا لمبا ہو سکتا ہے کہ وہ عرش تک جا پہنچے اور ان کا ہاتھ لمبا ہو سکتا ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو چاہیں پکڑ لیں تو پھر نبی کریم ﷺ کا ہاتھ بھی اتنا لمبا ہو سکتا ہے کہ جنت میں جا پہنچے۔

اب تک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دو عقیدے بیان ہوئے حیات النبی اور نبی کا اختیار ہم اہلسنت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ خدا کا نبی اپنی قبر میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہے اور خدا نے اپنے نبی کو مختار بنا کر بھیجا ہے۔ معلوم ہوا ہمارے دونوں عقیدے وہی ہیں جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہیں اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہ ہے کہ علامہ طبری نے لکھا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کی

رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ان پر پیاس کا غلبہ ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی آپ نے فرمایا غار کے دروازے پر جا کر پانی پی لو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گیا میں نے وہاں ایسا پانی پیا جو شہد سے زیادہ میٹھا دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا پانی پی لیا عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت کی نہروں پر مؤکل فرشتے سے فرمایا جنت الفردوس سے ایک نہر کا رُخ غار کے دروازے کی طرف پھیر دو تا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پانی پی لے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول خدا کی بارگاہ میں میرا اتنا بلند مقام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر فرمایا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مُبْغِضُكَ وَلَوْ كَانَ لَهٗ عَمَلُ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا۝

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تمہارا دشمن جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اگرچہ اس کے عمل ستر نبیوں کے برابر ہوں۔

(الریاض النضرۃ، ج ا، ص ۹۵)

بھلا کون رتبے میں ہمسر ہو ان کا
ملا جن کو صدیق نام اللہ اللہ

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عقائد:

آپ کا تعارف:

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمار ابھی ابھی میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے میں نے اس سے کہا اے

جبریل علیہ السلام مجھے آسمان میں عمر بن خطاب کے فضائل بتاؤ۔ عرض کی اگر میں حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ساڑھے نو سو سال تک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتا رہوں تو عمر بن خطاب کے فضائل ختم نہ ہوں۔ وَاِنَّ عُمَرَ لَحَسَنَةٌ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَكْرٍ○ اور حضرت عمر، صدیق اکبر رضی اللہ عنہم کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ (مسند ابی یعلیٰ، ج ۳، ص ۱۷۹۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۶۸)

عقیدہ نمبر ۱:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَامَ فِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ○ (بخاری، ج ۱، ص ۴۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مقام میں ہم میں ٹھہرے آپ نے ہمیں ابتدائے آفرینش خلق سے خبر دینی شروع کی یہاں تک کہ جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں داخل ہو گئے۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے۔

فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَ فِي الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِهَا اِلٰى اِنْتِهَائِهَا○ (عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۲۱۴)

اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے تمام حالات ابتداء سے انتہاء تک بیان فرما دیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کل مخلوقات کا علم غیب عطا فرما دیا ہے اور یہی ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

علوم اولین و آخرین کا کر دیا مالک
خدا نے عرش پر کی دھوم سے دعوت محمد کی

علوم غیبیہ کے بارے میں چند اور صحابہ کے عقائد ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

تعارف:

ایک دفعہ ایک نصرانی بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چار سوالات ارسال کیے۔ آپ نے ان کے جوابات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے لکھوا کر اس کو بھیج دیے سوالات اور جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

سوال نمبر۱: دو بھائی ایک ہی دن پیدا ہوئے ایک ہی دن ان کا انتقال ہوا مگر ایک کی عمر دوسرے سے سو سال زیادہ ہے ایسا کیونکر ہوسکتا ہے؟

جواب: یہ دونوں بھائی حضرت عزیر اور عزیز تھے جو ایک دن پیدا ہوئے اور ایک ہی دن دونوں کا انتقال ہوا لیکن عزیر علیہ السلام پر خدا نے ایک سو سال تک موت طاری رکھی پھر زندہ کیا جب زندہ ہوئے تو آپ کی عمر وہی تھی جو وفات کے وقت تھی جبکہ عزیز کی عمر سو سال زائد ہو چکی تھی۔ اس لئے حضرت عزیر علیہ السلام سو سال چھوٹے اور عزیز سو سال بڑے تھے۔

سوال نمبر۲: وہ کونسی زمین ہے جس نے صرف ایک مرتبہ سورج کو دیکھا ہے؟

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریائے قلزم میں اپنا عصا مارا دریا میں بارہ راستے پیدا ہو گئے۔ سورج کی دھوپ نے ان راستوں کو خشک کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر گزر گئے جب فرعون کا لشکر آیا اور راستوں پر ہولیا تو دریا نے ان کو غرق کر دیا یہ وہ راستے تھے جن پر سورج صرف ایک بار چمکا۔

سوال نمبر۳: وہ کونسی قبر ہے جو خود بھی زندہ ہے اور اس کا ساکن بھی زندہ ہے۔ پھر وہ ساکن قبر سے باہر آ کر فوت ہوا تھا۔

جواب: وہ حضرت یونس علیہ السلام کی مچھلی ہے جس کے پیٹ میں آپ چالیس روز تک رہے پھر اس کے پیٹ سے باہر آ کر فوت ہوئے۔

سوال نمبر۴: وہ کونسا قیدی ہے جس کو قید خانے میں سانس لینے کی اجازت نہیں اور وہ قیدی بغیر سانس لئے زندہ ہے۔

جواب: وہ ماں کے پیٹ کا بچہ ہے جو سانس لیے بغیر زندہ رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

مَرَّالنَّبِیُّ بِقَبْرَیْنِ یُعَذِّبَانِ فَقَالَ اِنَّھُمَا یُعَذِّبَانِ وَمَا یُعَذِّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ وَاَمَّا الْآخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَۃً رَطْبَۃً فَشَقَّھَا بِنِصْفَیْنِ ثُمَّ غَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَۃً فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ صَنَعْتَ ھٰذَا فَقَالَ لَعَلَّہٗ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْھُمَا مَالَمْ یَیْبَسَا ○

(بخاری شریف)

نبی کریم دو قبروں پر سے گزرے جن میں عذاب ہو رہا تھا فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی دشوار بات میں نہیں ہو رہا ان میں سے ایک تو پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کرتا تھا پھر ایک تر شاخ لے کر اس کو آدھا آدھا چیرا ہر قبر پر ایک ایک گاڑ دیا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے یہ کیوں کیا فرمایا کہ جب تک یہ ٹکڑے خشک نہ ہوں گے ان دونوں کے عذاب میں کمی ہو گی۔

اس حدیث میں زمانہ حال ماضی اور استقبال تینوں زمانوں سے متعلقہ غیب کی خبریں ثابت ہیں ان کو عذاب ہو رہا ہے۔ زمانہ حال کی خبر ہے ایک

پیشاب سے نہ بچتا تھا دوسرا چغلی کرتا تھا۔ زمانہ ماضی کی خبر ہے ان کو عذاب میں تخفیف ہوگی زمانہ استقبال کی خبر ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تینوں زمانوں سے متعلق علم غیب عطا فرمایا اسی لئے آپ نے اس حدیث کی دوسروں تک تبلیغ فرمائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ:

تعارف: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث ہیں اور حافظ الحدیث وہ محدث ہوتا ہے جس کو کم از کم ایک لاکھ احادیث زبانی یاد ہوں۔ آپ اپنی رات کے تین حصے کرتے تھے اول میں سوتے تھے دوسرے حصے میں نماز تہجد پڑھتے تھے۔

جناں ھل سویرے جتے اوہ ہالی ہو گئے پکے
تو ویں اُٹھ محمد بخشا متاں یار تیرے ول تکے

اور رات کے تیسرے حصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کیا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے پانچ ہزار سے زائد احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا کسی بکریوں کے چرواہے کی طرف گیا اس نے ایک بکری پکڑی چرواہے نے اس سے بکری کو چھڑا لیا بھیڑیا ٹیلے پر چڑھ گیا اور بولا میں نے روزی کا ارادہ کیا تھا جو اللہ نے دی پھر تو نے وہ مجھ سے چھین لی اس چرواہے نے بھیڑیے کو کلام کرتے سنا تو کہا اللہ کی قسم میں نے آج جیسا واقعہ کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا باتیں کر رہا ہے تو بھیڑیے نے کہا:

اَعْجَبُ مِنْ هٰذَا رَجُلٌ فِي النَّخِلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يُخْبِرُكُمْ بِمَا مَضٰى وَمَا هُوَ كَائِنٌ بَعْدَكُمْ ○

اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ ایک صاحب دو پہاڑوں کے درمیان کھجوروں کے جھنڈ میں (مدینہ منورہ میں) تمہیں گزری ہوئی اور بعد میں ہونے والی باتوں کی خبر دے رہے ہیں وہ چرواہا یہودی تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ (مشکوٰۃ، ص ۵۴۱)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ علم ما کان وما یکون کی خبر رکھتے ہیں اور اس بات کو بھیڑیا جانور بھی مانتا ہے لیکن جو آدمی حضور ﷺ کے علم غیب کا منکر ہے وہ جانور سے بھی بدتر ہے ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا گیا۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۝

ترجمہ: یہی لوگ جانوروں کی طرح ہے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

تو دانائے ما کان وما یکون ہے
مگر بے خبر بے خبر جانتے ہیں

یہ تھا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا علم غیب کے بارے میں عقیدہ جو انہوں نے اس حدیث کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا اور یہی ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ:

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَقَامًا مَاتَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذَالِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ ۝ (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ فرمایا اور جو باتیں اس وقت سے قیامت تک ہونے والی تھیں سب کا ذکر فرمایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ قیامت تک کے تمام

واقعات کو جانتے ہیں اور یہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا جس کی انہوں نے تبلیغ فرمائی۔

اس قسم کے ایک اور عقیدے کو حدیث کی صورت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے یوں بیان فرمایا:

مَاتَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ قَائِدِ فِتْنَةٍ اِلٰى اَنْ تَنْقَضِيَ الدُّنْيَا يَبْلُغُ مَنْ مَّعَهٗ ثَلَاثَ مِائَةٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاهُ لَنَا بِاِسْمِهٖ وَاِسْمُ قَبِيْلَتِهٖ O (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا جو آج سے قیامت تک فتنہ کا باعث ہو جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو تک یا تین سو سے زائد ہو یہاں تک کہ ہمیں اس کے نام اور اس کے قبیلے کے نام بتا دیئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا:

تعارف: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر دین کے تین حصے کیے جائیں تو دو حصے دین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وہ خوش قسمت ہستی ہیں جن کی بارگاہ میں جبریل امین علیہ السلام سلام پیش کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں۔

ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس میری آغوش میں تھا۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کسی کی اتنی نیکیاں بھی ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں اتنی ہیں پھر میں نے پوچھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کی ساری نیکیاں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ، ج۳، ص۲۵۱)

اس حدیث پر غور فرمائیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال کا جواب دینے کے لئے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو کہ تمام آسمانوں پر ستارے کتنے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر مومن کی نیکیاں کتنی ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہر آسمان پر بے شمار ستارے موجود ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی مختلف مقامات پر نیکیاں کرتے ہیں میدانوں میں پہاڑوں میں سمندری جزیروں میں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال علم پر غور کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوال پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اے عائشہ جبریل کو آنے دو ان کو خدا کی بارگاہ بھیج کر پوچھتے ہیں کہ آسمانوں پر ستارے کتنے ہیں اور میرے جملہ امتیوں کی نیکیاں کتنی اور یہ بھی نہیں فرمایا ٹھہر ذرا حساب لگالیں ہر آسمان پر کتنے ستارے ہیں پھر ان کا میزان لگالیں نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوال کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمانوں کے ستاروں کی تعداد کو بھی جانتے ہیں اور تمام امتیوں کے اعمال اور ان کی نیکیوں کو بھی جانتے ہیں اور یہی ہم اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

تیری نظر میں رائی رائی علم میں تیرے ساری خدائی
تجھ کو خدا نے آپ پڑھایا صلی اللہ علیہ وسلم

آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون و مکاں موجود نہ ہوتے
اور مسجود نہ ہوتے آدم صلی اللہ علیہ وسلم

ہوگئی ان پر ختم رسالت دیتے گئے ہیں جس کی شہادت
موسیٰ عمراں عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتَ بِالذِّكْرِ حِيْنَ يَنْصَرِفُ النَّاسَ مِنَ الْمَكْتُوْبَةِ كَانَ

عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ○ (بخاری، ج ا،ص ۱۱۶۔ مسلم، ج ا،ص ۲۱۷)

فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا سَلَّمَ مِنْ صَلٰوتِهٖ يَقُوْلُ بِصَوْتِهِ الْاَعْلٰى لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ○ (مشکوٰۃ،ص ۸۸)

رسول اللہ ﷺ جب نماز کا سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے لا الہ الا اللہ ○

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا یہ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کی سنت ہے اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس عقیدے کی تبلیغ فرمائی۔ الحمد للہ اہل سنت کی مساجد میں بعد از نماز بلند آواز سے ذکر ہوتا ہے کیونکہ ہمارا بھی وہی عقیدہ ہے جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے۔

ذکر حق جوان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے
بے واسطے ان کے خدا کچھ کرے عطا
حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک ایک آہٹ سنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم جانتے ہو یہ آہٹ کیسی ہے تو ہم نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ آہٹ ایک پتھر کی ہے جو کہ آج سے ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا اور اب وہ دوزخ کی تہ تک پہنچا ہے۔ قربان جائیں رسول اللہ ﷺ کی قوت سماعت پر کہ کروڑوں میل دور سے آپ نے پتھر کے گرنے کی آواز کو سن لیا جو نبی

اتنی دور سے پتھر کے گرنے کی آواز سن سکتا ہے وہ دنیا کے ہر حصے سے اپنے امتی کے درود وسلام کی آواز کو بھی سن سکتا ہے۔ (مسلم، ج ۲، ص ۳۸۱)

اس کی تائید حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز نے مجھے آپ کے دین میں شامل کیا اور جو آپ کی نبوت کی نشانی ہے وہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ جھولے میں تھے چاند سے باتیں کرتے تھے جدھر آپ انگلی کا اشارہ کرتے تھے چاند ادھر ہی جھک جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں چاند سے اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے منع کرتا تھا اور میں اس کی آواز سنتا تھا جب کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔

(تفسیر مظہری، ج ۴، ص ۵۱۲)

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
وہ سراپا نور تھے یہ تھا کھلونا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

زمین سے پہلا آسمان پانچ سو سال کی راہ کے فاصلے پر ہے ایک آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہے۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے سات آسمان ہیں اوپر جنت ہے۔ جنت کے سو درجے ہیں ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے جنت کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ ہے پھر عرش تک ستر ہزار پردے ہیں ایک پردے سے دوسرے پردے کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ ہے اس کے بعد اللہ کا عرش جس کے نیچے چاند کے گرنے کی آواز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سن لیتے ہیں اندازہ لگایئے کتنی دور کی آواز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن سکتے

ہیں لہٰذا آپ کے لئے دور کا درود وسلام سننا ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے۔

علامہ کاسانی نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فَلَمَّا فَرَغَ جَاءَ عُمَرُ وَمَعَہٗ قَوْمٌ فَاَرَادَ اَنْ یُّصَلِّیَ ثَانِیًا فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَلصَّلٰوۃُ عَلَی الْجَنَازَۃِ لَا تُعَادُ وَلٰکِنْ اُدْعُ لِلْمَیِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَہٗ ○ (بدائع الصنائع، ج ۱، ص ۳۱۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ آ گئے اور ان کے ساتھ ایک قوم تھی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنازہ پر جب ایک مرتبہ نماز پڑھ لی جائے تو دھرائی نہیں جاتی مگر تم میت کے لئے دعا کرلو اور استغفار کرلو۔

اس حدیث پر غور کریں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھ لی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ بعد میں آئے ہیں ان کا ارادہ ہے کہ میں بھی نماز جنازہ پڑھ لوں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اب تم اور تمہارے ساتھی لوگ میت کے لئے دعا کرو اور استغفار کرو معلوم ہوا کہ نماز جنازہ پڑھ لینے کے بعد دعا مانگنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے جو نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد دعا مانگنے کے منکر ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نافرمان ہیں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الدُّعَا ھُوَ الْعِبَادَۃُ ○ بے شک دعا عبادت ہے۔
(المستدرک، ج ۲، ص ۱۷۸)

اَفْضَلُ الْعِبَادَۃِ ھُوَ الدُّعَا ○ بہترین عبادت دعا ہے۔
(المستدرک، ج ۱، ص ۴۹۱)

اَلدُّعَا مُخُّ الْعِبَادَۃِ ○ دعا عبادت کا مغز ہے۔ (ترمذی، ج ۲، ص ۱۷۸)

اَشْرَفُ الْعِبَادَۃِ الدُّعَا ○ اشرف عبادت دعا ہے۔ (الادب المفرد، ص ۲۴۹)

علامہ عسقلانی نے لکھا ہے۔

اَجَابَ الْجُمْهُوْدُ اِنَّ الدُّعَا مِنْ اَعْظَمِ الْعِبَادَةِ○

(فتح الباری، ج ۱۱، ص ۹۷)

پس ثابت ہوا کہ دعا عبادت ہے اور خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْ خُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ○

ترجمہ: بے شک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

معلوم ہوا جو لوگ دعا بعد نماز جنازہ سے روکتے ہیں یا اس دعا کے منکر ہیں ان کا انجام دوزخ ہے۔

رہا یہ اعتراض کہ نماز جنازہ خود دعا ہے دعا کے بعد دعا نہیں کرنا چاہیے تو اس کے متعلق گزارش ہے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا اور ان پر نماز پڑھی پھر انصار میں سے ایک شخص کا جنازہ لایا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا آپ نے اس پر نماز پڑھی انصاری کا جنازہ اٹھا لیا گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا گیا۔ پھر ایک اور جنازہ لایا گیا اسے بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا گیا۔ آپ نے اس کی بھی نماز جنازہ پڑھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو وہیں رہنے دیا گیا اور اس جنازہ کو اٹھا لیا گیا۔

حَتّٰی صَلّٰی عَلَیْهِ یَوْمَئِذٍ سَبْعِیْنَ صَلٰوةً○

اس دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر ستر مرتبہ صلوٰۃ پڑھی گئی۔

(مسند امام احمد، ج ۱، ص ۴۶۳)

یہ بات ذہن میں رہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو دس لاکھ احادیث

زبانی یاد تھیں۔آپ کی وفات پر آٹھ لاکھ مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی ہے اور آپ کی نماز جنازہ کے منظر کو دیکھ کر بیس ہزار یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے ہیں۔علامہ بدرالدین عینی نے لکھا ہے کہ اِنَّی دَعَا سَبْعِیْنَ مَرَّۃً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر مرتبہ دعا مانگی۔

(البنایہ شرح الھدایہ، ج۲، ص۹۸۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَکَانَ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا دَعَا دَعَا ثَلَاثًا وَاِذَا سَأَلَ سَأَلَ ثَلَاثًا ○

(مسلم، ج۲، ص۱۰۸)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو تین مرتبہ دعا مانگتے اور سوال کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے یہی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

کَانَ یُعْجِبُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّدْعُوْ ثَلَاثًا وَیَسْتَغْفِرُ ثَلَاثًا ○

(ابوداؤد، ج۱، ص۲۱۳)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند تھی کہ آپ تین مرتبہ دعا مانگتے اور تین مرتبہ استغفار کرتے ۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

دَعَا ثُمَّ دَعَا ثُمَّ دَعَا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی پھر دعا فرمائی پھر دعا فرمائی۔(مسلم، ج۱، ص۲۲۱)

ایک حدیث میں ہے۔

رَفَعَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھَدْیَہٗ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ○

(نسائی، ج۱، ص۲۸۴)

ان دلائل سے پتہ چلا کہ بار بار دعا مانگنا جائز ہے لہٰذا نماز جنازہ اگرچہ

دعا ہے لیکن اس کے بعد بھی دعا مانگنا جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی لڑکی کا انتقال ہوا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ اس طرح پڑھی کہ:

فَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا ثُمَّ قَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ قَدْرَ مَابَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَيَدْعُوْ وَقَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ هٰكَذَا ○ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ ○

(سنن کبریٰ، ج ۴، ص ۴۲۔ المستدرک، ج ۱، ص ۳۶۰)

آپ نے اس پر چار تکبیر کہیں پھر چوتھی تکبیر کے بعد آپ دو تکبیروں کے درمیانی وقفہ کے برابر کھڑے رہے اور صاحبزادی کے لئے دعا و استغفار کی اور دعا کے بعد فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کیا کرتے تھے۔

رسول خدا ﷺ کے ارشاد سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور نبی کریم ﷺ کے فعل سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا یہ عقیدہ ہو گیا کہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے دعا مانگنا جائز ہے اور یہی عقیدہ ہم اہل سنت و جماعت کا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

تعارف: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں لائیں اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ انس آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعائے خیر فرمائیں۔ آپ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ مَالَهٗ وَ وَلَدَهٗ وَاَطِلْ عُمُرَهٗ وَاغْفِرْ لَهٗ ○

اے اللہ انس کے مال و اولاد میں برکت دے اس کی عمر لمبی فرما اور اس کی مغفرت فرما۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ آپ کے باغات سال میں دو مرتبہ پھل

دیتے تھے۔ ایک پودے سے کستوری کی خوشبو آتی تھی آپ کی اولاد کی تعداد اسی ہے آپ کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی دعا کے نتیجے میں ایسی خوشحال زندگی بسر کر رہا ہوں کہ کسی دوسرے کو ایسی خوشحالی نصیب نہیں۔

جب مرض وفات میں تھے تو خیال آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے چار دعائیں مانگی تھیں تین کی قبولیت کا اثر ظاہر ہو گیا ہے چوتھی دعا مغفرت کی نہ جانے قبول ہوئی یا نہیں مکان کے کونے سے آواز آئی ہم نے چوتھی دعا بھی قبول فرمالی اور تمہاری مغفرت ہوگئی۔ (عمدۃ القاری، ج ۱، ص ۱۴۰)

اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
پڑھی ناز سے جب دعائے محمد
اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عورت کی عقل میں کچھ فتور تھا وہ کہنے لگی۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ لِیْ اِلَیْكَ حَاجَةً اے رسول خدا مجھے آپ سے کچھ حاجت ہے تو آپ نے فرمایا اے ام فلاں جس گلی میں چاہو انتظار کرو میں تمہاری حاجت پوری کر دوں گا پھر آپ نے راستے میں اس سے بات کی اور اس کی حاجت پوری کر دی۔ (مسلم، ج ۲، ص ۲۵۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی عطا سے حاجت روا سمجھ کر آپ کی بارگاہ میں اپنی حاجات پیش کرتے اور آپ ان کی حاجت روائی فرماتے جب اس عورت نے کہا مجھے آپ سے حاجت ہے تو آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ حاجت روا تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اس سے حاجت طلب کرو بلکہ

فرمایا میں تیری حاجت پوری کروں گا۔ معلوم ہوا کہ آپ کو حاجت روا سمجھنا ایک ایسا درست عقیدہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہے۔ الحمد للہ ہم اہلسنت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا۔ هَلْ لَكَ مِنْ حَاجَةٍ يَاجِبْرِيْلُ ۝ اے جبریل علیہ السلام کوئی حاجت ہو تو بتاؤ عرض کی میری حاجت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ قیامت کے دن مجھے اجازت دے کے میں پلصراط پر آپ کی امت کے قدموں کے نیچے اپنے نوری پر بچھا دوں۔ جبریل علیہ السلام نوریوں کا سردار ہے اس نے خدا کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت روا سمجھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کو حاجت روا سمجھنا نوریوں کا عقیدہ ہے۔ الحمد للہ ہمارا عقیدہ نوریوں والا ہے ناریوں والا نہیں خدا ایسے لوگوں سے محفوظ رکھے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔

نال کسنگی سنگ، نہ کریئے کل نوں لاج نہ لایئے ہو
تمے تربوز مولی نہ ہوندے توڑے توڑ مکے لے جایئے ہو
کانواں دے بچے کدی ہنس نہ تھیندے توڑے موتی چوگ چگایئے ہو
کوڑے کھوہ کدی مٹھے نہ ہوندے حضرت باہو بھانویں سہ مناں کھنڈ پایئے ہو

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی رات میرا گزر سرخ ریت کے ٹیلے کے قریب سے ہوا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ هُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ ۝ کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسلم، ج ۲، ص ۲۶۸)

معلوم ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کو وفات پائے ہزاروں برس گزر گئے وہ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ جب کلیم اللہ کی حیات کا یہ کمال ہے تو پھر حبیب اللہ کی حیات کا کیا کمال ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے حالات سے باخبر ہیں۔

سر عرش پر ہے تیری گزر دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

تعارف: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ہجرت فرمائی تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے حکم سے آپ کے بستر پر لیٹ گئے۔ اس رات مشرکین مکہ کا منصوبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید کرنے کا تھا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام سے فرمایا میں نے تم دونوں کے درمیان بھائی چارہ بنایا ہے اور تمہاری زندگی ایک دوسرے سے دراز کی ہے۔ بتاؤ تم میں سے کون ہے جو اپنی زندگی اپنے بھائی پر ایثار کر دے اور مرنے کو تیار ہو۔ دونوں اپنی زندگی بارگاہ الٰہی سے طلب کرنے لگے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا اے جبریل و میکائیل علیہما السلام دیکھو علی کی بزرگی و شرافت تم دونوں سے زیادہ ہے ہم نے اپنے محبوب اور علی کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا ہے تو علی اپنی موت اور قتل کو قبول کر کے ان کے بستر پر سو گئے ہیں اور اپنی جان ہمارے حبیب پر فدا کر دی ہے۔

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں
ہر بنا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں
اور ڈوب سکتی نہیں کبھی موجوں کی طغیانی میں
جنکی کشتی ہو محمد کی نگہبانی میں

اب تم دونوں جاؤ اور دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو چنانچہ جبریل و میکائیل علیہما السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے ایک سرہانے بیٹھ گئے اور ایک پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زبان حال سے کہا کہ

بَخٍّ بَخٍّ مَنْ مِثْلُكَ يَا ابْنَ اَبِىْ طَالِبٍ اِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِىْ بِكَ عَلٰى مَلَائِكَتِهٖO زندہ باد اے علی ایثار میں تیری مثل کون ہے بے شک اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تجھ پر فخر کر رہا ہے اور آپ اپنی خوابگاہ میں آرام سے سو رہے ہیں۔

(کشف المحجوب، ص ۳۵۸)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَمْ اَرٰى قَبْلَهٗ وَلَا بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَO

میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کوئی آپ کی مثل نہ دیکھا۔

(شمائل ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ لم اری بعدہ مثلہO

(طبقات ابن سعد، ج ا، ص ۴۱۴)

میں نے آپ کے بعد آپ کی مثل نہ دیکھا۔

تیرا قد تو نادر دہر ہے کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں

جب جنگ حنین میں مالک بن عوف بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ ایمان لا کر ہماری خدمت میں حاضر ہو جائے تو ہم اس کے اہل و عیال اور مال واپس کر دیں گے۔ جب یہ خبر مالک کو پہنچی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مال اور اہل و عیال واپس کر دیئے اور سو اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کیے اس پر مالک بن عوف نے کہا:

مَا اِنْ رَاَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ
فِى النَّاسِ كُلِّهِمْ كَمِثْلِ مُحَمَّدٍ

(الاصابہ)

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں حضرت محمد ﷺ کی مثل نہ دیکھا نہ سنا

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِیْ ○
(مسلم، ج ۲، ص ۲۴۲)

جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا کوئی شیطان میری مثل نہیں ہو سکتا۔

شیطان ہر ایک کی شکل اور مثل بن سکتا ہے مگر نبی آخر الزماں کی مثل نہیں بن سکتا۔ اس سے وہ عاجز ہے جو لوگ اپنے آپ کو نبی کی مثل قرار دیتے ہیں وہ شیطان سے بھی دو قدم آگے ہیں اللہ ایسے لوگوں سے محفوظ فرمائے۔

کچ وی منکا تے لعل وی منکا اکو رنگ دوہاندا
جے کر پاس صرافاں جایئے فرق لکھاں کوہاندا

جو لوگ حضور ﷺ کو اپنی مثل سمجھتے ہیں وہ آپ کے ان ارشادات پر غور کریں

لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّیْ اُطْعِمُ وَاُسْقٰی ○
میں تمہاری مثل نہیں میں کھلایا پلایا جاتا ہوں۔ (ترمذی، ج ۱، ص ۹۷)

لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ ○ میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں۔

اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ ○
تم میں میرا مثل کون ہے میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ (مسلم، ص ۳۵۱)

یہ ارشادات نبی کریم ﷺ نے ان صحابہ سے فرمائے جو ہدایت کے ستارے تھے ان میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما جیسی عظیم ہستیاں موجود

ہیں جب ان میں سے کوئی حضور ﷺ کی مثل نہیں ہو سکتا تو بعد والوں میں کون ہے جو آپ کی مثلیت کا دعویٰ کرے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خیبر میں حضور ﷺ نے فرمایا۔

لَأُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَ يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ○

(بخاری، مسلم شریف، ج۲،ص ۲۷۹۔ مشکوٰۃ، ج۳،ص ۲۵۹)

کل یہ جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا کہ اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔

تمام صحابہ نے بے چینی سے رات بسر کی دیکھئے یہ سعادت کس کو نصیب ہوتی ہے صبح آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اس وقت ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگا کر آنکھیں ٹھیک فرما دیں اور پرچم اسلام ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

مقام غور ہے کہ کسی صحابی کے دل میں یہ خیال نہیں گزرا کہ کل کا علم تو صرف خدا جانتا ہے۔ حضور ﷺ کو کیا خبر بلکہ سب کو یقین ہو گیا کہ قلعہ قموص کل فتح ہو جائے گا اور ہر صحابی کی خواہش ہوئی کہ جھنڈا مجھے مل جائے اور یہ سعادت مجھے نصیب ہو۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کا عقیدہ تھا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو کل کا علم جانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو کل کا علم عطا فرمایا ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یُرِیْنَا مَصَارِعَ اَھْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ وَیَقُوْلُ ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ تعالٰی ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے ایک روز پہلے ہی ہمیں وہ تمام مقامات دکھا دیئے جہاں مشرک قتل کیے جائیں گے چنانچہ آپ نے فرمایا کل انشاء اللہ یہاں فلاں شخص مرا پڑا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول خدا کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جو مقامات رسول خدا نے مقرر فرمائے تھے ان سے ذرا بھی تجاوز نہیں یعنی وہ کافر اسی جگہ مارے گئے۔

(مشکوٰۃ، ج۳، ص۲۱۰)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے دن صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے اور لمبا سفر کیا چلتے چلتے شام ہوگئی۔ ایک سوار حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک پہاڑ پر چڑھا میں نے دیکھا کہ قبیلہ ہوازن اپنی عورتوں اور اونٹوں سمیت حنین کی جانب روانہ ہوئے۔

فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَقَالَ تِلْکَ غَنِیْمَۃُ الْمُسْلِمِیْنَ غَدًا اِنْشَاءَ اللّٰہُ تعالٰی ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کل انشاء اللہ یہ مسلمانوں کا مال غنیمت ہوگا۔ (مشکوٰۃ، ج۳، ص۲۰۷)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ:

حضرت محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی مسجد کے قریب

سے گزرا۔ ایک شخص نے عرض کی یا امیرالمومنین آپ اس گزرنے والے آدمی کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کون ہے اس نے عرض کی یہ سواد بن قارب ہے اور یہ یمن کا ایک آدمی ہے اور اہل یمن میں یہ ایک ممتاز آدمی ہے اور یہ وہی ہے جس کے پاس ایک جن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر لایا تھا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو میرے پاس لے کر آؤ اس کو بلایا گیا۔ جب وہ آیا تو آپ نے فرمایا کیا تو سواد بن قارب ہے اس نے کہا ہاں فرمایا کیا تو وہی ہے کہ تیرے پاس جن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر لایا تھا۔ اس نے کہا ہاں کہا کیا تو اب بھی کاہن ہے وہ بہت ناراض ہوا اور کہا جب سے اسلام قبول کیا ہے مجھے کسی نے کاہن نہیں کہا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ ہمارا شرک تو تمہاری کہانت سے بڑھا ہوا تھا۔ اب مجھے بتاؤ کہ وہ جن تمہارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی خبر کیسے لایا تھا۔ اس نے کہا اے امیرالمومنین ایک رات میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھا کہ میرے پاس میرا جن آیا اور مجھے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد بن قارب کھڑے ہو جاؤ سمجھو اور غور کرو اگر تم عقلمند ہو لوئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے جو اللہ اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ میں نے اس کے اس کہنے کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور کہا مجھے سونے دو دوسری رات آ کر اس نے پھر پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد میں نے تجھے کہا نہیں اگر تجھے عقل ہے تو سمجھ لوئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے جو خدا اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے۔ پھر بھی میں نے اس کے کہنے پر سر نہ اٹھایا تیسری رات اس نے پھر آ کر پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہا اے سواد بن قارب ہوش کر اگر تجھے عقل ہے لوئی بن غالب سے ایک نبی مبعوث ہوا ہے جو خدا اور اس کی عبادت کی طرف بلاتا ہے اب میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی اور میں نے اسلام کی طرف رغبت کی جب صبح ہوئی تو میں

اپنی سواری پر مکہ کی طرف چلا ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ مجھے پتہ چلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر گئے ہیں اور مدینہ چلے گئے ہیں۔ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لوگوں سے دریافت مجھے کہا گیا آپ مسجد میں ہیں میں مسجد میں حاضر ہوا میں نے اپنی اونٹنی کو باندھا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا آپ صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہیں میں نے عرض کی میری بات سماعت فرمائیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا:

مَرْحَبًا بِكَ يَا سَوَادُ قَدْ عَلِمْنَا مَاجَاءَ بِكَ ○

اے سواد ہم جانتے ہیں تجھے کونسی چیز لائی ہے۔

میں نے عرض کی میرے اشعار سماعت فرمائیں پھر اشعار پیش کئے ان میں سے ایک شعر یہ تھا۔

فَـأَشْهَـدُ اَنَّ اللّٰـهَ لَا رَبَّ غَيْـرُهٗ

وَاِنَّكَ مَـامُوْنٌ عَلٰـى كُلِّ غَـائِـبٍ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی پروردگار نہیں اور آپ کل غیب پر امین ہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار سنے تو:

فَفَرِحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهٗ بِاِسْلَامِيْ فَرْحًا شَدِيْدًا حَتّٰى رَاٰى فِيْ وُجُوْهِهِمْ قَالَ فَوَثَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ فَالْتَزَمَهٗ ○

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ بہت خوش ہوئے حتیٰ کہ خوشی کے آثار ان کے چہروں پر نظر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلدی سے اٹھ کر سواد قارب کو گلے سے لگا لیا اور علامہ بیہقی نے لکھا ہے۔

فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذَهٗ وَقَالَ لِيْ اَفْلَحْتَ يَا سَوَادُ ○

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مسکرائے حتیٰ کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اے سواد تو کامیاب ہو گیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) نبی کریم ﷺ نے سواد کو دیکھتے ہی فرمایا کہ میں جانتا ہوں تجھے کونسی چیز لائی ہے جن کا تین راتیں سواد کو جگانا حضور ﷺ کی بعثت کی خبر دینا حضور ﷺ کی تعلیم سے آگاہ کرنا سواد کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہونا ان تمام باتوں کو حضور ﷺ جانتے تھے اور یہ آپ کا علم غیب تھا۔

(۲) سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ سن کر کہ محبوب خدا کل غائب جانتے ہیں اللہ کے نبی کا مسکرانا خوشی کی غلامت ہے یہ عقیدہ نبی کریم ﷺ کو پسند ہے اور عین اسلام کے مطابق ہے۔

(۳) اس عقیدہ کو سن کر حضور ﷺ اور صحابہ کا شدید خوشی محسوس کرنا حتیٰ کہ ان کے چہروں کا خوشی سے ٹمٹمانا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے رسول پاک ﷺ کو علم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنُ کلی طور پر عطا فرمایا ہے۔

(۴) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ سن کر سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگانا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان کو وہ آدمی بڑا پیارا لگتا ہے جس کا ایسا عمدہ عقیدہ ہو الحمد للہ ہم اہل سنت کا بھی یہی عقیدہ ہے اور اس پر ہمیں رسول کریم ﷺ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام کی مکمل حمایت حاصل ہے۔

(۵) حضور ﷺ نے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو کامیاب ہو گیا فلاح پا گیا۔ معلوم ہوا نجات یافتہ اور زندگی میں کامیاب وہ ہے جس کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا نے نبی کریم ﷺ کو کل شئی کا علم عطا فرمایا ہے۔

(۶) اگر غیر مقلدوں اور دیو بندیوں کے عقیدے کے مطابق حضور ﷺ کے

لئے کل غیب جاننے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے تو کیا وہ محدثین اور علماء کرام جنہوں نے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے سب کافر ہیں۔

جن علماء نے اس حدیث کو نقل کیا:۔

(۱) امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی۔ (طبرانی کبیر، ج ۷، ص ۹۲)

(۲) علامہ بدرالدین عینی۔ (عمدۃ القاری شرح بخاری، ج ۸، ص ۶۷)

(۳) علامہ قسطلانی۔ (ارشاد الساری شرح بخاری، ج ۶، ص ۱۸۵)

(۴) علامہ ملا علی قاری۔ (شرح شفا قاضی عیاض، ج ۱، ص ۷۴۸)

(۵) علامہ علی بن برہان الدین۔
(انسان العیون فی سیرت الامین والمامون، ج ۱، ص ۳۲۴)

(۶) علامہ ابن کثیر۔ (السیرۃ النبویہ، ج ۱، ص ۳۴۶)

(۷) عبدالرحمٰن بن الجوزی۔ (الوفاء باحوال المصطفٰی، ج ۱، ص ۱۵۳)

(۸) امام جلال الدین سیوطی۔ (خصائص کبریٰ، ج ۱، ص ۲۵۵)

(۹) حافظ ابونعیم۔ (دلائل النبوۃ، ص ۷۳)

(۱۰) امام بیہقی ابوبکر بن احمد۔ (دلائل النبوۃ، ج ۲، ص ۲۴۸)

(۱۱) حافظ ابن عبداللہ قرطبی۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص ۱۲۳)

(۱۲) عبداللہ بن محمد عبدالوہاب۔ (مختصر سیرت الرسول، ص ۶۹)

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وحی خدا

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ○

ترجمہ: پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

وحی کے کئی معنے ہیں۔

(۱) وحی کے معنی خبر دریافت کرنا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

بِاَنَّ رَبَّکَ اَوْحٰی لَھَا ○

ترجمہ: اس سبب سے کہ اللہ نے زمین سے خبر دریافت کی۔

(۲) وحی کے معنی الہام خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اِنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا ○

ترجمہ: پس اللہ نے شہد کی مکھی پر الہام کیا کہ پہاڑوں میں گھر بنا۔

(۳) وحی کے معنی کسی کو رسول بنانا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ ○

ترجمہ: ہم نے تجھے رسول بنایا جس طرح نوح کو رسول بنایا۔

(۴) وحی کے معنی خبر ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاَوْحَیْنَا اِلَیْہِ لَتُنَبِّئَنَّھُمْ بِاَمْرِھِمْ ھٰذَا وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ○

ترجمہ: اور ہم نے اسے (یوسف کو) خبر دی کہ ضرور تو ان کو ان کا کام جتائے گا۔ ایسے وقت کہ وہ نہ جانتے ہوں گے۔

(۵) وحی کے معنی ہیں مناجات کرنا خدا فرماتا ہے۔

فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے مناجات کی۔

پہلی وحی:

حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

حُبِّبَ اِلَیْہِ الْخَلَاءُ کَانَ یَخْلُوْ بِغَارِ حِرَاءَ ○

آپ کے لئے خلوت اور تنہائی محبوب بنا دی گئی آپ غار حرا میں خلوت فرماتے اور کھانے پینے کا سامان ساتھ لے جاتے وہاں رہ کر ذکر الٰہی، مراقبہ اور تفکر میں مشغول رہتے علاوہ ازیں اس طرح خلوت سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ فساق و فجار اور مشرکین و کفار سے علیحدگی میسر آ جاتی جو کہ ایک مستقل عبادت ہے۔

جب آپ کی عمر چالیس سال کو پہنچی تو حسب معمول آپ ایک روز غار حراء میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک فرشتہ غار میں آیا اور آپ کو سلام کیا اور کہا اقرأ پڑھئے آپ نے فرمایا۔ ما انا بقاری میں پڑھنے والا نہیں فرشتے نے آپ کو پکڑ کر شدت سے دبایا اور اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا اقراء آپ نے پھر وہی جواب دیا فرشتے نے پھر اسی شدت سے دبایا اور اس کے بعد چھوڑ دیا اور کہا اقراء آپ نے پھر وہی جواب دیا فرشتے نے پھر اسی شدت سے دبایا اور کہا پڑھئے آپ نے پھر فرمایا ما انا بقاری میں پڑھنے والا نہیں۔ بعض لوگ اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ میں ان پڑھ ہوں یہ معنی غلط ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ معلم کائنات بن کر تشریف لائے ہیں۔ آپ بغیر پڑھے عالم ہیں آپ بلا واسطہ خدا تعالیٰ کے شاگرد ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○

ترجمہ: اے محبوب جو تو نہیں جانتا تھا اللہ نے وہ سب کچھ آپ کو سکھا دیا اور

آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں پڑھا اب حضرت جبریل علیہ السلام کا کہنا کہ پڑھ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں ان پڑھ ہو بلکہ معنی یہ ہیں کہ میں پڑھنے والا نہیں ہوں بلکہ پڑھانے والا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا۝

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اتارا اپنے بندے پر جو سارے جہاں کو ڈرانے والا ہے۔

عالمین میں حضرت جبریل علیہ السلام بھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین کے نذیر یعنی نبی ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام بھی آپ کے امتی ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث ہے۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً میں ساری مخلوق کا رسول ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام بھی مخلوق ہیں لہٰذا وہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ اِنَّمَا جِبْرِیْلُ خُلِقَ لِخِدْمَةِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جبریل علیہ السلام تو پیدا ہی نبی کی خدمت کے لئے ہوئے ہیں۔

محمد کا اعلیٰ مقام اللہ اللہ

ہے جبریل انکا غلام اللہ اللہ

اور یہ امر مسلمہ ہے کہ امتی کا علم نبی سے زیادہ نہیں ہو سکتا لہٰذا نبی کا علم حضرت جبریل علیہ السلام سے زیادہ ہے اس لئے یہ بات برحق ہے کہ پڑھانا امتی کا کام نہیں بلکہ نبی کا کام ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا اَنَا بِقَارِی میں پڑھنے والا نہیں بلکہ پڑھانے والا ہوں۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یادِ الٰہی میں مستغرق تھے اس وقت آپ کا ذہن حسن الوہیت

کی تجلیات میں کھویا ہوا تھا جس کی آنکھیں ذوق نظارہ میں مخمور ہوں اسے کب گردوپیش کا ہوش رہتا ہے چنانچہ علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ۔

اِنَّہٗ کَانَ مُسْتَغْرِقًا فِیْ مُشَاھِدَۃِ الْاَنْوَارِ الْمَلَکُوْتِیَّۃِ وَالتَّجَلِّیَاتِ الرَّبَّانِیَّۃِ○

آپ خدا تعالیٰ کے انوار و تجلیات میں مستغرق تھے۔

آپ نے بیخودی کے عالم میں فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِیٍ میں نہیں پڑھتا پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا اور پھر کہا اقراء آپ نے پھر فرمایا مَا اَنَا بِقَارِیٍ پھر سینہ سے لگا کر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا اقراء پھر وہی جواب ملا چوتھی بار حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ○ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کا نام سنا تو آپ متوجہ ہوئے کہ یہ بھی تو اسی ذات کا نام لے رہا ہے۔ جس کے جلووں میں میں محو ہوں یہ سنتے ہی آپ نے پڑھا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ○

غارِ حرا کے انتخاب میں اسرار:

پہلی حکمت: یہ غار کعبہ سے مشرقی جانب ہے اور آسمان نبوت اور آسمان دنیا کے آفتاب دونوں کو خدا تعالیٰ نے ایک لقب دیا ہے۔ خدا فرمایا ہے۔

وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا○ خدا تعالیٰ نے آسمان دنیا کے سورج کو سراج بنایا ہے اور آسمان نبوت کے آفتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا اور روشنی دینے والا آفتاب بنایا۔

پس ثابت ہوا کہ آفتاب دنیا اور آسمان نبوت دونوں سورج ہیں اور جس طرح آسمان دنیا کا سورج مشرق سے طلوع کرتا ہے۔ اسی طرح روحانی آفتاب نے بھی مشرقی جانب غارِ حرا کو پسند فرمایا۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

دوسری حکمت: آپ کو کعبہ سے بڑی محبت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ہجرت کی رات آپ نے کعبہ کو مخاطب کر کے فرمایا اے کعبہ میرا دل تو نہیں چاہتا کہ تجھ سے جدائی اختیار کروں لیکن تیرے باشندوں کو میرا یہاں رہنا پسند نہیں اس لئے میں تجھ سے جدا ہو رہا ہوں۔

تیرے فرزند اب مجھ کو یہاں رہنے نہیں دیتے
تیری پاکیزگی کا وعظ تک کہنے نہیں دیتے

اس لئے آپ نے غار حرا کو پسند فرمایا کہ وہ بلندی پر واقعہ ہے جہاں سے بیت اللہ شریف کی زیارت بھی ہوتی رہتی تھی نیز چونکہ یہ غار بلندی پر تھی جہاں لوگوں سے اختلاط سے محفوظ رہا جا سکتا تھا اس لئے آپ نے اس غار کو پسند فرمایا۔

غطات ثلاثہ میں اسرار:

(۱) حکمت: علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ پہلی مرتبہ دبانے میں یہ حکمت تھی کہ مکہ میں کی جانے والی سازش کی طرف اشارہ تھا کہ اے رسول اہل مکہ آپ کے قتل سے گریز نہ کریں گے اور ہر ممکن طریقہ سے اس منصوبہ کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں گے لیکن آپ بے فکر رہیں خدا آپ کا حامی و مددگار ہے۔

دوسری مرتبہ دبانے میں اہل مکہ کے سوشل بائیکاٹ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ بائیکاٹ کر کے دیرینہ تعلقات کو پس پشت ڈالدیں گے اور شعب ابی طالب میں محصور کر دیں گے آپ اپنے رب جلیل پر بھروسہ رکھیں۔

تیسری مرتبہ دبانے میں حکمت یہ تھی کہ مکہ میں تو صرف مشرکین مکہ کی عداوت تھی لیکن مدینہ میں مشرکین اور یہود و نصاریٰ تینوں آپ کے خلاف محاذ

آرائی کریں گے مگر آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مخلوق کو فیض دینے کے لئے آئے ہیں اور جبریل علیہ السلام، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگا کر فیض دینا نہیں بلکہ فیض لینا چاہتے تھے چنانچہ سینے سے سینہ ملا تو یہ راز کھلا بارگاہ رسالت میں فقط اقراء نہ کہو بلکہ اِقْـرَاْ بِـاسْـمِ رَبِّكَ الَّـذِىْ خَـلَـقَ کہو یعنی جس کا کلام پڑھوانا ہے اس کا نام بھی لو یہ فیض پہنچا تو جبریل علیہ السلام نے پوری آیت پڑھی ورنہ پہلے ہی پڑھ دیتے۔

فیض پہنچا رضا احمد پاک سے
ورنہ تم کیا سمجھتے خدا کون ہے

(۳) حکمت: حضرات عارفین کا سینے سے لگا کر فیض پہنچانا بطریق تواتر ثابت ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ○ اے اللہ اس کو اپنی کتاب کا علم عطا فرما۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بسا اوقات آپ سے حدیث سنتا ہوں اور بھول جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی چادر بچھاؤ میں نے چادر بچھائی آپ نے دست مبارک سے کچھ اشارہ فرمایا جیسے کوئی دولپ بھر کر ڈالتا ہو فرمایا اب اس چادر کو سینے سے لگا لو میں نے چادر کو سینے سے لگا لیا اس کے بعد کوئی حدیث نہ بھولا۔

(بخاری، ج۱، ص۲۲)

(۴) حکمت: قطب العارفین عبدالعزیز دباغ مصری نے فرمایا حضرت جبریل علیہ السلام کا پہلا بغلگیر ہونا اس لئے تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنائیں کہ اللہ کی وہ دائمی خوشنودی حاصل ہو جائے جس کے بعد ناراضگی کا وجود ہی

نہ ہو اور دوبارہ بغلگیر ہونا اس غرض سے تھا کہ جاہ محمدی میں داخل ہو اور آپ کے جمال مبارک کی پناہ میں آجائے اور تیسری بار بغلگیر ہونے میں حکمت یہ تھی کہ آپ کی امت میں شامل ہو جائے۔ (الابریز، ج ا، ص ۲۱۰)

(۵) حکمت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے پونے چھ سو سال پہلے ہوئے ہیں ان دونوں رسولوں کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا اس عرصے میں وحی کا سلسلہ منقطع رہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کا زمانہ آیا اور جبریل علیہ السلام کو وحی لے کر نازل ہونے کا حکم ہوا تو وہ اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے تین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سینے سے لگا کر مسرت کا اظہار کیا کہ خدا کا شکر ہے کہ انبیاء کے سردار کی زیارت سے مشرف ہونے کا موقع ملا اور حضرت جبریل علیہ السلام کو آپ کی زیارت کا کتنا اشتیاق رہتا تھا۔ اس بات کا اندازہ آپ اس بات سے لگائیے کہ حضرت جبریل امین علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام پر بارہ مرتبہ نازل ہوئے، حضرت نوح علیہ السلام پر پچاس مرتبہ نازل ہوئے۔ حضرت ابرہیم علیہ السلام پر بیالیس مرتبہ نازل ہوئے، حضرت ادریس علیہ السلام پر چار مرتبہ نازل ہوئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار سو مرتبہ نازل ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس مرتبہ نازل ہوئے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے۔ مولانا حسن رضا اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بغیر چین نہ آتا تھا۔ (زرقانی، ج ا، ص ۲۳۴)

بے لقائے یار ان کو چین آ جاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

اقسام وحی:

وحی کی بہت سی اقسام ہیں ان میں چند مشہور کا ذکر کیا جاتا ہے سماعت فرمائیے

کلیم ''مکالمہ الٰہی بلا واسطہ'':

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی ○ پس اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو وحی کی اس وحی کے متعلق مندرجہ ذیل شواہد قابل ذکر ہیں۔

(۱) حضور ﷺ کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو بے حجاب دیکھا ہے اور بلا واسطہ کلام کیا ہے چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عائش فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

رَاَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَاءُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُّ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدَیَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ○ (مشکوٰۃ، ص ۴۹)

میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا مجھ سے فرمایا ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑتے ہیں۔ میں نے عرض کی مولیٰ تو ہی بہتر جانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے رب نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصول فیض کی سردی کو اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پایا۔ پس مجھے ان تمام چیزوں کا علم ہو گیا جو زمین آسمان میں تھیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اَنَّ مُحَمَّدًا رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُوَادِہٖ ○

(طبرانی کبیر، خصائص کبریٰ)

حضرت محمد ﷺ نے دو مرتبہ رب کا دیدار کیا ایک مرتبہ سر کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھ سے۔

(۳) حضور ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ رَبِّی اِسْتَشَارَنِی فِی اُمَّتِی مَاذَا فَعَلَ بِهِمْ فَقُلْتُ مَاشِئْتَ یَارَبِّ هُمْ خَلْقُكَ وَعِبَادُكَ فَاسْتَشَارَنِی الثَّانِیَةَ فَقُلْتُ لَهٗ كَذَالِكَ فَاسْتَشَارَنِی الثَّالِثَةَ فَقُلْتُ لَهٗ كَذَالِكَ فَقَالَ تَعَالٰی اِنِّی لَنْ اُخْزِیْكَ فِی اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ وَبَشَّرَنِی اِنَّ اَوَّلَ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ مَعِی مِنْ اُمَّتِی سَبْعُوْنَ اَلْفًا لَیْسَ عَلَیْهِمْ حِسَابٌ ○

(مسند امام احمد، ج ۵، ص ۳۹۳۔ کنز العمال، ج ۴، حدیث نمبر ۱۷۳۵)

بے شک میرے رب نے مجھ سے مشورہ طلب فرمایا میری امت کے بارے میں کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کروں میں نے عرض کی اے میرے رب جو چاہے ان کے ساتھ سلوک کر وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں رب نے پھر دوسری مرتبہ مشورہ طلب فرمایا میں نے وہی جواب دیا۔ رب نے تیسری مرتبہ مشورہ طلب کیا میں نے پھر وہی جواب دیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے احمد میں تیری امت کے بارے میں تجھے رسوا نہ کروں گا اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

(۴) اس وحی کے بارے میں علامہ قرطبی کا ایک قول یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے محبوب جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک تو اس میں داخل نہ ہو جائے اور جنت تمام امتوں پر حرام ہے جب تک آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔ اب اس ارشاد خداوندی کی تائید میں ایک حدیث سماعت فرمائیں۔

حدیث: امام مکحول سے مروی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی سے کچھ رقم لینی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نوع بشر پر فضیلت بخشی میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔ یہودی نے قسم کھا کر آپ کی افضلیت مطلقہ کا انکار کیا امیر المومنین نے اس کو طمانچہ دے مارا یہودی نے بارگاہ رسالت میں فریاد کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المومنین کو حکم دیا تم نے

اس کو تھپڑ مارا ہے اسے راضی کر لو اور یہودی کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے یہودی آدم صفی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور میں حبیب اللہ ہوں بلکہ اے یہودی جنت تمام نبیوں پر حرام ہے جب تک میں جنت میں داخل نہ ہو جاؤں اور جنت تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

نہ پہنچیں جب تک گنہگار ان کے
نہ جائے گی جنت میں امت کسی کی

(۵) حافظ جمال اللہ ملتانی نے لکھا کہ خدا تعالیٰ نے معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی قسم کے علوم تعلیم فرمائے اور فرمایا کہ ان کو پوشیدہ رکھنا جب آپ معراج شریف سے واپس تشریف لائے تو ایک دن کسی دیوانے کو دیکھا کہ وہی علوم بازاروں اور کوچوں میں اعلانیہ بیان کر رہا ہے۔ آپ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ مجھے تو ان علوم کے چھپانے کا حکم دیا ہے اور یہ اعلانیہ بیان کر رہا ہے۔ اللہ نے وحی کی یہ ہمارے اسرار ہیں اگر آپ ان کو لوگوں پر ظاہر فرما دیتے تو لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جاتے اس دیوانے کی باتوں کا کون اعتبار کرے گا۔

(۶) علامہ حسین بن علی بن افراسیاب نے اپنی کتاب اخبار القرآن میں اس وحی کے بارے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ید قدرت سے بنایا اور فرشتوں سے ان کو سجدہ کرایا پس اگر اے محبوب تو نہ ہوتا تو نہ میں آدم علیہ السلام کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا جبکہ وہ زمین پر تھے اور تجھے اپنے سامنے بٹھا کر کلام کر رہا ہوں اور میں نے ادریس علیہ السلام کو بلند مقام پر اٹھا لیا اور تجھے قاب قوسین اَوْ اَدنیٰ کا درجہ عطا فرمایا میں نے حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی اور تجھے قرآن عظیم عطا کیا اور اس

میں دو سورتیں ہیں کہ ان میں سے ہر ایک دنیا اور آخرت سے بہتر ہے جو کوئی ان کو دن رات میں تلاوت کرے گا اس کے لئے دنیا میں مغفرت اور آخرت میں بہشت کا دخول ہے۔ حضور ﷺ نے عرض کی وہ کونسی سورتیں ہیں خدا نے فرمایا وہ سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران ہے۔ پھر فرمایا اے احمد جو شخص تیری امت میں سے رمضان کا مہینہ پا کر دن کو روزہ رکھے گا اور رات کو نوافل پڑھے گا میں رمضان کی پہلی تہائی میں اس کو اپنی خوشنودی عطا کروں گا اور دوسری میں اپنی مغفرت عطا کروں گا اور تیسری تہائی میں دوزخ سے آزاد کر دوں گا۔ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا اور پرندوں کو مسخر کر دیا تیرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کر دینے والی بنا دیا اور تیرے لئے بادشاہوں کی گردنوں کو جھکا دیا میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں روح پھونکی اور تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا میں محمود ہوں اور تیرا نام محمد ﷺ رکھا میں کسی موذن کی دعا قبول نہیں کرتا جب تک کہ وہ میرے معبود ہونے اور تیرے رسول ہونے کی گواہی نہ دے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ سب کچھ تو میرے لئے ہے میری امت کے لئے کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تیری امت سے میں ایسے ستر ہزار لوگ بخش دوں گا جن پر عذاب واجب ہو چکا ہوگا۔ میں نے عرض کی الٰہی اس میں اضافہ فرما۔ خدا نے فرمایا تیری امت سے کوئی موت سے ایک سال پہلے توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول کر لوں گا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے عرض کی مولیٰ اس میں زیادتی فرما۔ فرمایا جو اپنی موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کر لے گا اس کی توبہ قبول کر لوں گا پھر عرض کی اس میں اضافہ کیا جائے فرمایا جو ایک جمعہ پہلے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول کر لوں گا عرض کی اس پر اضافہ فرمایا جائے فرمایا جو موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کر لے گا قبول ہو گی۔ عرض کی اس میں اضافہ کیا جائے فرمایا توبہ کا دروازہ کھلا ہے جب تک جسم میں روح باقی ہے عرض کی اس میں

اضافہ ہو فرمایا میں نے تیری امت سے ایک لاکھ ہر جمعہ دوزخ سے آزاد کئے پھر اضافے کی درخواست کی فرمایا رمضان کی ہر رات جہنم سے تیرے ایک لاکھ آدمی آزاد کئے۔ پھر اضافہ کے لئے عرض کی فرمایا رمضان کی آخری رات رمضان کی کل تعداد کے برابر جہنم سے آزاد کئے۔ پھر اضافہ کے لئے کہا خدا نے فرمایا یہ تین چلو لے لو ایک میرا اکرم دوسرا میرا عفو اور تیسری میری رحمت ہے میں نے عرض کی اے میرے رب تیری حمد ہے اور شکر ہے۔

(۷) علامہ ملا معین کاشفی نے معارج النبوت میں لکھا ہے کہ معراج کی رات نبی کریم ﷺ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی الٰہی تو نے جبریل علیہ السلام کو چھ سو پَر عطا کئے مجھے کیا دیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہوا جبریل علیہ السلام کو میں نے چھ سو پَر دیئے ہیں اور تیرے سر میں مَیں نے چھ لاکھ بال اگائے ہیں۔ جبریل علیہ السلام اپنے چھ سو پر کھولتے ہیں تو ساری دنیا پر چھا جاتے ہیں اور اے محبوب تو قیامت کے روز اپنے چھ لاکھ بال میری بارگاہ میں بکھیرے گا اور امت کی شفاعت کرے گا تو تیری امت بخش دوں گا۔

کہا مصطفٰے نے کہ اے رب العزت گناہوں سے لبریز ہے میری امت
تو غفار ہے بخش دے میرے مولیٰ یہی آپ سے سوال محمد
کہا سن کے حق نے کہ اے کملی والے حقوق شفاعت ہیں تیرے حوالے
جسے تو کہے گا اسے بخش دوں گا خدا ہو گیا ہم خیال محمد

دوم تکلیم الٰہی من وراء حجابات:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۝ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن اس طرح گزارے کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو نوافل ادا کئے بعد ازاں وضو کیا پاکیزہ

لباس زیب تن فرمایا اور کوہ طور پر پہنچے اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا بھیجا جس نے کوہ طور کو لوگوں کی نظروں سے غائب کر دیا پھر پہاڑ کے چاروں طرف اکیس اکیس میل تک تمام جانوروں حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی روک دیا گیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اندریں حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام ربانی کی لذت نے دیدار کا آرزومند بنا دیا۔

پس پردہ سن کے تیری صدا میرا شوق دید جو بڑھ گیا
مجھے اضطراب کمال تھا یہی وجد تھا یہی حال تھا

اس لئے عرض کی رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ الٰہی مجھے اپنا دیدار کرا دے خدا نے فرمایا لن ترانی تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا اس لئے کہ:

نہ تیری آنکھ دیکھے اور نہ چشم انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہ مصطفےٰ دیکھے

رب تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ اس کلام اور تجلی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ اثر ہوا کہ آپ:

(۱) تیس میل کے فاصلے سے سیاہ رات میں سیاہ پتھر پر سیاہ چیونٹی کو چلتے دیکھ لیتے تھے۔ (طبرانی صغیر، ج۱، ص۳۲)

(۲) تیس میل کے فاصلے سے ایک چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ سن لیتے تھے۔ (انسان العیون، ج۱، ص۴۳۸)

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے پر نور کی بارش ہوتی رہتی تھی۔ (ابن کثیر، ج۹، ص۲۷)

سوم فرشتے کا متمثل ہونا:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا○

ترجمہ: ہم نے جبریل امین علیہ السلام کو مریم کے پاس بھیجا تو وہ تندرست بشر کی صورت میں متمثل ہو کر اس کے پاس آئے۔

جب جبریل علیہ السلام بشری شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو صحابہ کرام ان کا دیدار کر لیتے۔

مثال نمبر۱:

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احزاب سے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور آپ نے سنا کہ دروازے پر کسی نے سلام کیا ہے آپ دروازے کی طرف تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں بھی آپ کے پیچھے ہولی میں نے دیکھا تو وہ حضرت دحیہ تھے کہ ان کے چہرے اور دانتوں پر غبار جما ہوا تھا اور وہ اونٹ پر سوار تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر سے ان کا گردوغبار صاف فرمایا۔ جبریل امین علیہ السلام نے عرض کی خدا کا فرمان ہے کہ اسی وقت بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو جاؤ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں آئے تو فرمایا یہ جبریل امین تھے۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں لیکن ہم نے ہتھیار نہیں اتارے میں جا کر بنو قریظہ کے قلعہ میں زلزلہ پیدا کرتا ہوں آپ اپنے صحابہ کو لے کر وہاں پہنچ جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم فرمایا مدینہ میں اعلان کر دو سب لوگ تیار ہو جائیں چنانچہ تین ہزار کا لشکر تیار ہو کر بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوا راستے میں بنی نجار قبیلہ کو دیکھا کہ تیار ہو کر آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کس نے تیاری کا حکم دیا ہے عرض کی دحیہ کلبی نے تیار ہونے کا حکم دیا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جبریل امین علیہ السلام تھے۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۲۳۹)

مثال نمبر ۲:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے باپ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب موجود تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی تھا جس سے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے باپ کی طرف توجہ نہ فرمائی ہم دونوں باپ بیٹا وہاں سے چل دیئے میرے باپ نے مجھ سے کہا دیکھا تو نے تیرے چچازاد نے میری طرف توجہ نہیں فرمائی۔ میں نے عرض کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر یہ ساری بات بیان کی اور عرض کی کیا آپ کسی آدمی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم نے میرے پاس کسی کو دیکھا تھا عرض کی ہاں فرمایا وہ جبریل امین علیہ السلام تھے۔

(الحاوی، ج۲، ص۲۶۴)

چہارم رویائے صالحہ:

انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی الٰہی ہوتے ہیں چنانچہ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

یَابُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یَا اَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِیْنَ○

ترجمہ: اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو بتا تیری کیا رائے ہے۔ عرض کی اے میرے باپ جس کام کا آپ کو حکم ہوا ہے آپ وہ کر گزریئے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اس آیۂ کریمہ میں غور فرمایئے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ وہ کام کر دیجئے جس کا آپ کو حکم ہوا ہے۔ معلوم ہوا حضرت اسماعیل علیہ السلام اس حقیقت کو جانتے تھے کہ نبی کا خواب وحی ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کے حکم الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں کیا بلکہ اس کی تعمیل اسی طرح ضروری سمجھی جس طرح اس حکم الٰہی کی جو بیداری میں انہیں خدا کی طرف سے ملتا ہے۔ یہی حال دوسرے نبیوں کا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

رُؤْيَا الْاَنْبِيَاءِ وَحْیٌ ○ نبیوں کے خواب وحی ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ الصدیقہ فرماتی ہیں۔

اَوَّلُ مَابُدِیَ بِہٖ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنَ الْوَحْیِ الرُّؤْیَاءُ الصَّالِحَۃُ فِی النَّوْمِ فَکَانَ لَایَرٰی رُؤْیَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ○ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتداء نیک خوابوں سے ہوئی جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظہور میں آجاتا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ ان کو گیارہ ستاروں چاند اور آفتاب نے سجدہ کیا ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْہِ یٰاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ ○

یاد کر جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ میں نے گیارہ تارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔

پھر جب سب مصر میں آگئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور آپ کے ماں باپ نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کا خواب یوں سچا ثابت ہوگیا۔

پنجم صلصلة الجرس:

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کبھی کبھی میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح وحی آتی ہے اور وہ مجھ پر زیادہ سخت ہوتی ہے پھر وہ مجھ سے جدا ہو جاتی ہے اس حال میں کہ میں اس کو یاد کر لیتا ہوں۔ (بخاری، ص۲)

ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نزول وحی کی کیفیت جب ختم ہو جاتی تو سخت سردی کے دنوں میں آپ کی پیشانی پر پسینہ آ جاتا۔ (بخاری)

کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہی ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس حال میں وحی آئی کہ میرا زانو آپ کے زانو مبارک کے نیچے تھا پس مجھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا زانو بوجھ سے ٹوٹ جائے گا۔

اگر سواری کی حالت میں وحی آ جاتی تو سواری کا اونٹ بیٹھ جاتا اور اپنی گردن زمین کے ساتھ لگا دیتا۔ (زرقانی، ج۱، ص ۲۲۹)

ششم تفہیم غیبی:

من جانب اللہ کسی کی نظر اور فکر میں ایسی برکت کا آ جانا کہ قوت نظر ہی رشد کی طرف لے جائے اسے تفہیم غیبی کہتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ ○

ترجمہ: اور جب کہ داؤد اور سلیمان علیہم السلام اس کھیتی کا فیصلہ کرنے لگے جس کو قوم کی بکریاں رات میں روند گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کو دیکھ رہے تھے پس وہ فیصلہ

ہم نے سلیمان کو سمجھا دیا۔

ابن قیم نے مدارج السالکین میں لکھا ہے کہ:

فہم اللہ کا بندے پر عظیم انعام ہے اور وہ ایک نور ہے جس کو اللہ اپنے بندہ کے دل میں ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے اس کو ان امور کا ادراک ہونے لگتا ہے کہ جو دوسروں کو نہیں ہوتا مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فہم کو دیکھو کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس اور دیگر صحابہ بدر سے اذا جاء نصر اللہ کی تفسیر دریافت فرمائی تو صرف ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو وفات کی خبر دی ہے اور یہ بتایا ہے کہ تمہاری وفات کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس جواب سے موافقت فرمائی اور یہ معنی دوسرے صحابہ پر مخفی رہے حالانکہ ابن عباس تمام صحابہ سے کم عمر تھے اور ظاہراً کوئی اشارہ موت کی جانب نہیں اگر تفہیم الٰہی نہ ہوتی تو یہ مطلب نہ سمجھ میں آتا۔

ہفتم فرشتے کا اصلی شکل میں آنا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جبریل امین علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھتے تھے وہ آپ پر وحی لاتے تھے جو اللہ چاہتا تھا ان کی اصلی صورت میں ان کے چھ سو پَر ہیں دو مرتبہ آپ نے ان کو اصلی صورت میں دیکھا ہے ایک مرتبہ زمانۂ بعثت میں دوسری مرتبہ معراج کی رات سدرئی کے پاس۔

ایک مرتبہ آپ غار حرا سے تشریف لا رہے تھے کہ ناگاہ آسمان سے ایک آواز آئی آپ نے دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غار حرا میں آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے محمد آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔

ہشتم اسرافیل کا کلام کرنا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین علیہ السلام مکہ معظمہ میں کوہ صفا پر موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل قسم ہے اس ذات اقدس کی جس نے تجھ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے شام کو آل محمد کے پاس ایک مٹھی بھر آٹا اور ہتھیلی بھر ستو بھی نہیں ہوتے۔ بس یہ فرمانا تھا کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی آپ نے فرمایا جبریل یہ کیا ہے عرض کی اسرافیل کو آپ کے پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا ہے چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور کہا آپ نے جو کلام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے وہ سنا ہے۔

فَبَعَثَنِي اِلَيْكَ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ ○

ترجمہ: مجھے اس نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے۔ کہ میں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں اور مکہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت سونا اور چاندی بنا دوں اگر آپ چاہتے ہیں میں یہ کام ابھی کر دیتا ہوں۔ آپ کو اختیار ہے کہ آپ نبی بادشاہ بنیں یا نبی بندے جبریل نے تواضع کی طرف اشارہ کیا آپ نے تین مرتبہ فرمایا میں نبی بندہ بننا چاہتا ہوں۔

(طبرانی اوسط، ج ۷، ص ۴۷۴)

نہم رضوان جنت کی آمد:

ایک مرتبہ داروغہ جنت رضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک نوری ٹوکری لائے جو جگمگا رہی تھی۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یہ خزائن دنیا کی چابیاں ہیں یہ آپ لے لیں اس کے باوجود جو آپ کے لئے میرے پاس آخرت میں ہے اس سے ذرہ برابر کم نہ کیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے جبریل علیہ السلام کی طرف دیکھا جبریل امین علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف مارا اور عرض کی اللہ کے سامنے تواضع کریں آپ نے فرمایا اے رضوان دنیا میں میری کوئی حاجت نہیں۔ رضوان نے کہا آپ نے درست فرمایا اللہ آپ کے ساتھ درستی فرمائے اس لئے مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ یہ آیت رضوان جنت لے کر نازل ہوتے ہیں۔

تَبَارَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا○ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص ۱۲۸)

وہم الہام:

الہام کی چار اقسام ہیں۔

(ا) علم لدنی:

ایسا علم جو براہ راست من جانب اللہ قلب پر القا ہوتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ○

ترجمہ: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے کہا اے مریم یہ تیرے پاس کہاں سے آیا ہے بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ جسے چاہے بے گنتی دے۔

دوسرے مقام پر خدا فرماتا ہے۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَاَلْقِیْهِ فِی الْیَمِّ وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ○

ترجمہ: ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کو الہام فرمایا کہ اسے دودھ پلا پھر جب تجھے اس سے اندیشہ ہو تو اسے دریا میں ڈال دے اور نہ ڈر اور نہ غم کر بے شک ہم اسے تیری طرف پھیر لائیں گے اور اسے رسول بنائیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا○

ترجمہ: ہم نے اسے علم لدنی عطا کیا۔

(ب) کبھی فرشتہ دل میں بات ڈال دیتا ہے اس الہام کو القاء فی القلب اور نفث فی الروع کہتے ہیں۔ حضور فرماتے ہیں۔

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رُوْعِیْ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا○

ترجمہ: جبریل علیہ السلام نے میرے دل میں یہ بات ڈالدی کہ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز نہ مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ کرلے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّکَ اِلَی الْمَلٰٓئِکَةِ اَنِّیْ مَعَکُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا○

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں سوتم مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔

ایک اور مقام پر خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ○

ترجمہ: نازل کیا اس کو روح الامین نے آپ کے دل پر۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰهِ○

ترجمہ: بلا شبہ جبریل علیہ السلام نے اسے نازل کیا آپ کے دل پر اللہ کے حکم سے۔

(ج) بعض اوقات فرشتہ بشر کی شکل میں آ کر کلام کرتا ہے مثلاً خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰکِ وَطَهَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ

عَلٰی نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ○

ترجمہ: اور جس وقت فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور تجھ کو پاک کیا اور جہاں کی عورتوں پر تجھے فضیلت دی۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلَائِکَۃُ یَامَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُكِ بِکَلِمَۃٍ مِّنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیْحُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ وَجِیْھًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ○

ترجمہ: جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے اپنے ایک خاص کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے جو دنیا اور آخرت میں صاحب وجاہت ہوگا۔

کتاب الاصابہ میں لکھا ہے کہ:

عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ مِنْ فُضَلَاءِ الصَّحَابَۃِ وَفُقَھَائِھِمْ یَقُوْلُ عَنْہُ اَھْلُ الْبَصْرَۃِ اَنَّہُ کَانَ یَرَی الْحَفَظَۃَ وَکَانَتْ تُکَلِّمُہُ حَتّٰی اِلْتَوٰی○

(کتاب الاصابہ، ج۳، ص۲۴)

عمران بن حصین بڑے جلیل القدر تھے اور فقہاء صحابہ میں سے تھے اہل بصرہ خود حضرت عمران سے ناقل ہیں کہ وہ کراماً کاتبین کو دیکھا کرتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے داغ لیا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حوض میں پانی لانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نہر سے پانی لایا جائے۔ دوم یہ کہ اس حوض کو کھود کر آلات سے صاف کر کے اس میں کوئی چشمہ جاری کر لیا جائے اور یہ پانی نہر کی نسبت زیادہ لذیذ صاف اور شیریں ہوگا۔ اسی طرح قلب بھی بمنزلہ حوض کے ہے کبھی اس میں حواس خمسہ کی نہر سے علم لایا جاتا ہے اور کبھی بذریعہ خلوت وعزلت اور مجاہدہ اور ریاضت

قلب کو کھود کر صاف کر دیا جاتا ہے اس وقت خود قلب کے اندر سے ہی علم کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَنَابِیْعَ الْحِکْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰی لِسَانِهٖ○

جو چالیس روز اخلاص کے ساتھ عبادت کرے اللہ تعالیٰ علم وحکمت کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر جاری فرما دیتا ہے۔

(د) کبھی وحی الہام بذریعہ کتابت بھی ہوتی ہے کہ من جانب کوئی چیز لکھی ہوئی عطا ہوتی ہے۔ شیخ اکبر فتوحات کے ایک باب میں فرماتے ہیں کہ اس کتابت کے من جانب اللہ ہونے کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ وہ ہر جانب سے پڑھی جا سکتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے بیت اللہ شریف میں ایک فقیر کو دیکھا کہ مطاف میں ایک ورق اترا جس میں اس فقیر کے متعلق لکھا ہوا تھا کہ تو جہنم سے آزاد کر دیا گیا۔ اس ورق کی عجیب شان تھی وہ یہ کہ جس جانب اس ورق کو پلٹا جاتا تھا کتابت بھی اسی جانب پلٹ جاتی تھی۔ شیخ ابن عربی فرماتے ہیں:

اسی طرح ایک مسکین عورت میرے تلامذہ میں تھی اس نے ایک مرتبہ حق کو خواب میں دیکھا خدا نے اس کو ایک ورق عطا فرمایا وہ ورقہ اس کے ہاتھ میں تھا مٹھی بند تھی کسی طرح کھلتی نہ تھی میں نے اس سے کہا تو اپنے دل سے یہ نیت کر کہ اگر حق تعالیٰ اس ہاتھ کو کھول دے تو فوراً نگل جاؤں گی۔ اس نے یہ نیت کی اور ہاتھ کو منہ کے قریب کیا قریب کرتے ہی ہاتھ کھل گیا اور وہ ورق خود بخود منہ کے اندر چلا گیا۔ لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو الہام کیا ہماری مرضی یہ ہے کہ اس ورق کے مضمون پر کوئی آگاہ نہ ہو۔ (الیواقیت والجواہر، ج۲، ص۸۳)

وحی کا طریقہ:

حضرت ابوسفیان سے روایت ہے کہ لوح محفوظ عرش الٰہی سے معلق ہے۔ جب اللہ تعالیٰ وحی کا ارادہ فرماتا ہے تو پہلے وحی لوح محفوظ پر لکھ دیتا ہے پھر لوح محفوظ آ کر اسرافیل کی پیشانی سے ٹکراتی ہے۔ اسرافیل اس کو دیکھتا ہے اگر وحی کا تعلق اہل آسمان سے ہے تو اسرافیل اسے میکائیل کے سپرد کر دیتا ہے اور اگر اس کا تعلق اہل زمین سے ہے تو وہ اسے جبریل امین علیہ السلام کے سپرد کر دیتا ہے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے لوح محفوظ سے حساب لیا جائے گا۔ اس کو خدا کی بارگاہ میں بلایا جائے گا۔ وہ لرزہ براندام ہو جائے گا۔ کیا تو نے میرا پیغام پہنچا دیا وہ کہے گی ہاں۔ اللہ فرمائے گا اس بات کی کون گواہی دے گا۔ لوح کہے گی اسرافیل۔ پھر اسرافیل سے پوچھا جائے گا، وہ لرزہ براندام ہو جائے گا کیا لوح محفوظ نے تجھ تک میرا حکم پہنچایا وہ کہیں گے ہاں اس پر لوح محفوظ کہے گی تعریف ہے اس خدا کی جس نے مجھے بُرے حساب سے محفوظ فرمایا پھر اسرافیل سے پوچھا جائے گا تو نے میرے احکام کا کیا کیا وہ لرزہ براندام ہو کر عرض کریں گے میں نے جبریل علیہ السلام تک پہنچا دیئے۔ پھر جبریل علیہ السلام کو بلایا جائے گا وہ لرزہ براندام ہوں گے ان سے پوچھا جائے گا تو نے اسرافیل سے موصول ہونے والے احکام کا کیا کیا وہ عرض کریں گے میں نے تیرے احکام تیرے رسولوں تک پہنچا دیئے۔ پھر رسول سے پوچھا جائے گا تم نے جو احکام جبریل علیہ السلام سے وصول کئے ان کا کیا کیا وہ کہیں گے ہم نے وہ احکام لوگوں تک پہنچا دیئے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۝

ترجمہ: پس ہم ضرور پوچھیں گے ان سے جن کی طرف پیغام خدا بھیجا اور رسولوں سے ضرور پوچھیں گے۔ (الحاوی للفتاویٰ، ج ۲، ص ۱۶۴)

وحی کے فوائد

(ا) وحی ذریعہ علم ہے:

بعض اوقات اہل کتاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے جوابات دیئے اور وہ مسلمان ہو گئے مثلاً

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام آئے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے تین سوال پوچھتا ہوں جن کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا پوچھ اس نے کہا قیامت کی نشانیوں سے پہلی نشانی کیا ہے۔ اہل جنت سب سے پہلے کیا کھائیں گے کیا وجہ ہے کہ کبھی بچہ باپ کی شکل میں ہوتا ہے اور کبھی ماں کی شکل میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا ابھی جبریل علیہ السلام ان تینوں سوالوں کے جوابات بتا کر گئے ہیں۔ عبداللہ بن سلام نے کہا وہ جبرئل علیہ السلام جو یہودیوں کا دشمن ہے فرشتوں میں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جائے گی اور اہل جنت سب سے پہلے مچھلی کا جگر کھائیں گے اور بچے کے ماں باپ کی شکل میں ہونے کی وجہ یہ ہے جب مرد کا مادہ منویہ عورت کے مادے پر غالب ہو جائے تو بچہ باپ کی شکل میں ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ مرد کے مادے پر غالب ہو جائے تو بچے عورت کا ہمشکل ہوتا ہے اس پر عبداللہ بن سلام نے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ○

(ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۴۷)

خدا نے کیا تجھ کو آگاہ سب سے
دو عالم میں جو کچھ خفی و جلی ہے

(۲) وحی ذریعہ ہدایت ہے:

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بہنوئی اور بہن کو مارا کہ تم نے اسلام کیوں قبول کیا ہے تو انہوں نے کہا ہم اسلام لا چکے ہیں۔ خدا ورسول کا انکار نہیں کر سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ یہ سنتے ہی حضرت خباب جو وہاں چھپے ہوئے باہر آ گئے اور اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن نے کہا:

اِنَّكَ رِجْسٌ وَّاِنَّهٗ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ فَقُمْ فَتَوَضَّأْO

ترجمہ: تو ناپاک ہے اور قرآن کریم کو پاک لوگ چھو سکتے ہیں جاؤ وضو کرو۔

عمر اُٹھے اور وضو یا غسل کیا اور قرآن ہاتھ میں لیا سورہ طٰہٰ کی تلاوت کی جب اس آیت پر پہنچے۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْO

ترجمہ: میں ہی معبود برحق ہوں میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو اور نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو۔

بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا کیا ہی اچھا اور بزرگ کلام ہے۔

حضرت خباب نے آپ سے یہ کلام سن کر کہا اے عمر تم کو بشارت ہے امید ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے خباب مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے چل۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لے کر دار ارقم کی طرف چلے جہاں آپ صحابہ کے ساتھ موجود تھے۔

دروازہ بند تھا دستک دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی جب یہ معلوم ہوا کہ عمر آئے ہیں کوئی آدمی دروازہ کھولنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا دروازہ کھول دو اور آنے دو اگر اللہ نے عمر کے ساتھ خیر اور بھلائی کا ارادہ فرمایا تو اللہ اس کو ہدایت دے گا اور اسلام لے آئے گا اور اللہ کے رسول کا اتباع کرے گا ورنہ تم اللہ کے حکم سے اس کے شر سے محفوظ رہو گے۔ اگر عمر رضی اللہ عنہ کا ارادہ خیر ہے تو فبہا ورنہ اسے اسی کی تلوار سے قتل کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دروازہ کھولنے کی اجازت دے دی دروازہ کھول دیا گیا۔ دو شخصوں نے عمر رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو پکڑے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کھڑا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کا کرتہ پکڑ کر کہا کیسے آئے اے عمر اسلام لے آؤ دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اھْدِہٖ اللہ اسے ہدایت دے۔

ادب سے عرض کی حاضر ہوا سر جھکانے کو
خدا پر اور رسول پاک پر ایمان لانے کو

پھر آپ نے پڑھ لیا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاِنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ○

اور اس طرح وحی خدا سورہ طٰہٰ کی تلاوت آپ کے مسلمان ہونے کا موجب و سبب بنی۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند فرطِ مسرت سے تکبیر کہی جس سے تمام حاضرین کو آپ کے مسلمان ہونے کا علم ہو گیا۔

(۳) وحی ایک معجزہ ہے:

معجزہ ایسے خارق عادت امر کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دعوت مقابلہ بھی کی گئی ہو اور وہ معارضہ سے سالم رہا ہو معجزہ کی دو اقسام ہیں حسی اور عقلی بنی اسرائیل کے اکثر معجزات حسی تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ قوم بڑی کند ذہن تھی اور

کم فہم تھی اور امت مصطفےٰ ﷺ کے اکثر معجزات عقلی ہیں جس کا سبب یہ ہے کہ اس امت کے افراد کی ذکاوت اور عقل حد کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ شریعت مصطفےٰ قیامت تک صفحہ دہر پر باقی رہنے والی شریعت ہے اس واسطے اس کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ اس کے شارع کو ہمیشہ رہنے والا عقلی معجزہ قرآن دیا گیا تا کہ اہل بصیرت اسے ہر وقت اور ہر زمانے میں دیکھ سکیں۔

تمام نبیوں کے معجزات ان کے زمانوں کے ختم ہونے کے ساتھ ہی مٹ گئے اس لئے ان معجزوں کو صرف ان لوگوں نے دیکھا جو کہ اس زمانے میں حاضر تھے اور قرآن کا معجزہ قیامت تک کے لئے ہے۔ جس وقت نبی کریم ﷺ قرآن کو عربوں کے پاس لے کر آئے وہ ایسا وقت تھا کہ اہل عرب اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز کرتے تھے اور قرآن کے بارے میں انہوں نے کہا:

لَوْنَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ○

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو ایسا کلام ہم بھی کر سکتے ہیں یہ تو محض پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔

قرآن نے ان کو چیلنج دیا کہ:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○

ترجمہ: آپ فرما دیجئے اگر تمام انسان اور جن جمع ہو کر اس قرآن کی مثل لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

مشرکین مکہ نے ہر چند کوشش کی کہ قرآن جیسی کوئی کتاب بنا لیں لیکن وہ اپنے مقصد میں بُری طرح ناکام رہے قرآن نے اپنے چیلنج کو آسان صورت

میں مشرکین پر پیش کیا اور وہ یہ کہ:

قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيَاتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ○

ترجمہ: تم فرماؤ قرآن جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا جس کو چاہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

قرآن کا یہ چیلنج بھی مشرکین قبول نہ کر سکے۔ قرآن نے اس سے بھی آسان چیلنج دیا اور وہ یہ کہ:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ○

ترجمہ: اگر تمہیں کچھ شک ہے اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اتارا تو اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے تمام حمائتیوں کو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

جب اس چیلنج کو قبول کرنے کی بھی مشرکین میں ہمت نہ ہوئی تو قرآن نے آسان ترین چیلنج دیا اور وہ یہ کہ:

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖ اِنْ كَانُوْا صَادِقِيْنَ○

ترجمہ: قرآن جیسی ایک آیت ہی لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔

اس چیلنج کو قبول کرنے کے لئے بھی کوئی آواز بلند نہ ہوئی۔

آخر وجہ کیا تھی جب اہل عرب کی زبان بھی عربی ہے قرآن کی زبان بھی عربی ہے ان کی زبان میں بھی یعلمون تعلمون موجود ہے۔ قرآن میں بھی موجود ہے پھر قرآن جیسا کلام کیوں نہ پیش کر سکے وجہ یہ ہے کہ قرآن جیسا کلام تو وہ پیش کرے جس کی زبان محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ہو۔ نبی کی زبان ایک اس پر کلام دو طرح کا جاری ہوتا ہے۔ اسی زبان پر کبھی خدا بولتا تھا جسے قرآن کہا گیا

اسی زبان پر بھی مصطفےٰ ﷺ بولتا جسے حدیث کہا گیا۔ مشرکین مکہ نے نبی کریم ﷺ کی مخالفت میں ہر حربہ استعمال کیا ان کے امراء نے اپنی تجوریوں کے منہ کھولدیئے جوانوں نے اپنی جوانیاں داؤ پر لگا دیں غرضیکہ انہوں نے سب کچھ کیا لیکن قرآن جیسا کلام پیش نہ کر سکے کیونکہ قرآن کی ایک ایک سورت ایک ایک آیت ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف نبی کی زبان فیض ترجمان سے نکلا تھا۔

سپارے صفحے سورتاں بن دے جاندے
زباں پاک تھیں جو جو بولے محمد

خدا تعالیٰ گلے پھیپھڑے سے پاک ہے زبان سے پاک، انسانی طرز تکلم سے پاک ہے وہ انسانوں کی طرح کلام نہیں کرتا لیکن جب اس نے بولنا ہوتا ہے تو اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زبان استعمال کرتا ہے زبان رسول کی کلام خدا تعالیٰ کا:

اوہ نہیں بولدا اوہ تے بے مثل ذات اے
اوہ اوہو بولدا جو جو بولے محمد

(۴) وحی روح کی غذا:

انسان روح اور جسم کا مجموعہ ہے جسم زمین کی مٹی سے بنا ہے۔ اس کی غذا بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے روح آسمانی الاصل ہے اس کی غذا بھی آسمانی ہونی چاہیے اور وہ ہے وحی خدا جس طرح انسانی جسم اپنی غذا سے موٹا ہوتا ہے اور خوبصورت بن جاتا ہے۔ اسی طرح روح بھی اپنی غذا سے کمال طہارت حاصل کر کے ولایت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتی ہے مثلاً:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے

پیرومرشد حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں رات گزاری جب رات کا بعض حصہ گزر گیا تو پیرومرشد نے فرمایا جنید کیا تو سو گیا ہے میں نے عرض کی نہیں فرمایا اس وقت حق تعالیٰ نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور فرمایا اے سری کیا تو جانتا ہے کہ میں نے مخلوق کو کیوں پیدا کیا میں نے عرض کی نہیں جانتا فرمایا میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا سب نے میری محبت کا دعویٰ کیا میں نے دنیا کو پیدا کیا تو دس ہزار میں سے نو ہزار دنیا کی طرف راغب ہو گئے اور ایک ہزار باقی رہ گئے میں نے جنت کو پیدا کیا تو ہزار میں سے نو سو جنت کی طرف راغب ہو گئے اور ایک سو باقی رہ گئے میں نے ان پر مصائب و آلام نازل کئے سو میں سے نوے ان میں مشغول ہو گئے اور دس باقی رہ گئے میں نے ان دس سے کہا تم کون ہو نہ تم دنیا چاہتے ہو نہ جنت کی طرف راغب ہوئے اور نہ دوزخ سے خوف کھاتے ہو۔ انہوں نے عرض کی یا اللہ تو خوب جانتا ہے کہ ہم کیا چاہتے ہیں خدا نے فرمایا میں تم پر ایسی بلائیں نازل کروں گا جن کی برداشت کی طاقت پہاڑوں میں نہ ہو گی۔ انہوں نے عرض کیا یا اللہ ہم راضی ہیں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم میرے سچے بندے ہو۔

(ابن عساکر، ج ٦، ص ٧٨)

(٥) وحی ذریعہ سکون ہے:

جس طرح جسم کو سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے روح کو بھی سکون کی ضرورت ہوتی ہے اور روح کے سکون کا ذریعہ وحی ہے جو قرآن کی صورت میں ہے۔ قرآن نے کہا: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللہ یتلون کتاب اللہ

ویتدارسون فیما بینھم الانزلت علیھم السکینۃ وغشیتھم الرحمۃ و حفتھم الملائکۃ وذکرھم اللہ فیمن عندہ O

اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں جمع ہو کر لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو قرآن کا درس دیتے ہیں تو ان پر سکینہ نازل ہوتا ہے رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور خدا ان کا ذکر ملائکہ میں کرتا ہے۔

(۶) کائنات میں دو چیزیں ہیں حیات اور معقولات انسان کو ہمیشہ ان دونوں کی ضرورت رہی ہے حیات کے لئے دونوں کی ضرورت ہے داخلی نور اور خارجی نور اسی طرح معقولات کے لئے بھی دونوں کی ضرورت ہے داخلی نور عقل ہے اور خارجی نور وحی ہے صرف عقل ہو وحی نہ ہو تو لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں جیسے مغربی دنیا کے سائنسدان اور دونوں ہوں تو سراسر کامیابی ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ O

ترجمہ: تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اسے مدد دیں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل ہوا وہی لوگ کامیاب ہیں۔

(۷) ہم عالم کثافت میں رہتے ہیں اس میں کچھ چیزیں مفید ہیں اور کچھ مضر ہیں مثلاً گھی مکھن اور دودھ مفید ہیں اور زہر مضر ہے اسی عالم لطافت میں ایمان مفید ہے اور کفر مضر ہے وحی اس مضر کفر سے حفاظت کا ذریعہ ہے جو کافر وحی خدا اور خدا و رسول پر ایمان لے آتا ہے وہ کفر کے نقصان یعنی عذاب آخرت سے بچ جاتا ہے مثلاً:

یسار نامی ایک حبشی ایک یہودی کا غلام تھا وہ اپنے آقا یہودی کی بکریاں چرایا کرتا تھا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے ایک قلعے کا محاصرہ کیا تو بکریاں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا پھر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بکریاں میرے پاس مالک کی امانت ہیں ان کا کیا کروں۔ آپ نے فرمایا ان کے چہرے پر مٹی مارو یہ اپنے مالک کے گھر پہنچ جائیں گی۔ اس نے زمین سے مٹی کی مٹھی لے کر اس ریوڑ کے چہروں پر ماری بکریاں اپنے مالک کے گھر چلی گئیں۔ پھر وہ نومسلم حبشی غلام مسلمانوں کے ساتھ ہو کر یہودیوں سے لڑنے لگا اس کو ایک پتھر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لایا گیا اسے اس کی چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کچھ صحابہ نے اس کی طرف توجہ فرمائی پھر اچانک اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا صحابہ نے اس اعراض کی وجہ دریافت کی فرمایا حورالعین میں سے اس کی دو بیویاں اس کے پاس آئی ہوئی ہیں۔ (اسد الغابہ، ج ۵، ص ۱۲۳)

حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
پڑے صدق دل سے جو کلمہ تمہارا

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فلسفہ موت

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ○ ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے جسم اور روح جسم زمین الاصل ہے اور روح ایک لطیف جسم ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

حضرت خدیجہ کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا جیسے رحمت عالم ﷺ کی پیشانی میں سجدہ کر رہی ہوں۔ میں نے آپ کو خواب سنایا آپ نے فرمایا روح، روح سے ملاقات کرتی ہے پھر آپ نے اپنا سر اُٹھایا اور میں نے آپ کی پیشانی پر اپنی پیشانی رکھدی۔ (نسائی شریف)

دلیل دوم:

قیامت کے دن حضرت اسرافیل روحوں کو آواز دیں گے تو تمام روحیں آ جائیں گی۔ مومنوں کی روحیں نورانی ہوں گی اور کافروں کی روحیں تاریک ہوں گی۔ آپ تمام روحیں صور میں رکھ لیں گے پھر اس میں پھونک ماریں گے حق تعالیٰ فرمائے گا میری عزت کی قسم ہر روح اپنے اپنے جسم میں چلی جائے۔ روحیں صور سے شہد کی مکھیوں کی طرح نکلیں گی جن سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا بھر جائے گی اور ہر روح اپنے جسم میں پہنچ کر اس میں داخل ہو جائے گی پھر اللہ کے حکم سے زمین پھٹ جائے گی اور لوگ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑیں گے اور بلانے والے کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے۔ خدا تعالیٰ ان

کے بدن پیدا فرما کر روحوں کو ان میں لوٹا دے گا۔ (کتاب الروح، ص۲۰۲)

دلیل سوم:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے روح اور جسم جھگڑا کریں گے روح کہے گی اے میرے رب میں تیری روح تھی تو نے مجھے اس جسم میں مقرر فرما دیا تھا۔ میرا کوئی قصور نہیں جسم کہے گا اے میرے رب میں ایک جسم تھا جسے تو نے پیدا کیا اور یہ آگ جیسی روح مجھ میں داخل ہو گئی تھی اس کی وجہ سے میں اٹھتا بیٹھتا کھڑا ہوتا اور آتا جاتا تھا میرا کوئی گناہ نہیں۔ خدا فرمائے گا میں تم دونوں میں فیصلہ کئے دیتا ہوں ایک اندھا اور ایک اپاہج دونوں باغ میں جاتے ہیں اپاہج اندھے سے کہتا ہے کہ مجھے پھل نظر آ رہے ہیں اگر میرے پاؤں ہوتے تو انہیں توڑتا اندھا کہتا ہے میں تجھے اپنے کندھے پر اٹھا لیتا ہوں۔ چنانچہ اپاہج اندھے کو کندھے پر اٹھا کر لے جاتا ہے پھر اپاہج پھل توڑ لیتا ہے اور دونوں کھا لیتے ہیں قصور کس کا ہوا، بولے دونوں کا فرمایا تم نے خود فیصلہ کر دیا۔ (کتاب الروح، ص۲۰۳)

دلیل چہارم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مومن کی موت کے وقت اس کے پاس دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں جن کے ہاتھوں جنت کے پھل اور کفن ہوتے ہیں۔ روح اسی کفن میں قبض کی جاتی ہے اس سے اس قدر خوشبو آتی ہے کہ ایسی خوشبو کسی نے نہ سونگھی ہو گی۔ یہاں تک کہ اسے خدا تعالیٰ کے پاس لایا جاتا ہے پہلے فرشتے سجدہ کرتے ہیں پھر روح سجدہ کرتی ہے پھر حضرت میکائیل علیہ السلام کو بلایا جاتا ہے اور ان سے کہا جاتا ہے اس کو مومنوں کی روحوں میں جا کر

رکھدو جب تک میں تم سے اس کے بارے میں قیامت کے دن نہ پوچھوں۔
(کتاب الروح، ص ۲۱۵)

روح جسم سے پہلے ہے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر ان کی پشت پر اپنا ید قدرت پھیرا تو قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی روحیں ان کی پشت سے نکالیں اور ان کی شکلیں چیونٹیوں کی طرح تھیں پھر اللہ نے ان کی پیشانی پر نور کی چمک رکھی پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام نے ان میں ایک شخص کی پیشانی پر نور دیکھ کر تعجب سے پوچھا یہ کون ہے فرمایا یہ تمہارا بیٹا داؤد ہے جو آخری قوموں میں ہوگا پوچھا ان کی عمر کیا ہے فرمایا ساٹھ سال عرض کی ان کو میری عمر سے چالیس سال اور دے دیئے جائیں فرمایا پھر تو لکھ کر مہر لگا دی جائے گی اور تبدیلی نہ ہوگی پھر جب حضرت آدم علیہ السلام کی عمر پوری ہوگئی تو ملک الموت ان کے پاس آئے۔ حضرت آدم علیہ السلام بولے ابھی تو میری عمر کے چالیس سال باقی ہیں فرشتے نے کہا وہ آپ اپنے بیٹے داؤد کو دے چکے ہیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تو ان کی اولاد بھی بھول جاتی ہے۔ (مشکوۃ، ج ۱، ص ۳۵)

دلیل دوم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (عالم ارواح میں) حضرت آدم و حضرت موسیٰ علیہما السلام کا مناظرہ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا تم وہی آدم ہو جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا اپنی روح تمہارے اندر پھونکی تھی ملائکہ سے تم کو سجدہ کرایا تھا اور تمہیں جنت میں

رکھا۔ پھر تم نے اپنی لغزش کی بنا پر لوگوں کو زمین پر اتارا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا اور تم وہی موسیٰ ہو جس کو خدا نے اپنی رسالت کا منصب دے کر برگزیدہ کیا اپنے کلام سے نوازا اور تم کو تورات کی تختیاں دیں جن میں ہر چیز کا بیان تھا پھر تم کو خدا نے اپنی ہمکلامی کا شرف بخشا پس تم نے تورات کو مجھ سے کتنا عرصہ پہلے لکھا پایا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا تورات تمہارے پیدا ہونے سے چالیس سال پہلے لکھی گئی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ تم نے تورات میں یہ لکھا دیکھا تھا کہ آدم نے حکم خداوندی میں لغزش کی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں یہ بات تورات میں لکھی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا پھر تم مجھے ایسی بات میں کیوں ملامت کرتے ہو جو میری تقدیر میں لکھ دی گئی تھی اور خدا نے میرے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میری قسمت میں اسی طرح لکھ دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غلبہ حاصل کیا۔

(مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۲۵)

دلیل سوم:

جب معراج کی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان پر پہنچے تو آپ نے دیکھا کہ وہاں ایک بزرگ دراز قد تشریف فرما ہیں ان کے داہنے طرف ایک دروازہ ہے جس میں سے نہایت پاکیزہ خوشبو آرہی ہے بائیں جانب دوسرا دروازہ ہے جس میں سے بدبو آرہی ہے اور دائیں طرف سفید چیونٹیاں ہیں اور بائیں طرف سیاہ چیونٹیاں ہیں جس وقت یہ بزرگ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل یہ کون ہیں اور یہ دروازے کیسے ہیں یہ ہنستے کیوں ہیں اور روتے کیوں ہیں۔ یہ سفید اور سیاہ چیونٹیاں کیا ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں

سفید چیونٹیاں یہ مومنوں کی روحیں ہیں سیاہ چیونٹیاں کافروں کی روحیں ہیں اور دائیں طرف خوشبودار جنت کا دروازہ ہے اور بائیں جانب بدبو دار دوزخ کا دروازہ ہے۔ جب اہل جنت کو دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اہل دوزخ کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی روحوں میں اپنی روح کو بھی دیکھا۔ (الیواقیت والجواہر، ج ۲، ص ۳۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دائیں طرف والے جنتی ہیں اور دائیں طرف والوں کو عربی زبان میں اصحاب یمین کہا جاتا ہے اور خدا فرماتا ہے۔ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ ۝ اے محبوب آپ کو دائیں طرف والوں کی طرف سے سلام ہو اور دائیں طرف والے جنتی ہیں۔ معلوم ہوا آپ پر سلام بھیجنا اہل جنت کا کام ہے نہ کہ اہل دوزخ ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر بروں کو جس نے فرمایا یہ میرے ہیں

موت کی تعریف:

علامہ محمود آلوسی بغدادی نے لکھا ہے۔

وَالْمَوْتُ عَلٰى مَاذَهَبَ اِلَيْهِ الْكَثِيْرُ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ صِفَةٌ وُجُوْدِيَّةٌ تَضَادُّ الْحَيَاةَ ۝ (روح المعانی، ج ۲۹، ص ۴)

ترجمہ: جمہور اہل سنت کے نزدیک موت ایک صفت وجودی ہے جو حیات کے مقابل ہے۔

دلیل:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرے گا خدا تعالیٰ ان

سے کچھ سوال و جواب کرے گا اور نیک لوگ پل صراط کو عبور کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے اور اہل جہنم دوزخ میں گر جائیں گے۔ پھر وہاں موت کو لایا جائے گا اور اسے اس دیوار پر کھڑا کیا جائے گا جو اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ہو گی۔ پھر خدا فرمائے گا دیکھتے ہو یہ کیا ہے دونوں کہیں گے ہم جانتے ہیں یہ موت ہے جو ہم پر طاری ہوئی تھی اس وقت اسے لٹایا جائے گا اور اسے ذبح کیا جائے گا اس کے بعد کسی کو موت نہ آئے گی۔ (ترمذی، ج۲، ص۷۹)

اچھی موت کے لئے چند ضروری چیزیں

(۱) جگہ:

دنیا کے تمام شہروں میں دو شہر افضل ہیں ایک مکہ معظمہ اور دوسرا مدینہ منورہ۔ اور مکہ سے مدینہ افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جب ہجرت فرمائی تو فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ اَخْرَجْتَنِیْ مِنْ اَحَبِّ الْبُقَاعِ اِلَیَّ فَاسْکُنِّیْ فِیْ اَحَبِّ الْبُقَاعِ اِلَیْکَ○ (جذب القلوب، ص۳۴)

ترجمہ: اے اللہ تو نے مجھے اس جگہ سے نکالا ہے جو مجھے محبوب تھی اب مجھے وہ جگہ دے جو تجھے محبوب ہو۔

خدا نے آپ ﷺ کو مدینہ کا شہر رہنے کو دیا معلوم ہوا اگر مکہ مصطفےٰ ﷺ کو محبوب ہے تو مدینہ خدا کو محبوب ہے اور خدا مصطفےٰ ﷺ سے افضل لہٰذا اس کی پسندیدہ جگہ مدینہ مکہ سے افضل ہے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے۔ اَلْمَدِیْنَۃُ خَیْرٌ مِّنْ مَّکَّۃَ○ مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ

شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ وَاجْعَلْ مَوْتِيْ فِيْ بَلَدِ حَبِيْبِكَ○ اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت دے اور اپنے رسول کے شہر میں موت نصیب فرما۔

حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے صرف ایک حج کیا ہے۔ سوائے فرض حج کے پھر مکہ نہیں گئے کہ کہیں میری موت مدینہ کے علاوہ مکہ میں نہ آجائے ساری عمر مدینہ میں گزاری اور وہیں مدفون ہوئے۔

جان و دل ہوش خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

ایک حدیث میں ہے۔

مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ فَمَنْ مَّاتَ بِالْمَدِيْنَةِ كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّ شَفِيْعًا○

جس کسی سے ہو سکے وہ مدینہ میں مرے جو شخص مدینہ مرے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ (جذب القلوب، ص ۳۷)

دنیا کے سات مقامات میں مر کر دفن ہونا باعث سعادت ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کے قبرستان جنت المعلیٰ میں کھڑے ہوئے اور فرمایا اس جگہ سے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے اور ان میں سے ہر ایک ستر ہزار کی شفاعت کرے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ (شفاء الغرام، ج ۱، ص ۲۸۴)

(ب) حضرت ام قیس بنت محصن فرماتی ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت البقیع گئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس قبرستان سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے

ہوں گے۔ (وفاء الوفاء، ج ۳، ص ۸۸۶)

(ج) شام کے شہر دمشق کے قبرستان باب الفرادیس سے ستر ہزار شہداء، بغیر حساب جنتی ہوں گے ان میں سے ہر آدمی ستر ہزار کی شفاعت کرے گا۔

(ابن عساکر، ج ۱، ص ۲۶۴)

(د) کوفہ کے ایک بزرگ عمر کہتے ہیں کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ کوفہ سے ستر ہزار لوگ بلاحساب جنت میں داخل ہوں گے اس لئے مجھے یہ محبوب ہے کہ میں کوفہ میں دفن کیا جاؤں۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۱۹۰)

(ن) شام کے شہر حمص سے ستر ہزار لوگ بلاحساب داخل جنت ہوں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۲، ص ۲۷۴)

(و) عسقلان کے شہر سے ستر ہزار لوگ بلاحساب داخل جنت ہوں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۲، ص ۲۷۶)

(ی) کربلا سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

(کنز العمال، ج ۱۳، ص ۲۷۶)

اگر کسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ مدینہ کے قبرستان میں تو منافق بھی مر کر دفن ہوئے ہیں تو ان کی تو مغفرت ناممکن ہے تو پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوا کہ قیامت کے دن فرشتے جنت البقیع کے کونے سے پکڑ کر جھاڑیں گے تو تمام مدفون جنت میں پہنچ جائیں گے اس کے جواب کے لئے ایک حکایت سماعت فرمائیے۔

ایک مرتبہ شاہ عبدالحق الہ آبادی مدینہ منورہ میں اپنے مریدین میں موجود تھے ایک آدمی محمد حسین نامی حاضر ہو کر کہنے لگا حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہمارا مدینہ بھٹی ہے جیسے بھٹی لوہے کی میل کو دور کر دیتی ہے ایسے ہی زمین

مدینہ نااہل کو اپنے سے نکال دیتی ہے حالانکہ مرتد اور منافق بھی مر کر یہیں دفن ہوئے ہیں پھر اس حدیث کا کیا مطلب ہوا شاہ عبدالحق نے ان کو کان سے پکڑ کر اپنی مجلس سے باہر نکال دیا انہوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ جنت البقیع میں کھدائی ہو رہی ہے اور اونٹوں پر باہر سے لاشیں آرہی ہیں اور یہاں سے باہر جا رہی ہیں ۔ ان لوگوں کے پاس جا کر ان سے حقیقت حال معلوم کی وہ بولے جو نااہل یہاں دفن ہو گئے ہیں ان کو نکال کر باہر لے جا رہے ہیں اور جو عشاق مدینہ باہر فوت ہو گئے ہیں ان کو لا کر مدینہ میں دفن کر رہے ہیں۔ دوسرے دن شاہ صاحب کی خدمت میں وہ آدمی حاضر ہوا آپ نے فرمایا اب سمجھے حدیث کا مطلب ۔ (نعیمی، ج ۱، ص ۷۵۷)

ادب نبی تھیں تو مومن ہوویں بے ادب سدون کمینے
بے ادباں دی بخشش ناہیں توڑے مرن اوہ وچہ مدینے

مثال:

کسی کلکٹر ضلع کے ایک مسلمان پیشکار تھے وہ جب ملاقات کے لئے اس کے بنگلہ پر جاتے تو اس انگریز کی لڑکی مسلمان سے کہتی مجھے قرآن پڑھا دو لیکن یہ اچھا کہہ کر ٹالدیتے ایک دن اس لڑکی نے کہا اگر آپ مجھے قرآن نہ پڑھائیں گے تو میں قیامت کے دن تمہارے نبی کی بارگاہ میں شکایت کروں گی یہ مسلمان لرز گیا اور اس لڑکی کو قرآن پڑھانے کا پکا ارادہ کر لیا اب وہ لڑکی اس مسلمان کے گھر جا کر قرآن پڑھنے لگی ایک روز وہ نہ آئی انہوں نے سمجھا کوئی کام پڑ گیا ہوگا اسی طرح تین دن نہ آئی یہ پتہ کرنے کے لئے اس انگریز کے گھر گئے معلوم ہوا کہ بیمار ہے اس لڑکی کے کمرے میں گئے دیکھا کہ واقعی حالت بہت

نازک ہے اس وقت اس لڑکی نے اس مسلمان سے کہا اے پیشکار میرا آخری وقت ہے میں صدق دل سے مسلمان ہوتی ہوں اور آپ کے سامنے پڑھتی ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ○

آپ اس کے گواہ رہیں اور آپ کو ایک وصیت کرتی ہوں کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو آپ بھی جنازہ میں شریک ہوں اور ان لوگوں کو اپنے طریقے سے دفن کر لینے دیں۔ اس کے بعد میری میت کو نکال کر دوبارہ اسلامی طریقے سے دفن کر دینا پیشکار یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے اور وصیت پر عمل کرنے کا وعدہ کر لیا اس کے بعد اس لڑکی کا انتقال ہو گیا یہ مسلمان جنازہ میں شریک ہوئے اور دیکھا کہ قبر کہاں بنتی ہے پھر رات کو جا کر قبر کھودی تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس لڑکی کی قبر میں ان کا ایک دوست آیا ہوا ہے قبر کو بند کر کے دوسرے دن چھٹی لے کر اپنے وطن پہنچا اور اس دوست کے گھر گیا اس کے لڑکے سے پتہ چلا کہ وہ مر گیا ہے یہ اس کے لڑکے کے ساتھ قبرستان میں اس کی قبر دیکھنے گیا رات کو اس کی قبر کھودی تو پتہ چلا کہ اس کی قبر میں ایک مدنی مسلمان آیا ہوا ہے اب یہ بہت حیران ہوا رات کو سویا تو خواب میں وہ لڑکی ملی اور کہا حیران ہونے کی ضرورت نہیں میں اس راز سے پردہ اٹھا دیتی ہوں میری قبر میں تمہارا دوست آیا ہوا تھا کہ وہ عیسائیوں سے محبت کرتا تھا اور اس کی قبر میں مدنی عرب آیا ہوا تھا کیونکہ وہ کہا کرتا تھا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میں ہندوستان چلا جاؤں اور مجھے خدا نے مدینہ میں جگہ دی کیونکہ مجھے دیارِ حبیب کی آرزو تھی۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۲۲۱)

نہیں یہ کہ خلد نہ ہو نکو وہ نکوئی کی بھی ہے آبرو
مگر اے مدینے کی آرزو جسے چاہے تو وہ سماں نہیں

صحت عقیدہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں قرآن کو مخلوق کہنے کا فتنہ پیدا ہوا۔ آپ سے بھی مطالبہ ہوا کہ آپ کہہ دیں کہ قرآن مخلوق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے خلیفہ وقت کے حکم سے آپ پر ایک سو پچاس جلاد مقرر کیے گئے جو باری باری آپ کو کوڑے مارتے تھے لیکن آپ ثابت قدم رہے اور اس مؤقف پر ڈٹے رہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

سلمہ بن شبیب فرماتے ہیں کہ ہم امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک بوڑھا آدمی آیا اور اس نے پوچھا تم میں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کون ہے امام صاحب نے فرمایا میں یہاں ہوں تجھے کیا کام ہے اس نے کہا میں بارہ سو میل کی مسافت طے کر کے آیا ہوں میں جمعہ کی رات سویا ہوا تھا کہ ایک آدمی خواب میں آیا اور مجھ سے کہا کیا تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا ہے میں نے کہا نہیں اس نے کہا بغداد چلا جا اور ان کے بارے میں لوگوں سے دریافت کر جب تو ان کو دیکھے تو کہنا کہ حضرت خضر علیہ السلام تجھے سلام کہتے ہیں اور تجھے کہتے ہیں کہ:

اِنَّ سَاکِنَ السَّمَاءَ الَّذِیْ عَلٰی عَرْشِہٖ رَاضٍ عَنْکَ وَالْمَلَائِکَۃُ رَاضُوْنَ عَنْکَ بِمَا صَبَرْتَ نَفْسَکَ لِلّٰہِ○

آپ نے جو صبر کا مظاہرہ کیا ہے اس پر عرش والا اور فرشتے تم سے راضی ہیں۔ (ابن عساکر، ج۲، ص۴۵)

اور خطیب بغدادی نے لکھا ہے:

اِنَّ اللّٰہَ عَنْکَ رَاضٍ وَمَلَائِکَۃُ سَمٰوٰتِہٖ عَنْکَ رَاضُوْنَ وَمَلَائِکَۃُ اَرْضِہٖ عَنْکَ رَاضُوْنَ○ (تاریخ بغداد، ج۴، ص۴۲۱)

ایک بزرگ احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی

وفات کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا خدا نے میری مغفرت فرما دی اور فرمایا اے احمد تجھے میرے راستے میں مارا گیا ہے میں نے عرض کی ہاں یااللہ۔ خدا نے فرمایا یہ میرا چہرہ ہے میں نے اسے تیرے لیے مباح کر دیا جب تو چاہے میرا دیدار کرلیا کر۔

(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۱)

حضرت ابوبکر مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں امام احمد بن حنبل کی زیارت کی اور دیکھا کہ ان کے بدن میں دو کپڑے ہیں اور سر پر ایسا تاج ہے جس کے آٹھ کونے ہیں اور ہر کونے پر ایک یاقوت چمک رہا ہے اور موتی کا جوتا پہن رکھا ہے جس کے تسمے سبز زبرجد کے ہیں میں نے پوچھا اے احمد خدا نے یہ مقام کس وجہ سے عطا فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس وجہ سے کہ میں نے قرآن کو خدا کا کلام کہا مخلوق نہیں کہا۔ (ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۵)

ایک بزرگ ابوبکر کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ کے ساتھ امام احمد بن حنبل تھے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون ہے؟

فَقَالَ هٰذَا اَحْمَدُ وَلِيُّ اللّٰهِ وَوَلِيُّ رَسُوْلِهٖ عَلَى الْحَقِيْقَتِ وَاَنْفَقَ عَلَى الْحَدِيْثِ اَلْفَ دِيْنَارٍ ثُمَّ قَالَ مَنْ يَّزُوْرُهٗ غَفَرَاللّٰهُ لَهٗ وَمَنْ يُّبْغِضُ اَحْمَدُ فَقَدْ اَبْغَضَنِيْ وَمَنْ اَبْغَضَنِيْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهُ○ (ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۹)

یہ احمد خدا اور اس کے رسول کا دوست ہے۔ حقیقت میں اس نے حدیث پر ایک ہزار دینار خرچ کئے ہیں جس نے اس کا دیدار کیا خدا نے اس کی مغفرت فرما دی اور جس نے احمد کے ساتھ بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔

ایک بزرگ مجمع بن مسلم کہتے ہیں کہ میرے ایک ہمسائے نے کہا کہ میرے بھائی نے خواب دیکھا کہ جس رات امام احمد بن حنبل کی وفات ہوئی اس رات میں نے ایک حسین وجمیل گھوڑ سوار دیکھا میں نے اس سے کہا اے بھائی تُو تو شہید ہو گیا تھا۔ اب کیسے آئے ہو اس نے کہا خدا تعالیٰ نے تمام شہداء اور آسمان والوں کو حکم دیا ہے کہ وہ احمد بن حنبل کے جنازہ میں شریک ہو جائیں۔

(ابن عساکر، ج۲، ص۴۸)

ایک بزرگ بندار کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن بن مھدی سے کہا کہ مجھ سے سفیان ثوری کا وصف بیان کرو۔ انہوں نے ان کے اوصاف بیان کئے اور کہا کہ میں نے ان کو خواب میں دیکھ کر پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا خدا نے مجھے بخش دیا ہے میں نے ان کی آستین میں کوئی چیز دیکھی پوچھا یہ کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس حضرت امام بن حنبل کی روح لائی گئی۔

فَاَمَرَ اللّٰهُ جِبْرِيْلُ اَنْ يَّنْثُرَ عَلَيْهَا الدُّرَّ وَالْجَوْهَرَ وَالزَّبَرْجَدَ وَهٰذَا نَصِيْبِيْ مِنْهُ○ (ابن عساکر، ج۲، ص۵۰)

اللہ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ ان پر موتیوں جواہرات اور زبرجد نچھاور کئے جائیں اور یہ حصہ ہے۔

امام احمد بن حنبل کی نماز جنازہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتوں نے ادا کی ہے۔ (ابن عساکر، ج۲، ص۴۸۔ تاریخ بغداد، ج۴، ص۴۲۲)

آپ کے جنازے کو دیکھ کر بیس ہزار یہودی اور عیسائی مسلمان ہوئے ہیں۔

(تاریخ بغداد، ج۴، ص۴۲۳۔ ابن عساکر، ج۲، ص۴۹)

ابر رحمت تیری مرقد پر گوہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

قصد توبہ

حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کئے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا سب سے بڑا عالم کون ہے اسے ایک بڑے عالم کا پتہ بتایا گیا وہ شخص اس عالم کے پاس گیا اور کہا کہ اس نے ننانوے قتل کئے ہیں کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا نہیں اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیئے۔ پھر اس نے سوال کیا سب سے بڑا عالم کون ہے تو اس کو ایک عالم کا پتہ بتایا گیا اس شخص نے اس سے جا کر کہا اس نے سو قتل کئے ہیں کیا اس کی توبہ ہو سکتی ہے۔ عالم نے کہا ہاں توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہو سکتی ہے جاؤ فلاں جگہ جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ کی عبادت کرو اور اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بری جگہ ہے۔ وہ شخص روانہ ہوا جب آدھے راستے میں پہنچا تو اس کو موت نے آ لیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل کوئی نیک عمل نہ کیا تھا۔ پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا۔ انہوں نے اس کو اپنے درمیان منصف بنا لیا اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو وہ جس زمین کے زیادہ قریب ہو اسی کے مطابق اس کا حکم ہو گا۔ جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب اس پر موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کر لیا۔ اور ایک روایت

میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تو دور ہو جا اور دوسری زمین سے کہا کہ تو قریب ہو جا۔ (مسلم شریف، باب توبہ)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ کے ہاں اولیاء کرام کی بڑی وجاہت ہے اگر کوئی گنہگار توبہ کے ارادے سے ان کی طرف جائے اور ان کے قریب نہ بھی پہنچے تو بی اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے تو جو لوگ ان کے پاس جا کر ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ان کے وظائف پڑھیں ان کے مقام اور مرتبے کا کیا عالم ہوگا۔

(۲) یہ وجاہت تو پہلی امتوں کے اولیاء کرام کی ہے۔ اس امت کے اولیاء کرام خصوصاً حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کیا وجاہت ہوگی اور آپ کے بغداد کی طرف جانے والے کا کیا مقام ہوگا۔

بغداد شہر دی کی اے نشانی اوچیاں لمیاں چیراں ہُو
تن میرا پرزے پرزے جیوں درزی دیاں لیراں ہُو
ایہناں لیراں دی گل کفنی پا کے میں رلساں سنگ فقیراں ہُو
بغداد شہر دے میں ٹکڑے منگساں کرساں میراں میراں ہُو

(۳) لیلۃ القدر کی ایک رات کی عبادت ہزار مہینوں سے زیادہ ثواب رکھتی ہے لیکن اگر کسی نے وہ لیلۃ القدر کی رات پا کر عبادت نہ کی تو ثواب نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی کعبہ جا کر اس کی زیارت اور وہاں عبادت کرے اس کو ثواب ہوگا لیکن اگر کوئی کعبہ تک نہیں پہنچا تو ثواب نہ ہوگا پھر یہ بات بھی ہے کہ لیلۃ القدر اور کعبہ میں عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ مغفرت کی ضمانت نہیں لیکن جو شخص اللہ والوں کی طرف جاتا ہے

اور توبہ کی نیت کرتا ہے اسے بخش دیا جاتا ہے۔

کتنی بار توں توبہ کیتی کتنی بار تروڑی

اے پر نفس کمینے میرے توں اجے وی بدی نہ چھوڑی

خوف خدا:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک نوجوان سارا دن مسجد میں رہ کر خدا کی عبادت کیا کرتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی عبادت سے بڑا تعجب ہوتا تھا اور اس لڑکے کا ایک بوڑھا باپ تھا عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد وہ اپنے باپ کے پاس جاتا تھا اور اس کا راستہ ایک عورت کے گھر کے دروازے سے قریب سے گزرتا تھا۔ وہ عورت اس نوجوان کو ورغلاتی تھی لیکن یہ بچ کر گزر جاتا تھا۔ ایک دن اس نوجوان نے لغزش کھائی اور اس عورت کے ورغلانے میں آ کر اس کے ساتھ ہولیا اور اس کے گھر میں داخل ہو گیا۔ جب عورت نے دست درازی کرنی چاہی تو اس نوجوان کو یہ آیت یاد آ گئی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○

ترجمہ: جب ڈر والوں کو شیطان کی طرف سے ڈپٹ پہنچتی ہے تو وہ یاد کرنے لگتے پس دیکھنے لگتے ہیں۔

نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا عورت نے اپنی کنیز کو بلایا اور ان دونوں نے اسے سہارا دے کر اس نوجوان کے گھر کے دروازے پر ڈال دیا۔ رات گئے باپ تلاش کے لئے نکلا دیکھا کہ وہ دروازے پر بیہوش پڑا ہے اپنے گھر والوں کو بلایا اور اسے گھر لے گئے۔ رات گئے اسے ہوش آیا باپ نے وجہ پوچھی بیٹے نے

باپ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا باپ نے پوچھا وہ کونسی آیت تھی۔ نوجوان نے دوبارہ آیت پڑھی اور پھر ایسے بے ہوش کہ فوت ہو گیا۔ باپ نے رات ہی کو دفن کر دیا صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی باپ سے کہا تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی عرض کی رات تھی۔ آپ نے فرمایا چلو مجھے اس کی قبر پر لے چلو وہ آپ کو اس نوجوان کی قبر پر لے گیا۔ آپ نے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

اے فلاں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَاَجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلَ الْقَبْرِ يَا عُمَرُ قَدْ اَعْطَانِيْ رَبِّيْ فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ ○ (شرح الصدور، ص ۸۸)

اے فلاں خدا فرماتا ہے جو اللہ کے سامنے سے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دو جنتیں ہیں قبر سے آواز آئی اے عمر خدا نے مجھے دو جنتیں عطا فرمائی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ اہل قبور ہماری آوازوں کو سن سکتے ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ ہے۔

(۲) منوں مٹی کے نیچے پڑے اس نوجوان نے دیکھ کر پہچان لیا کہ میری قبر پر آنے والا فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہے۔

(۳) اس نوجوان کو خدا نے دو جنتیں عطا فرمائیں۔ صرف خوف خدا کی بنا پر خوف خدا اعلیٰ موت کے حصول کا موجب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی نے ساری زندگی اپنے آپ کو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی آلودگی میں ملوث رکھا۔ جب اس کی موت قریب ہوئی تو اس نے اپنے اہل و عیال کو وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میری لاش کو جلا کر اس کی راکھ آدھی ہوا میں بکھیر دینا اور

آدھی دریا کی لہروں کے سپرد کر دینا کیونکہ خدا تعالیٰ اگر مجھ پر قادر ہو گیا تو وہ مجھے ضرور عذاب دے گا اور عذاب بھی ایسا کہ جو پہلے کسی کو نہ دیا ہو۔ اس کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا۔ خدا تعالیٰ نے ہوا اور دریا کو راکھ واپس کرنے کا حکم دیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اسے زندہ کر کے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا عرض کی تیرے خوف سے پس خدا تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

(ابن عساکر، ج ۲، ص ۱۱۱)

جے میں ویکھاں عملاں ولے کچھ نہیں میرے پلے
جے ویکھاں تیری رحمت ولے بلے بلے

حسن ظن:

ایک بزرگ ابو غالب فرماتے ہیں میں ملک شام میں تھا۔ ایک نیک مرد سے ملاقات ہوئی اس نیک آدمی کا ایک بھتیجہ تھا جو اپنے چچا کا نافرمان تھا اور بُرے کاموں میں مشغول رہتا تھا۔ چچا اسے مارتا بھی تھا لیکن یہ اس کی بات نہ مانتا تھا کچھ عرصہ بعد یہ لڑکا بیمار ہو گیا اور اس نے اپنے بھتیجے کو بُرا بھلا کہا۔ اس لڑکے نے کہا اے چچا اگر مجھے میری ماں کے سپرد کر دیا جائے تو وہ میرے ساتھ کیا سلوک کرے گی چچا نے کہا وہ تجھے جنت میں داخل کر دے گی۔ لڑکے نے کہا یقین کرلو کہ میرا خدا میری ماں سے زیادہ مجھ پر رحیم ہے اس کے بعد وہ لڑکا فوت ہو گیا اس کے چچا نے اسے دفن کیا جب لحد کی اینٹیں چن رہا تھا تو ایک اینٹ لحد میں گر گئی تو وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا اس سے اس کا سبب پوچھا گیا اس نے کہا قبر نور سے معمور ہے اور حد نگاہ تک وسیع ہے۔ (شرح الصدور، ص ۱۰)

عدل کریں تے تھر تھر کنبن اوچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں ورگے منہ کالے

نماز پنجگانہ:

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے:۔

مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ اَكْرَمَهُ اللّٰهُ بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضَيْقَ الْمَوْتِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهِ اللّٰهُ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (احسن، ص ۱۳۳)

جس نے پنجگانہ نماز کی حفاظت کی اسے خدا تعالیٰ پانچ انعام دیتا ہے خدا اسے موت کی سختی سے بچائے گا عذاب قبر سے محفوظ فرمائے گا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دے گا پلصراط پر بجلی کی طرح گزر جائے گا اور جنت میں بلاحساب داخل ہو جائے گا۔

کافر کی موت:

جب کافر کی موت قریب ہوتی ہے تو کالے چہروں والے فرشتے آسمان سے اتر کر اس کے پاس آتے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں ٹاٹ کا لباس ہوتا ہے یہ کافر کی حدنگاہ تک پھیلے ہوتے ہیں پھر ملک الموت اس کے سراہنے بیٹھ کر کہتا ہے اے گندی روح اللہ کے قہر وغضب کی طرف نکل مگر روح کافر کے جسم کے گوشے گوشے میں پھیل جاتی ہے۔ پھر ملک الموت اسے کھینچتے ہیں جیسے تر روئی سے سلاخ کھینچی جاتی ہے اور اسے پکڑ لیتے ہیں مگر فرشتے ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے اور ان سے لے کر ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اس سے انتہائی سڑی ہوئی لاش کی سی بدبو آتی ہے پھر اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت کے قریب سے گزرتے ہیں وہی پوچھتی ہے کہ یہ گندی روح کس کی ہے یہ اس کا سب سے برا دنیاوی نام بتاتے ہیں۔ پہلے آسمان پر پہنچ کر اس کا دروازہ کھلواتے ہیں مگر دروازہ کھولا نہیں جاتا پھر

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اس کا اعمالنامہ سجین میں لکھ لو پھر اس کی روح اوپر ہی سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر اس کی روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے پھر نکیرین اس سے سوال کرتے ہیں تیرا رب کون ہے کافر جواب دیتا ہے ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں پھر پوچھتے ہیں وہ کون ہیں جو تم میں مبعوث ہوئے یہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے پتہ نہیں پھر آسمان سے آواز آتی ہے میرا بندہ جھوٹا ہے اس کے نیچے آگ کا فرش بچھا دو اور جہنم کی کھڑکی کھولدو پھر اس کی قبر میں جہنم کی لپٹیں آنے لگتی ہیں اور سخت گرم لو آنے لگتی ہے اور اسے قبر اس طرح دبوچتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں اُدھر اور اُدھر کی پسلیاں اِدھر آجاتی ہیں اور اس کے پاس ایک بدصورت اور بدبودار بُرے کپڑوں میں ملبوس ایک آدمی آکر کہتا ہے ایک بُری خبر سن آج کا دن وہ ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے تیرے چہرے سے بُرائی ٹپک رہی ہے یہ جواب دیتا ہے میں تیرا گندہ عمل ہوں یہ دعا مانگتا ہے اے رب قیامت قائم نہ کر۔ (کتاب الروح، ص ۶۵)

مومن کی موت:

جب مومن کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کے پاس خورشید جیسے چمکیلے چہروں والے فرشتے آسمان سے اترتے ہیں جو اس کی حدنگاہ تک پھیلے ہوتے ہیں پھر ملک الموت اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتے ہیں اے پاکیزہ روح اللہ کی بخشش اور رضا کی طرف نکل چنانچہ وہ اس طرح آسانی سے نکل آتی ہے جیسے مشک کے منہ سے قطرہ نکل آتا ہے۔ ملک الموت اسے لے لیتے ہیں پھر ان سے فرشتے لے لیتے ہیں اور اس روح کو جنتی کفن اور خوشبو میں لپیٹ لیتے ہیں اس روح سے مشک سے زیادہ پیاری خوشبو آنے لگتی ہے پھر فرشتے اسے لے کر آسمان کی طرف چڑھتے ہیں اور فرشتوں کی جس جماعت سے گزرتے ہیں وہی پوچھتے ہیں یہ

پاکیزہ روح کس کی ہے فرشتے اس کا اچھا دنیاوی نام لیتے ہیں پھر پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں اور اس کے لئے دروازہ کھلواتے ہیں آخر دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور آسمان کے تمام مقرب فرشتے اسے دوسرے آسمان تک رخصت کرتے ہیں اسی طرح تمام آسمانوں میں فرشتے اسے رخصت کرتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی ہے میرے بندے کی کتاب علیین میں رکھدو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو کیونکہ میں نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے اور اسی میں لوٹا دوں گا اور دوسری بار اسی سے پیدا کروں گا پھر اس کی روح اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے پھر اس کے پاس دو فرشتے آکر پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے پھر اس سے پوچھتے ہیں تمہارا دین کیا ہے یہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے پھر پوچھتے ہیں کہ وہ کون ہیں جو تم میں مبعوث ہوئے یہ کہتا ہے وہ اللہ کے رسول ہیں پھر پوچھتے ہیں تمہیں کیسے معلوم ہوا وہ جواب دیتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی اور اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی مجھے اس سے آپ کی رسالت کا علم ہوا پھر آواز آتی ہے میرے بندے نے سچ کہا ہے اس کے نیچے جنتی فرش بچھا دو اور جنت کی کھڑکی کھولدو پھر اس کی قبر میں جنت کی خوشبو آنے لگتی ہے۔ اس کی قبر حد نگاہ تک کھلی کر دی جاتی ہے پھر اس کے پاس ایک حسین وجمیل خوبصورت لباس میں آدمی آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں یہ کہتا ہے یا اللہ قیامت جلد قائم کر۔ (التذکرہ، ص ۱۰۹)

دشمن مرے تے خوشی نہ کریئے سجناں وی مر جاناں

دیگر تے دن آیا محمد اوڑک نوں ڈُب جاناں

جب مومن کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس چار فرشتے آتے ہیں پہلا فرشتہ کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَبْدَاللّٰہِ اے خدا کے بندے تجھ پر

سلام ہو میں نے زمین کے تمام مشارق و مغارب کو الٹ مارا مگر تیرے قدم رکھنے کی جگہ نہ پائی دوسرا فرشتہ کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ میں نے تمام جہان کی تمام نہروں کو دیکھ مارا مگر تیرے پینے کے لئے ایک گھونٹ پانی نہ ملا پھر تیسرا فرشتہ کہتا ہے السلام علیک یا عبداللہ میں نے زمین کی تمام اطراف کو دیکھا مگر تیرے کھانے کو ایک لقمہ نہ ملا پھر چوتھا فرشتہ کہتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا عَبْدَ اللّٰهِ میں نے ساری زمین کو ٹٹول مارا لیکن تمہارے سانس لینے کی گنجائش نظر نہ آئی۔ اس کے بعد اس بندہ مومن کی روح پرواز کر جاتی ہے۔

(خیر المونس، ج ۱، ص ۱۲۷)

حضرت جعفر بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری کے سر کے پاس ملک الموت کو دیکھا اور فرمایا میرے صحابی کے ساتھ نرمی کرنا یہ مومن ہے ملک الموت نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ خوش ہو جائیں اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھیں۔ میں ہر مومن کے ساتھ نرمی کرتا ہوں۔

(التذکرہ، ص ۴۷)

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ وَمَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَاءَهٗ ○

ترجمہ: جو اللہ کی ملاقات کو پسند کرتا ہے خدا اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے اور جو خدا کی ملاقات سے کراہت کرتا ہے خدا اس کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم تو موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا بات یہ نہیں بلکہ جب مومن کی موت قریب ہوتی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اور اس کی نعمتوں کی بشارت دی جاتی ہے۔ اس وقت مومن کو خدا کی ملاقات کا شوق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو

اس مومن کی ملاقات پسند ہوتی ہے اور جب کافر کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کو خدا کی ناراضگی اور اس کے عذاب کی خبر دی جاتی ہے اس وقت کافر خدا کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے اور خدا اس کافر کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔

(تاریخ بغداد، ج ۶، ص ۲۷۲)

وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ ساتویں آسمان میں خدا نے ایک مکان بنایا ہے جسے ''البیضاء'' کہا جاتا ہے اس مکان میں مومنوں کی روحیں رہتی ہیں جب دنیا میں کوئی آدمی مر جاتا ہے یہ روحیں اس کی روح سے دنیا کے حالات دریافت کرتی ہیں۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۴، ص ۶۰)

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ اِنْسَانَ اِلَّا لَہٗ بَابَانِ فِی السَّمَاءِ یَصْعَدُ عَمَلُہٗ فِیْہِ وَیَنْزِلُ رِزْقُہٗ فَاِذَا مَاتَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَکَیَا عَلَیْہِ○ (حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۵۳)

ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں جن سے اس کے عمل اوپر چڑھتے ہیں اور اس کا رزق نازل ہوتا ہے جب بندہ مومن فوت ہو جاتا ہے تو وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ مومن کی روح قبض کر لیتا ہے تو اس پر مقرر کراماً کاتبین آسمان پر چلے جاتے ہیں اور خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں یا اللہ جس بندے پر تو نے ہمیں مقرر کیا تھا اس کو تو نے موت دے دی ہے اب ہمیں آسمان پر رہنے کی اجازت دے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ میرے آسمان میرے فرشتوں سے بھرے پڑے ہیں اور وہ میری تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ یہ دونوں عرض کرتے ہیں الٰہی ہمیں زمین پر رہنے کی اجازت دے خدا فرماتا ہے میری زمین میری تسبیح بیان کرنے والوں

سے لبریز ہے تم دونوں اس میرے مومن بندے کی قبر پر کھڑے ہو جاؤ اور قیامت تک میری تسبیح تہلیل اور تکبیر کہتے رہو اور اس بندے کے نامۂ اعمال میں لکھتے رہو۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۲۵۳)

حضرت کعب بن مالک سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَنَّ نَسْمَةَ الْمُؤْمِنِ طَائِرٌ فِيْ شَجَرَةِ الْجَنَّةِ حَتّٰى يَبْعَثَهُ اللّٰهُ اِلٰى جَسَدِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ○ (نسائی شریف، ج ۱، ص ۲۹۲)

مومن کی روح باغ جنت میں ایک پرندے کی صورت میں رہتی ہے یہاں تک کہ اللہ اسے اس کے بدن میں قیامت کے دن لوٹا دے گا۔

حضرت روح الامین بھی حضرت دحیہ کلبی کی صورت میں متجسد ہوئے پھر اگر کاملین کی روحیں بھی کسی اور صورت میں تجسد کریں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس دونوں سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تو ملک الموت نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ مجھے اجازت دے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس بات کی بشارت دوں خدا نے اجازت دی اور ملک الموت نے آپ کو بشارت دی۔ آپ نے فرمایا الحمد للہ پھر ملک الموت سے کہا کہ مجھے اپنی وہ شکل دکھا دے جس میں تو کافر کی روح قبض کرتا ہے۔ انہوں نے کہا اے ابراہیم (علیہ السلام) آپ دیکھنے کی تاب نہ لا سکیں گے فرمایا کیوں نہیں آپ دکھائیں تو ملک الموت نے کہا منہ پرلی طرف کر لیں اور پھر دیکھیں اب جو آپ نے دیکھا تو ایک سیاہ فام آدمی ہے جس کا سر آسمان پر ہے اور اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اور مساموں سے بھی آگ نکل رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بے ہوش ہو گئے جب

ہوش آیا تو ملک الموت اپنی پہلی شکل میں آ چکے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اگر کافر کو کوئی اور عذاب نہ بھی دیا جائے تو تیری اس شکل کا دیکھنا اس کے لئے کافی ہے۔ اب مجھے بتا دے کہ تو مومنوں کی روح کس شکل میں قبض کرتا ہے کہا منہ پرلی طرف کر کے مجھے دیکھو آپ نے ایسا کیا تو دیکھا کہ سفید لباس میں ملبوس ایک نوجوان ہے جو نہایت حسین وجمیل ہے اور اس سے پاکیزہ خوشبو آ رہی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اے ملک الموت اگر مومن کو کوئی اور نعمت نہ بھی دی جائے تو تیری اس صورت کو دیکھ لینا اس کے لئے بہت بڑی نعمت ہے۔

(شرح الصدور، ص ۱۸۔ التذکرہ، ص ۶۵)

شہید کی موت:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم کو شعور نہیں۔

اس آیت کے تحت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِىْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فَيَذْهَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْجَنَّةِ حَيْثُ يَشَاؤُوْنَ وَيَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَاءَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَهُمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ الْحَيَاةِ لَا تَأْكُلُ الْاَرْضُ اَجْسَادَهُمْ وَلَا اَكْفَانَهُمْ ○ (تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۴۱)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو جسمانی قوت عطا فرماتا ہے وہ زمین و آسمان اور جنت جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں

اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں اور اسی زندگی کی بنا پر زمین نہ ان کے جسموں کو کھاتی ہے اور نہ ان کے کفنوں کو کھاتی ہے۔

چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ شام کے ملک میں ایک میاں بیوی جوڑا رہتا تھا ان کا لڑکا کسی جنگ میں شہید ہو گیا۔ ایک دن آدمی نے دیکھا کہ ایک گھوڑ سوار سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا ہے جب قریب ہوا تو اس نے اپنی بیوی سے کہا یہ ہمارا بیٹا آ رہا ہے۔ بیوی نے کہا یہ شیطان کا دھوکا ہے وہ تو کب کا شہید ہو چکا ہے اتنے میں وہ اور بھی قریب ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ واقعی وہ ان کا بیٹا ہے اس سے پوچھا تو تو شہید ہو چکا تھا۔ اس نے کہا آج عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا ہے۔ شہیدوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی خدا سے اجازت لی میں بھی ان میں سے ایک ہوں میں نے آپ کو سلام کرنے کی اجازت بھی حاصل کی اس لئے آپ کو سلام کرنے کی غرض سے حاضر ہوا۔

(شرح الصدور، ص ۹۳)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے لکھا ہے:

اِنَّ اَرْوَاحَهُمْ تَرْكَعُ وَتَسْجُدُ كُلَّ لَيْلَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ○

ترجمہ: شہیدوں کی روحیں قیامت تک ہر رات کو عرش کے نیچے رکوع کرتی ہیں اور سجدہ کرتی ہیں۔ (تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۱۴۱)

حضرت مقدام بن معدیکرب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہید کے لئے چھ انعام ہیں۔

(۱) شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرتے ہی اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(۲) اس کی روح اس وقت تک قبض نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنا جنتی ٹھکانا نہیں دیکھ لیتا۔

(۳) شہید کو اس کی قبر میں عذاب نہیں ہوتا۔

(۴) قیامت کے دن وہ بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔

(۵) اس کے سر پر وقار کا ایسا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا کی تمام چیزوں سے بہتر ہوگا۔

(۶) بہتر حوریں اس کے نکاح میں آئیں گی وہ عزیزوں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (مشکوٰۃ، ج۲، ص ۲۵۸)

حضرت عتبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ جہاد میں قتل کئے جائیں ان کی تین اقسام ہیں۔

(۱) ایک وہ جو اپنی جان اور مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرے دشمن سے مقابلہ کرے اور لڑے یہاں تک کہ مارا جائے اس شہید کے بارے میں فرمایا یہ وہ شہید ہے کہ عرش کے نیچے خدا کے خیمے میں ہوگا اور انبیاء اس سے صرف ایک درجہ زیادہ ہوں گے۔

(۲) دوسرا وہ مومن جس کے اعمال مخلوط ہیں یعنی نیکیاں بھی ہیں گناہ بھی ہیں وہ اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرتا ہے یہاں تک کہ مارا جائے یہ شہادت گناہ مٹانے والی ہے کیونکہ تلوار گناہوں کو بہت زیادہ مٹانے والی ہے۔ یہ شہید جنت کے جس دروازے سے چاہے گا داخل ہو جائے گا۔

(۳) تیسرا آدمی منافق ہے جو لڑتا ہوا مارا جائے وہ دوزخ میں جائے گا

کیونکہ تلوار نفاق کو نہیں مٹا سکتی۔ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۶۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے بھائی اُحد کے دن شہید کیے گئے تو خدا تعالیٰ نے ان کی روحوں کو سبز پرندوں کے جسم میں داخل کر دیا وہ پرندے جنت کی نہروں میں آتے ہیں جنت کے میوے کھاتے ہیں اور سونے کی ان قندیلوں میں آرام کرتے ہیں جو عرش الٰہی کے نیچے معلق ہیں ان شہیدوں نے جب ان کے کھانے پینے اور آرام کرنے کی مسرتوں کو حاصل کیا تو کہا کون ہے جو ہماری طرف سے ہمارے بھائیوں کو پیغام پہنچائے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تا کہ وہ جنت کو حاصل کرنے میں بے پروائی سے کام نہ لیں اور لڑائی کے موقع پر سستی نہ کریں۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارے پیغام کو تمہارے بھائیوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کی یہ آیت نازل کی۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ۝

ترجمہ: جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں ان کو رزق دیا جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۶۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلشَّهِیْدُ لَا یَجِدُ اَلَمَ الْقَتْلِ اِلَّا کَمَا یَجِدُ اَحَدُکُمْ اَلَمَ الْقَرْصَةِ۝

(مشکوٰۃ، ج ۲، ص ۲۵۹)

شہید کو اپنے قتل کا صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے کا درد ہوتا ہے۔ اس کی وجہ بعض علماء نے یہ لکھی ہے کہ جب شہید اپنے زخموں میں چور چور ہوتا ہے تو اس وقت خدا تعالیٰ کا اس پر کرم ہوتا ہے کہ اس کو

دیدار مصطفےٰ ہوتا ہے اس لئے اس کو زخموں کا درد نہیں ہوتا اور اس کی تائید قرآن سے ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ زلیخا کو مصر کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت کا طعنہ دیا زلیخا نے ان عورتوں کی ضیافت کا انتظام کیا جب وہ آئیں تو زلیخا نے دسترخوان بچھایا اس پر کھانا اور پھل چن دیئے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا کہ ان عورتوں کے سامنے بے نقاب ہو جاؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اِدھر زلیخا نے ان عورتوں کو حکم دیا کہ پھل کاٹو اس پر انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ خدا فرماتا ہے۔

فَلَمَّا رَأَيْنَهٗ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَاهٰذَا بَشَرًا ○ اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ○

ترجمہ: جب انہوں نے یوسف (علیہ السلام) کو دیکھا اس کی بڑھائی بیان کی اور اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا اور کہنے لگیں واللہ یہ کوئی بشر نہیں یہ تو کوئی عزت والا فرشتہ ہے۔

بے خودیاں وچہ کرن پکاراں جان جناں کچھ باقی
قسم خدا دی ایہہ خاکی نہیں ایہہ کوئی ملک افلاکی

انہوں نے اپنے ہاتھوں کو کاٹ ڈالا لیکن درد نہ ہوا اگر درد ہوتا تو کاٹتی نہ۔ وجہ یہ تھی کہ ان کے سامنے جلوہ یوسف تھا۔ جن کے سامنے حسن یوسف ہو ان کو زخموں کا درد نہیں ہوتا تو جس شہید کے سامنے حسن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اس کو زخموں کا درد کیوں ہو۔

سمندری شہداء:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ حسن نامی تشریف

فرماتے تھے کہ آدمی آئے جن کی آنکھیں سبز رنگ کی تھیں۔ حسن نے ان سے پوچھا کیا آنکھوں کا یہ رنگ پیدائشی ہے یا یہ کسی بیماری کی وجہ سے ہے۔ اس نے کہا اے ابو سعید آپ نے مجھے پہچانا نہیں حسن نے پوچھا تم کون ہو اس نے اپنا تعارف کرایا اب مجلس میں بیٹھنے والے ہر آدمی نے اس کو پہچان لیا۔ انہوں نے پوچھا یہ قصہ کیا ہے۔ اس نے کہا میں اپنا مال تجارت لے کر کشتی میں لاد کر یمن کی طرف گیا سمندر میں طوفان برپا ہوا کشتی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی۔ میں ایک تختے پر بیٹھ کر ایک ساحل پر اترا میں چار مہینے حیران و پریشان پھرتا رہا اس عرصہ میں مَیں گھاس اور درختوں کے پتے کھا کر اور چشموں کا پانی پی کر گزر اوقات کرتا رہا۔ پھر میں نے ایک طرف کو یہ سوچ کر چلنے لگا کہ تخت یا تختہ ایک محل نظر آیا میں نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ بہرحال میں اس کے اندر داخل ہوا دیکھا کہ اس میں کئی طاق بنے ہوئے ہیں اور ہر طاق میں ایک صندوق رکھا ہوا ہے جو موتی کا بنا ہوا ہے اور اس پر قفل لگا ہوا ہے اور پاس ہی چابیاں رکھی ہوئی ہیں میں نے ایک صندوق کھولا تو اس میں سے نہایت پاکیزہ خوشبو نکلی میں نے اس میں ایک لاش دیکھی جو ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی۔ میں نے اسے ہلایا تو وہ میت تھی لیکن زندہ معلوم ہوتی تھی۔ پھر میں نے صندوق کو بند کر دیا اور باہر نکل کر محل کا دروازہ بند کر دیا پھر چلنے لگا مجھے دو گھوڑ سوار ملے جو بہت حسین و جمیل تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرا حال پوچھا میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا یہاں سے سیدھے چلے جاؤ آگے ایک درخت کے نیچے تمہیں ایک بزرگ ملیں گے ان سے کہنا وہ تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دیں گے۔ چنانچہ مجھے وہ بزرگ ملے میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا پھر انہوں نے مجھ سے میرا واقعہ سنا میں نے سارا قصہ سنایا جب میں نے محل کا ذکر کیا

تو ان کو کچھ گھبراہٹ ہوئی میں نے ان سے کہا کہ میں نے صندوق بند کر دیا تو پھر ان کو کچھ سکون سا آ گیا اور مجھے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ ایک بادل اوپر سے گزرا اس سے آواز آئی السلام علیک یا ولی اللہ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا فلاں مقام کی طرف اسی طرح یکے بعد دیگرے بادل گزرتے رہے ایک بادل آیا اس سے اس بزرگ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اس نے کہا بصرہ کا انہوں نے اس سے کہا اس آدمی کو اٹھا کر وہاں پہنچا دو جب میں بادل میں سوار ہو گیا تو میں نے اس بزرگ سے پوچھا کہ وہ محل کیسا ہے اور گھوڑ سوار کون ہیں اور آپ کون ہیں انہوں نے جواب دیا اس محل میں سمندری شہید ہیں جو سمندر میں مسلمان شہید ہو جاتے ہیں خدا کے فرشتے ان کو اس محل میں لا کر رکھ دیتے ہیں اور وہ دو سوار دو فرشتے ہیں جو صبح و شام ان شہیدوں کو سلام کرنے آتے ہیں اور میرا نام خضر ہے میں نے دعا مانگی تھی کہ میرا حشر امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو۔

(شرح الصدور، ص ۱۰۹، کتاب الاصابہ، ج ۱، ص ۴۴۷)

کامل ولی کی موت:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ولی کی موت کا وقت آتا ہے تو خدا تعالیٰ حضرت ملک الموت سے فرماتا ہے میرے دوست کے پاس جا اسے میرے پاس لے آ میں نے اسے راحت اور تکلیف میں آزما کر دیکھ لیا ہے وہ ہر حال میں مجھ سے محبت کرنے والا ہے اسے میری بارگاہ میں لے آؤ میں اسے دنیاوی غموں اور پریشانیوں سے راحت دینا چاہتا ہوں ملک الموت پانچ سو فرشتوں کے ساتھ جاتا ہے ان کے پاس جنتی کفن اور خوشبو ہوتی ہے اور ان کے ساتھ پھولوں کی ایک شاخ ہوتی ہے جس کے بیس رنگ ہوتے ہیں اور ہر رنگ سے الگ الگ خوشبو آتی ہے اور ان کے ساتھ سفید

ریشم ہوتا ہے اور اس میں کستوری کی خوشبو ہوتی ہے ملک الموت آ کر ولی کے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور تمام فرشتے اپنا ہاتھ اس وفات پانے والے کے کسی عضو پر رکھ دیتے ہیں اور وہ سفید ریشم اور کستوری اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں اور اس ولی کے لئے جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے وہ جنت میں کبھی اپنی بیویوں کو کبھی اپنے لباس کو اور کبھی جنتی پھولوں کو دیکھتا ہے اور اسے اس طرح بہلایا جاتا ہے جس طرح بچے کو بہلایا جاتا ہے اس کے گھر والوں کی طرف سے جبکہ وہ رو رہا ہوتا ہے اور اس کی جنتی بیویاں خوشی کا اظہار کرتی ہیں اور ملک الموت کہتا ہے اے پاکیزہ روح نکل آ بغیر کانٹوں والی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانی کی طرف اور ملک الموت اس پر اس طرح لطف و کرم کرتا ہے جس طرح ماں بچے پر نظر کرم کرتی ہے کیونکہ وہ جان لیتا ہے کہ یہ روح خدا تعالیٰ کی بڑی محبوب ہے اور ملک الموت اس روح پر نرمی اس لئے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ راضی ہو جائے اس کی روح کو ملک الموت اس طرح نکالتا ہے جیسے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ جب روح جسم سے باہر آ جاتی ہے تو فرشتے اس کے اردگرد ہو کر اس طرح سلام کرتے ہیں تم پر سلام ہو اپنے عملوں کی بنا پر جنت میں داخل ہو جا جب ملک الموت روح کو قبض کرتا ہے تو روح جسم سے کہتی ہے اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے بہتر بدلا دے تو مجھے اطاعت خدا کی طرف جلدی لے جاتا تھا اور اس کی نافرمانی سے بچاتا تھا۔ آج تجھے مبارک ہو میں نجات پا گئی اور تو بھی نجات پا گیا اور ایسا ہی کلام جسم روح سے کرتا ہے پھر زمین کا وہ حصہ اس وفات پانے والے ولی پر روتا ہے جس پر وہ خدا کی اطاعت کرتا رہا ہو اور آسمان کا وہ دروازہ بھی روتا ہے جس سے اس کا عمل آسمان پر چڑھتا تھا اور اس کا رزق نازل ہوتا تھا اور یہ رونے کا سلسلہ چالیس روز تک جاری رہتا ہے جب جسم سے روح نکل جاتی ہے تو پانچ سو فرشتے اس کے قریب کھڑے

ہو جاتے ہیں جب لوگ غسل دیتے ہوئے اس وفات پانے والے کے پہلو کو بدلتے ہیں تو ان سے پہلے فرشتے اس کا پہلو بدلتے ہیں اور لوگوں سے پہلے فرشتے اسے کفن پہنا دیتے ہیں خوشبو لگا دیتے ہیں اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر قبر تک فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی دو قطاریں ہوتی ہیں اور استغفار سے اس کی روح کا استقبال کرتے ہیں اور اس موقع پر شیطان واویلا کرتا ہے اور اپنے لشکر سے کہتا ہے تمہاری خرابی ہو یہ آدمی تمہارے مکر سے کیسے رہائی پا گیا وہ کہتے ہیں کہ یہ گناہ سے محفوظ تھا جب ملک الموت اس کی روح کو لے کر آسمان کی طرف چڑھتا ہے تو جبرئیل امین ستر ہزار فرشتے ساتھ لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں ہر فرشتہ اس کو رب کی طرف بشارت دیتا ہے جب ملک الموت عرش تک پہنچ جاتا ہے تو روح اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے اس میرے بندے کی روح کو لے جاؤ اور اس کو بغیر کانٹوں والی بیریوں اور تہ بہ تہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانی کی طرف رکھ دو پھر جب اسے قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے دائیں طرف نماز بائیں طرف روزہ اور قرآن اور ذکر سر کی طرف سے آجاتا ہے اور نماز کے لئے پیدل مسجد کی طرف چلنا پاؤں کی طرف آجاتا ہے اور اس کا صبر قبر کے ایک کونے میں آجاتا ہے پھر عذاب اس میت کے قریب آتا ہے تو چاروں طرف کے اعمال اسے قریب نہیں آنے دیتے۔ خدا کی اطاعت کی بنا پر وہ ولی عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔ عذاب قبر سے باہر نکل جاتا ہے اب صبر ان اعمال سے کہتا ہے تمہاری وجہ سے آگے نہیں بڑھا اگر تم عاجز ہو جاتے تو میں اس ولی کی مدد کرتا۔ اب میں پل صراط پر اس کے کام آؤں گا میزان پر کام آؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ دو فرشتوں کو بھیجتا ہے ان کی آنکھیں اچک لے جانے والی بجلی کی طرح ہوتی ہیں اور ان کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے اور ان کے دانت سینگوں کی طرح ہوتے ہیں

اور ان کے سانس شعلے کی طرح ہوتے ہیں اور ان کے بال کندھوں پر ہوتے ہیں اور دونوں کندھوں کے درمیان بڑا فاصلہ ہوتا ہے اور ان کے دلوں سے رحمت اور رافت نکال دی جاتی ہے۔ صرف مومنوں پر مہربان ہوتے ہیں ان کو منکر نکیر کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتی ہے اگر تمام جن وانس مل کر بھی اسے اٹھانا چاہیں تو اٹھا نہ سکیں وہ آ کر وفات پانے والے کو قبر میں بٹھاتے ہیں اور کفن اس کی کمر تک اتر جاتا ہے وہ پوچھتے ہیں تیرا رب کون ہے تیرا دین کیا ہے اور تیرا نبی کون ہے وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اسلام میرا دین ہے اور محمد ﷺ میرا نبی ہے اور وہ خاتم النبیین ہے وہ دونوں کہتے ہیں تو نے سچ کہا پھر وہ دونوں اس کی قبر کو آگے پیچھے دائیں بائیں سرہانے اور پاؤں کی طرف سے وسیع کر دیتے ہیں پھر کہتے ہیں اپنے اوپر دیکھو وہ دیکھتا ہے پس اس کو جنت نظر آتی ہے وہ کہتے ہیں اے اللہ کے ولی تو نے خدا کی اطاعت کی اس کی بنا پر یہ جنت تیرا ٹھکانہ بنی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس کو اتنی خوشی ہوتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں پھر کہا جاتا ہے اپنے نیچے دیکھو وہ دیکھتا ہے تو اسے دوزخ نظر آتی ہے وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں اے اللہ کے ولی تو نے اس سے نجات پائی وہ پھر بہت خوش ہوتا ہے پھر اس کی قبر میں جنت کی طرف ستر دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جن سے اس کی قبر میں ہوا اور ٹھنڈک آتی رہتی ہے اور یہ راحت وہ حشر تک محسوس کرتا ہے۔ (شرح الصدور، ص ۲۳)

کامل ولی مرتا نہیں:

کامل ولی مرنے کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

اما فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ ○
(انوار القرآن، ص ۳۵۱)

ترجمہ: خبردار بے شک اللہ کے ولی مرتے نہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں۔

مثال:

امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم چار بھائی تھے اور میرا بھائی ربیع ہم سب سے زیادہ نماز روزہ کی کثرت کرنے والا تھا اس کی وفات ہو گئی اس کے مرنے کے بعد ہم سب اس کے پاس بیٹھے تھے یکدم اس نے اپنے منہ سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا السلام علیکم ہم نے کہا وعلیکم السلام مرنے کے بعد کلام۔ اس نے کہا ہاں موت کے بعد میں نے اپنے رب سے ایسے حال میں ملاقات کی کہ وہ غضبناک نہ تھا۔ میرے رب نے اعلیٰ درجے کی نعمتوں اور ریشمی لباس کے عطیہ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ خبردار ہو جاؤ کہ بے شک ابوالقاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے کا انتظار فرما رہے ہیں تم میرا جنازہ جلدی لے کر چلو میرے لے جانے میں دیر نہ کرو پھر سکوتِ موت کے ساتھ خاموشی اختیار کر لی۔ انہوں نے اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تک پہنچایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا بے شک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میری امت میں سے ایک آدمی مرنے کے بعد کلام کرے گا۔
(دلائل النبوت، ج ۴، ص ۴۵۴)

جناں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدی نہیں مردے
شک ہووے تے دیکھ لے جا کے قبراں تے دیوے بلدے

دلیل دوم:

ایک ہے جہاد اصغر اور وہ یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ جنگ کی جائے

اس جہاں میں جو اپنی گردن کٹا دے اس کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور جو اللہ کے راستے میں قتل کر دیئے جائیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

دوسرا جہاد اکبر ہے اور وہ یہ ہے کہ خالق حقیقی کے لئے اپنے نفس کی خواہشات کو پامال کر دیا جائے نفس امارہ کو کچل کر رکھ دیا جائے اس مغرور اور متکبر کو احکام خداوندی کے سامنے جھکا دیا جائے اور حقیقت میں یہ بہت بڑا جہاد ہے کیونکہ گردن کے کٹنے میں تو ایک سیکنڈ کے اندر موت طاری ہو جاتی ہے ہاں زندہ رہ کر مر جانا بہت بڑا جہاد ہے۔ سرورکائنات ﷺ کی حدیث ہے۔

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ ۝

ہم چھوٹے جہاد جو کہ کفار سے جنگ ہے سے بڑے جہاد یعنی نفس سے مجاہدہ کی طرف لوٹے۔

اولیاء کرام اپنے نفس کو بھوک اور پیاس کی شدت برداشت کر کے اتنا کمزور کر دیتے ہیں کہ اس کی خواہشات پامال ہو جاتی ہیں لہٰذا اولیاء کرام شہدائے اکبر ٹھہرے اور جب جہاد اصغر میں شہید ہونے والے زندہ ہیں تو جہاد اکبر میں شہید ہونے والے بطریق اولیٰ زندہ ہیں۔

شہید اس دار فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں
زمین پر چاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

دلیل سوم:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۝

ترجمہ: جس مرد مومن اور عورت مومنہ نے نیک عمل کیا ہم اسے پاکیزہ زندگی سے زندہ رکھیں گے۔

مثال:

حضرت جسر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں ثابت بنانی کی موت پر ان کو ان کی لحد میں رکھا اور میرے ساتھ حمید طویل تھے جب ہم نے لحد کی اینٹیں چنیں تو ایک اینٹ گر پڑی میں نے دیکھا تو ثابت بنانی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے میں نے ساتھیوں سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا خاموش رہو جب ہم نے ان پر قبر برابر کر دی تو ہم اس کی بیٹی کے پاس گئے اور اس سے پوچھا تمہارا باپ کیا عمل کرتا تھا ہم نے ان کو قبر میں نماز پڑھتا ہوا دیکھا ہے۔ اس نے کہا وہ پچاس سال تک ساری رات نماز پڑھتے رہے اور جب سحری کا وقت ہوتا تو وہ یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ اَعْطَيْتَ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَنْ يُّصَلِّيْ لَكَ فِيْ قَبْرِهٖ فَاَعْطِنِيْ ذَالِكَ ○

ترجمہ: اے اللہ اگر تو نے کسی کو یہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ وہ اپنی قبر میں تیرے لئے نماز پڑھے تو یہ مرتبہ مجھے بھی عطا فرما۔ (حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۳۱۹)

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں حق کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

دلیل چہارم:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا تَطْرُدِالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ○

ترجمہ: اور دور نہ کر انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح اور شام اس کی رضا

(وجہ) چاہتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ○

ترجمہ: اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس رضا (وجہ) چاہتے ہیں۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ خدا کے مقبول اور صالح بندے اولیاء کرام خدا کا وجہ چاہتے ہیں جب وہ خدا سے اس کا وجہ چاہتے ہیں تو خدا بھی ان کی مطلوبہ چیز ان کو عطا فرما دیتا ہے کیونکہ اس نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ لِاَنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ○ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگیں تو میں ان کو ضرور عطا کرتا ہوں۔

جب اولیاء کرام کو خدا کا وجہ مل جاتا ہے تو پھر وہ باقی باللہ ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا کے وجہ کو فنا نہیں خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ○ اس کے وجہ کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ○ زمین کی ہر چیز فنا ہے اور باقی ہے تیرا رب کا وجہ جب خدا تعالیٰ کے وجہ کو فنا نہیں تو خدا کے جن اولیاء کرام کو خدا کا وجہ مل جاتا ہے وہ وفات کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں۔

صحابی کی موت:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لشکر اسلام نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اس لشکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ بیمار ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ رات کے وقت قلعہ کے دامن میں دفن کیے گئے جب ان کو رات کے وقت ان کی قبر میں اتارا گیا تو آپ کی قبر سے ایک نور کا شعلہ بلند ہوا اور اس منظر کو دوسری طرف کفار نے بھی دیکھا جو سرحد کے

قریب تھے۔ صبح ہوئی تو ان کا ایک قاصد آیا اور اس نے پوچھا یہ مرنے والا کون تھا انہوں نے کہا یہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے۔ تو وہ سب کافر جنہوں نے یہ نور کا شعلہ دیکھا دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (مقام حیات، ص ۵۴۱)

جو گدا دیکھو لئے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم تبوک میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ موجود تھے کہ آفتاب جیسی چمک اور روشنی کے ساتھ طلوع ہوا کہ پہلے کبھی سورج کی ایسی شعاعیں نہ دیکھی گئی تھیں۔ اتنے میں جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا وجہ ہے کہ آج آفتاب ایسی چمک اور شعاع کے ساتھ طلوع ہوا ہے کہ پہلے کبھی ایسا نہ دیکھا گیا۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مدینہ میں معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار فرشتے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے بھیجے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا اس کو یہ مقام کس وجہ سے ملا ہے۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی کثرت سے سورہ اخلاص پڑھنے کی وجہ سے وہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت قل شریف پڑھتے رہتے تھے۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ اس کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں فرمایا ہاں جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنا پَر مارا تو درخت اور ٹیلے جھک گئے پس۔

فَصَلّٰی عَلَیْهِ وَخَلْفَهٗ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِکَةِ فِیْ کُلِّ صَفٍّ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ ○ (دلائل النبوت، ج ۵، ص ۲۴۵)

پس آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور آپ کے پیچھے فرشتوں کی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ

ایک صحرا میں گئے ہم نے ایک شتر سوار کو دیکھا جو تیزی سے آ رہا تھا۔ رسول خدا ﷺ نے اس سے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اس نے کہا میں اپنے مال و اولاد اور کنبہ کے پاس سے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے عرض کی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے لئے جا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا تو پہنچ گیا پھر آپ نے اسے اسلام سکھایا جب وہ جانے لگا تو اس کے اونٹ کا پاؤں چوہوں کے سوراخ میں واقع ہو گیا اور وہ سر کے بل اونٹ پر سے گرا اور اسی وقت مر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ دو فرشتے اس کے منہ میں جنتی پھل ڈال رہے ہیں پھر آپ نے اس کو قبر میں اتارا اور آپ دیر تک اس کی قبر میں ٹھہرے رہے پھر آپ باہر نکل کر آئے اور فرمایا کل حورالعین اتر کر آئیں اور ہر حور یہ کہتی تھی کہ میری شادی اس سے کر دیں اور میں نے ستر حوریں اس کے نکاح میں دے دیں۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۲۸)

حرام اس پہ ہو جائے نار جہنم
پڑھے صدق دل سے جو کلمہ تمہارا
قیامت میں چھوٹیں گے سستے وہ تاجر
جنہوں نے خریدا ہے سودا تمہارا

نبی کی وفات:

خدا تعالیٰ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَادَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ○

ترجمہ: پھر ہم نے جب ان پر موت واقع کر دی تو جنات کو ان کی موت پر کسی نے رہنمائی نہ کی سوائے دیمک کے کیڑوں کے کہ وہ دیمک کے کیڑے ان کے عصا کو کھاتے رہے جب اعصا کے دیمک خوردہ ہونے کی وجہ سے سلیمان

علیہ السلام گر گئے تو جنہوں کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب جانتے تو ذلت کے عذاب میں مبتلا نہ رہتے۔

جب بیت المقدس کی تعمیر مکمل ہو گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات قریب آ گئی۔ آپ نے دعا کی کہ مولیٰ مسجد کا رنگ روغن ابھی باقی ہے تب آپ کو حکم ہوا کہ نماز کی نیت باندھ لیں۔ آپ نماز میں کھڑے ہو گئے لاٹھی کی ٹیک لگا لی اسی حال میں روح شریف قبض کر لی گئی اور آپ لاٹھی کے سہارے ایک سال کھڑے رہے۔ جنات کو اس لئے شبہ نہ ہوا کہ آپ پہلے بھی کئی کئی دن تک نماز پڑھتے رہتے تھے۔ اس لئے وہ برابر کام میں لگے رہے۔ ایک سال کے بعد دیمک نے لاٹھی کھا لی جس سے لاٹھی گر گئی اور آپ کا جسم زمین پر آ گیا۔ تب جنات بھاگ گئے اس سے پتہ چلا کہ انبیاء کرام کے جسم وفات کے بعد گلنے مٹنے سے محفوظ رہتے ہیں ان کو زمین کی مٹی نہیں کھاتی چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ ○ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسموں کو کھائے۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں لکھا ہے کہ جب لشکر اسلام نے قلعہ تستر فتح کیا تو ہرمزان کے گھر کے مال و متاع میں ایک تخت پایا جس پر ایک آدمی کی میت رکھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے قریب ایک مصحف تھا ہم نے اس مصحف کو اٹھا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا انہوں نے اس کو عربی میں لکھدیا ابوالعالیہ فرماتے ہیں میں نے اسے قرآن کی طرح پڑھا ابو خالد بن دینار فرماتے ہیں میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا اس میں کیا لکھا تھا۔ انہوں نے کہا تمہارے احوال امور اور تمہارے کلام کے لہجے اور آئندہ ہونے والے واقعات میں نے کہا تم نے اس آدمی کا کیا کیا۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے دن کے وقت متفرق طور پر تیرہ قبریں کھودیں

جب رات آئی تو ہم نے انہیں دفن کر دیا اور تمام قبروں کو برابر کر دیا تاکہ وہ لوگوں سے پوشیدہ رہیں اور کوئی ان کو قبر سے نہ نکالے میں نے ان سے کہا ان سے لوگوں کی کیا امیدیں وابستہ تھیں انہوں نے کہا جب بارش رک جاتی تو لوگ ان کے تخت کو باہر لے آتے تھے تو بارش ہو جاتی تھی میں نے کہا تمہارا کیا گمان تھا کہ وہ مبارک آدمی کون تھے انہوں نے کہا انہیں دانیال علیہ السلام کہا جاتا تھا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۲، ص ۴۰)

علامہ ابن کثیر نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت دانیال علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ دعا کی تھی کہ انہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دفن کرے جب حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قلعہ تستر فتح کیا تو انہیں ان کے تابوت میں اس حال میں پایا کہ ان کے تمام جسم اور گردن کی رگیں برابر چل رہی تھیں۔

ان دونوں روایت سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضرت دانیال علیہ السلام کا جسم سینکڑوں سال گزرنے کے بعد بھی صحیح سالم تھا۔

(۲) انبیاء کرام کا توسل برحق ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کے توسل سے بارش ہوتی تھی۔

(۳) . اللہ کا نبی وفات کے بعد زندہ ہوتا ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کی رگیں برابر چل رہی تھیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ ○ (مجمع الزوائد، ج ۸، ص ۲۱۱)

اعتراض:

اگر انبیاء علیہم السلام کی زندگی حقیقی اور جسمانی ہو تو اس کے لوازمات کا

پایا جانا بھی ضروری ہے قاعدہ ہے کہ اِذَا ثَبَتَ الشَّیْئُ ثَبَتَ بِجَمِیْعِ لَوَازِمِہٖ لیکن یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے لئے جسمانی غذا پانی اور سانس لینا ثابت نہیں اور نہ ہی ان کے بدن میں کوئی حرکت ہوتی ہے ایسی صورت میں حقیقی اور جسمانی حیات کیسے تسلیم کی جائے۔

الجواب:

ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ کے نبی عالم برزخ میں حیات حقیقی جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور حیات حقیقی جسمانی کے لوازمات ہر عالم میں یکساں نہیں ہوا کرتے عالم کے بدلنے سے لوازمات کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ دیکھئے بچہ پیدا ہونے سے پہلے ماں کے پیٹ میں جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہوتا ہے اور پیدا ہونے کے بعد بھی وہ زندہ ہوتا ہے لیکن دونوں حالتوں میں لوازمات حیات یکساں نہیں حالانکہ حیات ہر حال میں یکساں ہے اسی طرح اللہ کے نبی دنیا اور برزخ دونوں میں زندہ ہیں لیکن لوازمات حیات یکساں نہیں اللہ کے نبی اور شہید رزق دیئے جاتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے ہیں اور فرحت اور سرور پاتے ہیں۔ تمام لوازمات حیات حقیقی انہیں حاصل ہیں لیکن ان کی نوعیت اس طرح بدلی ہوئی ہے جس طرح پیدا ہونے والے کے بچے کے لوازمات حیات کی نوعیت ماں کے پیٹ اور پیدائش کے بعد اس عالم میں بدلی ہوئی ہے۔

اس سے بھی زیادہ روشن مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود گرامی ہے وہ آسمانوں میں اب تک زندہ ہیں اور جسمانی حقیقی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسے کہ دنیا میں زندہ تھے لیکن آسمان پر وہ لوازمات حیات مفقود ہیں جو اس عالم میں حاصل تھے مثلاً غذا پانی اور سانس لینا اور جب وہ قریب قیامت پھر اس عالم میں آ جائیں گے تو ان کی زندگی کے لوازمات پھر وہی ہو جائیں گے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس عالم دنیا کے لوازمات کے بغیر آسمان پر حقیقی جسمانی حیات

حاصل ہے تو نبیوں اور شہیدوں کو بھی عالم برزخ میں دنیاوی لوازمات کے بغیر جسمانی حقیقی حیات حاصل ہو سکتی ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین دن پہلے جبرئیل امین علیہ السلام آپ کے پاس تیمارداری کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ نے مجھے خاص طور پر آپ ہی کے لئے بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھتا ہے کہ آپ کا کیا حال ہے اور آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو مغموم اور مکروب پاتا ہوں، دوسرا دن ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے پھر یہی آ کر عرض کی آپ نے پھر وہی جواب دیا جب تیسرا دن ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام ملک الموت کو لے کر آپ کے درِ دولت پر حاضر ہوئے اور ان دونوں کے ساتھ وہ فرشتہ بھی تھا جو ہوا میں معلق رہتا ہے جو نہ کبھی زمین پر اترا اور نہ کبھی آسمان پر چڑھا ہے اس فرشتے کا نام اسماعیل ہے اور وہ ستر ہزار فرشتوں پر حکمران ہے اور ان ستر ہزار میں سے ہر فرشتہ ستر ہزار فرشتوں پر حاکم ہے ان سب فرشتوں سے پہلے جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اپنے آپ کو کس طرح پاتے ہیں آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو مغموم اور مکروب پاتا ہوں پھر ملک الموت نے دروازے پر آ کر اجازت طلب کی، جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملک الموت آپ کے پاس آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ انہوں نے آپ سے پہلے کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریں گے۔ آپ نے جبرئیل امین علیہ السلام سے فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو، ملک الموت مکان میں داخل ہوئے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں، اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی روح قبض کروں، اور اگر آپ اجازت نہ دیں تو میں روح قبض نہ کروں۔ آپ نے ملک الموت سے فرمایا کیا تم یہ کر سکو گے اس نے عرض کی ہاں مجھے یہی حکم ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے جبرئیل امین علیہ السلام کی طرف دیکھا تو جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِكَ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے آپ نے فرمایا اے ملک الموت تجھے جس بات کا حکم ہوا ہے اس کو پورا کرو، جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی السلام علیک یارسول اللہ زمین پر میرا یہ آخری پھیرا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی بودی حاجت من از دنیا و برائے تو می آمدم بدنیا یعنی میرے دنیا میں آنے کا مقصود اور مطلوب آپ تھے میں آپ ہی کے لئے دنیا میں آتا تھا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے وفات پائی اور اہل بیت کے پاس ایک آنے والا آیا جس کی آواز سنائی دیتی تھی لیکن جسم نظر نہ آتا تھا اس نے آ کر کہا السلام علیکم یا اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ○ ہر نفس کے لئے موت ہے اور قیامت کے دن تمہیں پورا پورا اجر ملے گا اور ہر مصیبت سے صبر ہے آپ اللہ کے ساتھ بھروسہ رکھیں اور اللہ ہی سے امید رکھیں، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا جانتے ہو کہ یہ کون ہیں یہ خضر علیہ السلام ہیں۔ (طبرانی کبیر، ج ۳، ص ۱۲۹)

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے جو یہ فرمایا کہ میرا یہ دنیا میں آخری پھیرا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یارسول اللہ ﷺ چونکہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا میں کسی نئی شریعت کے احکام لے کر نازل نہیں ہوں گا۔ اگر یہ مطلب لیا جائے کہ حضور ﷺ کے بعد جبرئیل امین علیہ السلام زمین پر نازل نہیں ہوئے

تو قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ ۝ شب قدر میں فرشتے اور روح الامین نازل ہوتے ہیں، جبرئیل امین لیلۃ القدر میں بعض خوش نصیب لوگوں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں۔ اور اس کی نشانی یہ ہے کہ جس کے ساتھ وہ مصافحہ کرتے ہیں اس پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی، اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا اختتام نماز پر میں نے اسے پانی کا پیالہ پیش کیا تو اس نے کہا میں نے ابھی پیا ہے میں نے کہا تجھے پانی کس نے دیا حالانکہ اس کمرے میں میرے اور تیرے سوا کوئی تیسرا آدمی نہیں۔ اس نے کہا کہ ابھی میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا۔

وَقَالَ بِیْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ وَاُمُّكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۝ (شرح الصدور، ص ۳۳)

ترجمہ: اور مجھ سے کہا تو تیرا بھائی اور تیری والدہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور نیکوں میں سے بعد ازاں میرے بھائی نے وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملک الموت آپ کے پاس مرضِ وفات میں اس حال میں آئے کہ آپ کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تھا۔ ملک الموت نے اذن چاہا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ، ہم لوگ تمہاری طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن جانتے ہو یہ کون ہے یہ ملک الموت ہے۔ آپ نے فرمایا (اے ملک الموت) رشد کی حالت میں داخل ہو

جاؤ۔ جب ملک الموت داخل ہوئے تو انہوں نے کہا آپ کا رب آپ پر سلام کہتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ سے پہلے ملک الموت نے کسی اہل بیت کو سلام نہیں کیا اور نہ آپ کے بعد کسی اہل بیت کو سلام کرے گا۔ (خصائص کبریٰ، ج ۲، ص ۲۷۴۔ مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۵۲)

ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ آپ کا رب آپکو السلام علیک ورحمۃ اللہ کہتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو آپ کو شفائے کاملہ دوں اور کفایت کروں اور اگر آپ چاہیں تو آپ کو وفات دوں اور بخشدوں، آپ نے فرمایا میرا رب جو چاہے میرے ساتھ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں آپ ہمیشہ رہیں اور پھر جنت میں تشریف لے جائیں یا آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ رب کی ملاقات کریں اور پھر جنت میں تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں رب العزت کی ملاقات اور پھر جنت کو پسند کرتا ہوں۔ (حلبیہ، ج ۳، ص ۳۹۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن آیا تو اللہ تعالیٰ نے ملک الموت سے فرمایا کہ زمین پر میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا اور بغیر اجازت ان کے ہاں داخل نہ ہونا اور بے اجازت ان کی روح قبض نہ کرنا۔ پس ملک الموت ایک اعرابی کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آیا اور کہا السلام علیک اہل بیت نبوت و معدن الرسالت و مختلف الملائکہ مجھے اجازت دو کہ میں تم پر خداوند تعالیٰ کی رحمت لاؤں اس وقت حضرت فاطمۃ الزہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے تشریف فرماتھیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہے لہٰذا اس وقت ملاقات نہیں ہوسکتی، ملک الموت نے دوبارہ اجازت طلب کی وہی جواب سنا، تیسری مرتبہ اجازت طلب کی اور اس مرتبہ بلند آواز سے اجازت طلب کی اس آواز سے گھر کا ہر فرد لرزہ براندام ہوگیا

اس اثناء میں حضور ﷺ کو ذرا ہوش آیا اور آپ نے اپنی آنکھیں کھولیں اور دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہو رہا ہے، ساری صورتِ حال آپ کے سامنے پیش کی گئی، آپ نے فرمایا اے فاطمہ جانتی ہو یہ کون ہے یہ لذت اور شہوات کو قطع کرنے والا، جماعتوں کو جدا کرنے والا ہے عورتوں کو بیوہ کرنے والا اور بچوں کو یتیم کرنے والا ملک الموت ہے۔ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو گریہ وزاری شروع کر دی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا بیٹی روؤ نہیں تمہارے رونے سے عرش الٰہی کے اٹھانے والے فرشتے بھی رو رہے ہیں۔ پھر اپنے ہاتھوں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اشک شوئی فرمائی اور آپ کو بشارت دی کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تو مجھے آ کر ملے گی اور تو جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ پھر فرمایا کہ اے فاطمہ اپنے فرزندوں کو لاؤ آپ نے حسنین کریمین کو آپ کی بارگاہ میں پیش فرمایا۔ انہوں نے جب اپنے نانا جان کو شدید درد و کرب میں مبتلا دیکھا تو رونا شروع کر دیا اور ان کے رونے سے گھر کا ہر فرد رونے لگا۔

(مدارج النبوت، ج۲، ص۵۵۴)

جد محبوب پیارے وچھڑن کون رووے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمد جس دا نام وچھوڑا
پناہ خدا دی قسم خدا دی بُرے نہیں وقت جدائیاں
اگلے لوگ جدائیاں کولوں دیندے گئے نیں دہائیاں

ایک روایت میں ہے کہ جب ملک الموت اعرابی کی شکل میں آیا تو اس نے اندر آنے کی اجازت طلب کی پس اسے اجازت دی گئی اس نے عرض کی السلام علیک ایہا النبی خدا تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور مجھے اس نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اجازت سے آپ کی روح قبض کروں، حضور ﷺ نے فرمایا اے ملک الموت جب تک میرے پاس میرے بھائی جبرئیل امین علیہ السلام نہ آئیں اس

وقت تک میری روح کو قبض نہ کرنا اسی وقت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے جبرئیل ایسے وقت میں مجھے تنہا چھوڑتے ہو۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے لئے بشارت لایا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مالک جہنم سے فرمایا کہ آج آتش دوزخ کو سرد کر دو کہ میرے محبوب کی روح مقدسہ آسمان پر آرہی ہے، حوروں کو حکم دیا گیا کہ وہ خوب آراستہ پیراستہ ہو جائیں فرشتوں کو حکم ہوا کہ صف بستہ کھڑے ہو جائیں کہ روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم آرہی ہے اور مجھے خدا نے حکم دیا کہ زمین پر جاؤ اور میرے محبوب سے کہو کہ جنت تمام نبیوں اور امتوں پر حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت اس میں داخل نہ ہوں اور قیامت کے دن آپ کی امت کے بارے میں خدا آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ملک الموت جس بات کا تمہیں حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کرو پس ملک الموت نے آپ کی روح کو قبض کیا اور اعلیٰ علیین میں لے گئے اور یہ کہتے ہوئے گئے کہ یا محمداہ یارسول رب العالمین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آسمان سے فرشتے کی آواز سنتا تھا جو کہتا تھا وا محمداہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کی روح مقدسہ قبض ہوئی تو میں نے ایک ایسی خوشبو محسوس کی کہ اس سے بہتر خوشبو مجھے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قبض روح کے بعد میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر ہاتھ رکھا تو کئی جمعوں تک میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو آتی رہی حالانکہ میں نے اپنے ہاتھوں کو کئی بار دھویا اور ان کے ساتھ کھانا بھی تناول فرمایا۔ (مدارج النبوت، ج ۲، ص ۵۵۵۔ معارج النبوت رکن چہارم، ص ۲۳۵)

❁❁❁

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسلک ائمہ اربعہ

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

یَرْفَعُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ○

ترجمہ: اللہ تم میں سے ایمان والوں اور اہل علم کو درجوں بلند فرماتا ہے۔

ائمہ اربعہ میں امام اعظم ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت، امام مالک بن انس، امام محمد بن ادریس شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم شامل ہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:

تعارف: بعض اہل مناقب نے لکھا ہے کہ جب آپ نے اپنی زندگی کا آخری حج کیا تو خدام کعبہ کو آدھا مال دے کر اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ آپ کو اندرون کعبہ نماز پڑھنے کی اجازت دیں۔ آپ نے وہاں نصف قرآن ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا پھر دوسرا نصف دوسرے پاؤں پر اور عرض کی یا اللہ میں نے تجھے پہچانا نہیں جیسے کہ پہچاننے کا حق ہے لیکن مجھ سے عبادت کا حق ادا نہ ہوا۔ الٰہی میری مغفرت فرما دے گوشہ بیت اللہ سے آواز آئی تو نے مجھے خوب پہچانا اور خالص عبادت کی میں نے تجھے بخش دیا اور ہر اس شخص کو بخش دیا جو قیامت تک تیرے مذہب پر ہوگا۔ (الخیرات الحسان، ص ۸۴)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے جس رات وفات پائی اس رات اس نے مجھ سے پانی مانگا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ اختتام نماز پر میں نے اس کو پانی کا پیالہ پیش کیا اس نے کہا میں نے ابھی پیا ہے میں نے کہا تجھے پانی کس نے دیا ہے

حالانکہ اس کمرے میں میرے اور تیرے سوا تیسرا کوئی نہیں اس نے کہا میرے پاس جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھے پانی پلایا ہے اور مجھ سے کہا۔

اَنْتَ وَاَخُوْكَ وَاُمُّكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ ○

تو تیرا بھائی تیری والدہ ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا یعنی نبیوں صدیقوں شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ بعدازاں میرے بھائی نے وفات پائی۔ (شرح الصدور، ص ۳۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ ابونعیم فرماتے ہیں کہ میں حسن بن صالح کے پاس ان کے بھائی کے مرنے کے دن گیا وہ کچھ لے کر کھا رہے تھے اور ہنس رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا آج صبح تم نے اپنے بھائی کو دفن کیا ہے اور اب شام کو تم ہنس رہے ہو۔ انہوں نے کہا میرے بھائی پر کوئی زحمت نہیں ہے میں نے کہا وہ کیسے انہوں نے کہا میں وفات کے وقت اپنے بھائی کے پاس گیا ان سے پوچھا تم کیسے ہو انہوں نے کہا میں ان افراد میں سے ہوں جن پر اللہ نے انعام کیا اور وہ انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور یہ اچھے رفیق ہیں میں نے خیال کیا کہ وہ آیت مبارکہ کی تلاوت کر رہے ہیں میں نے ان سے کہا کیا تم آیت کی تلاوت کر رہے ہو یا تمہیں کچھ نظر آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہے میں نے کہا میں نہیں دیکھ رہا۔ انہوں نے کہا اچھا پھر انہوں نے اپنا ہاتھ اُٹھایا اور کہا یہ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ مسکرا رہے ہیں اور مجھ کو جنت کی مبارکباد دے رہے ہیں اور یہ فرشتے ہیں جو آپ کے ساتھ ہیں اور ان کے ہاتھوں میں سندس اور استبرق کے جوڑے ہیں اور یہ حور عین ہیں جو بناؤ سنگھار کیے ہوئے ہیں اور میرا انتظار کر رہی ہیں کہ میں کب ان کے پاس جاؤں یہ کہہ کر وہ

رحلت کر گئے اب جبکہ میرا بھائی اللہ کی نعمتوں میں ہے تو پھر میں غمگین کیوں ہوں۔

ابو نعیم نے کہا چند روز کے بعد میں حسن بن صالح کے پاس گیا انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کل میں نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا وہ سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے میں نے ان سے کہا کیا تم مرے نہیں انہوں نے کہا میں مرا ہوا ہوں میں نے کہا پھر یہ لباس کیسا انہوں نے کہا یہ سندس اور استبرق ہے اور اسی طرح کا لباس میرے پاس تمہارے واسطے موجود ہے میں نے ان سے کہا اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ انہوں نے کہا خدا نے میری مغفرت فرما دی ہے اور میرا اور ابو حنیفہ کا فرشتوں سے مقابلہ کیا میں نے کہا کیا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت انہوں نے کہا ہاں میں نے پوچھا ان کی منزل کہاں ہے انہوں نے کہا ہم اعلیٰ علیین کے جوار میں ہیں یہی وجہ ہے کہ ابو نعیم کہا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ تو اعلیٰ علیین میں ہیں۔

امام ابو حنیفہ کا مسلک:

آپ نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کا نام ہے "قصیدہ نعمانیہ" اس میں آپ نے یہ شعر لکھا ہے۔

أَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِكَ الْبَدْرُ اكْتَسٰی
وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بَهَاكَ

شعر میں اس کا ترجمہ یہ ہے۔

آپ ہی کے نور سے روشن ہیں یہ شمس و قمر
آپ ہی سے سارا عالم مطلع انوار ہے

اس شعر سے معلوم ہوا کہ امام اعظم کا مسلک یہ ہے کہ آفتاب اور چاند بلکہ سارا عالم آپ کے نور سے معرض وجود میں آیا ہے۔ اب سنئے کہ آپ کے اس عقیدے کی اصل کیا ہے یہ عقیدہ درج ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

حدیث:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ میرے باپ آپ پر قربان ہو جائیں مجھے خبر دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے پیدا کرنے سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا آپ نے فرمایا اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ نے چاہا سیر کرتا رہا اس وقت نہ جنت نہ لوح نہ قلم نہ دوزخ نہ فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انس کچھ بھی نہ تھا پھر جب اللہ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے پہلے حصہ سے قلم دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش پیدا کیا اور چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے حاملین عرش دوسرے سے کرسی تیسرے حصے سے باقی فرشتے پیدا کئے چوتھے حصے کے پھر چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے ساتوں آسمان دوسرے حصے سے ساتوں زمینیں تیسرے حصے سے جنت و دوزخ پیدا کر دیئے چوتھے حصے کے چار حصے کر دیئے۔ پہلے حصے سے مومنوں کی آنکھوں کا نور دوسرے حصے سے ان کے دلوں کا نور جس سے وہ اللہ کی معرفت حاصل کرتے ہیں تیسرے سے ان کے انس و محبت کا نور اور وہ توحید ہے۔ (زرقانی، ج ۱، ص ۴۶)

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ تمام اشیاء کی پیدائش سے پہلے پیدا ہونے والی چیز کا علم جانتے ہیں اور یہ علم غیب ہے نتیجہ یہ نکلا کہ صحابی رسول کا عقیدہ ہے کہ ہمارے رسول کریم ﷺ خدا کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں اور یہی ہمارا عقیدہ معلوم ہوا کہ ہمارا عقیدہ خود ساختہ نہیں بلکہ

ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابی کا عقیدہ ہے۔

معلوم ہوا کہ عرش و کرسی لوح و قلم شمس و قمر زمین آسمان فرشتے جنت و دوزخ سب مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہوئی ہے اور یہی امام اعظم کا عقیدہ ہے۔

اسلام ہے نور محمد وہ خدا کے نور سے
اس نور سے مخلوق سب پایا یہ نکتہ دور سے

قصیدہ نعمانیہ میں ایک شعر یہ بھی ہے۔

يَـا أَكْـرَمَ الثَّـقَـلَيْـنِ يَـا كَـنْـزًا لْـوَرٰى
جُـدْلِـي بِـجُـوْدِكَ وَارْضِـنِـي بِـرِضَـاكَ

اے جن وانس سے زیادہ عزت والے اے زمانے کے خزانے
مجھے اپنی سخاوت سے کچھ عطا کیجئے اور مجھے راضی کر دیجئے

اس شعر سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا سے خطاب کرنا یعنی یا محمد یارسول اللہ یا نبی اللہ کہہ کر پکارنا جائز ہے شرک نہیں ہے اور اگر اس عقیدے کی اصل معلوم کرنی ہو تو درج ذیل احادیث پر غور کریں۔

حدیث نمبرا:

محدث ابن جوزی نے لکھا ہے کہ:

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر میرے سامنے ایک پرندہ ظاہر ہوا اور ایک نرم و نازک نوجوان کی صورت اختیار کر لی (اور وہ جبرئیل امین علیہ السلام تھے) اور ان کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا جس میں دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں اور مشک سے زیادہ خوشبودار شربت تھا۔ اس نے مجھے وہ پیالہ دے کر کہا اسے پی لو میں نے اسے پی لیا پھر اس نے مجھ سے کہا سیر ہو کر پیو میں نے خوب سیر ہو کر پیا پھر اس نے کہا اور پیو میں نے اور پیا پھر اس نے اپنا ہاتھ مبارک نکال

کر میرے شکم پر پھیرا اور عرض کیا یا سید المرسلین ظہور فرمایئے یا خاتم النبیین تشریف لایئے یا رحمۃ اللعالمین قدم رنجہ فرمایئے یا نبی اللہ رونق افروز ہو جایئے یا رسول اللہ تشریف لایئے یا خیر الخلق جہاں کو منور فرمایئے پھر حضور اکرم ﷺ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوئے جہاں میں رونق افروز ہوئے اس وقت جبرئیل امین علیہ السلام نے عرض کی۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ (المیلاد النبوی، ص ۳۴)

معلوم ہوا کہ جبرئیل امین علیہ السلام جو کہ نوری فرشتوں کے سردار ہیں۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کہا اگر یہ جملہ شرکیہ ہوتا تو جبرئیل امین علیہ السلام کبھی بھی آپ کی شان میں یہ جملہ استعمال نہ کرتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضور ﷺ کو الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا نوریوں کا طریقہ ہے ناریوں کا نہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی دعوت کا انتظام فرمایا اور ایک بکری ذبح فرمائی ان کے دونوں چھوٹے لڑکوں نے بکری کو ذبح ہوتے دیکھا پھر ایک مکان کی چھت پر ایک نے دوسرے کو ذبح کر دیا ماں ذبح کرنے والے کے پیچھے دوڑی وہ بھی چھت سے گر کر فوت ہو گیا جب کھانا پک کر حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا تو جبرئیل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے بچوں کی داستان حضور ﷺ کے سامنے بیان کر دی اور کہا جب تک جابر کے دونوں بیٹے نہ آ جائیں کھانا تناول نہ فرمائیں۔ حضور ﷺ کو سخت صدمہ ہوا آپ نے جابر سے فرمایا اپنے دونوں بیٹوں کو بلاؤ تاکہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول کریں۔ اس رزق میں ان کا بھی حصہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ یہ سن کر تذبذب میں پڑ گئے انہوں نے جھوٹ سے احتراز کرتے ہوئے دونوں لاشوں کا ٹوکرہ آپ کے سامنے لا رکھا

آپ نے بچوں کی مسخ شدہ لاشیں دیکھیں تو رونے لگے آپ نے اپنی چادر ان دونوں پر ڈال دی اور آسمان کی جانب ہاتھ اُٹھا کر عرض کی اے کائنات کو عدم سے وجود میں لانے والے تیرے لطف اور کرم سے بھیک مانگتا ہوں کہ جابر کے مردہ بچوں کو زندگی عطا کر۔ حضور ﷺ نے دعا مانگی اور صحابہ نے آمین کہی ادھر دعا سے فارغ ہو کر حضور ﷺ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے دونوں کو زندہ کر دیا صحابہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ○ (جامع المعجزات، ص ۲۵۵)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

حضور ﷺ کی بارگاہ میں الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ کے الفاظ استعمال کرنا یہ صحابہ کرام کا طریقہ تھا ہم بھی آپ کو الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہتے ہیں کیونکہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو صحابہ کرام کا عقیدہ تھا۔

تصور باندھ کر دل میں تمہارا یارسول اللہ
خدا کا کر لیا گویا نظارا یارسول اللہ

دیوبندی مولوی ڈاکٹر خالد محمود مقیم مانچسٹر انگلستان نے اپنی کتاب مقام حیات میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ یہ تھا کہ حضور ﷺ کی قبر انور پر آ کر یوں پڑھتے۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ○ (مقام حیات، ص ۶۱۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے موسیٰ علیہ السلام کیا تیری یہ خواہش ہے کہ میں تیری زبان پر تمہارے کلام سے تمہارے دل میں خیالات سے تمہارے بدن میں تمہاری روح سے تمہاری آنکھوں میں نور بصارت سے تمہارے کانوں میں قوت سماع سے زیادہ قریب ہو جاؤں۔ تو اس کے لئے

کثرت سے درود یوں پڑھا کرو۔

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ ○ (مکاشفۃ القلوب، ص ۳۶)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنا حضرت کلیم اللہ کی سنت ہے اور ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں لہٰذا ہم خدا کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

حضرت ابن ابی فدیک سے مروی ہے مجھے جن حضرات سے شرف ملاقات ہوا ان میں سے بعض کو یہ فرماتے سنا کہ جو نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضری دے اور یہ آیہ کریمہ تلاوت کرے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

پھر ستر مرتبہ کہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ ○

تو اس کو فرشتہ پکار کر کہے گا اے فلاں تجھ پر بھی اللہ کی رحمت ہو اور اس کی جملہ حاجات پوری کر دی جاتی ہیں۔ (شواہد الحق، ص ۱۴۱)

یا محمد کہہ کے اٹھتا ہے وہ اپنے کام سے
ہائے کیا تسکین اسے ملتی ہے تیرے نام سے

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو یا خطاب سے پکارنا جائز ہے اور یہ عقیدہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کا ہے صحابہ کرام کا ہے بلکہ نوریوں کے سردار جبرئیل امین علیہ السلام کا عقیدہ ہے۔ الحمد للہ ہم حضور ﷺ کو یارسول اللہ ﷺ کہہ کے صحابہ کرام اور جبرئیل امین علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔

خدا کا بحرِ رحمت اس قدر کیوں جوش پہ آیا
کسی بیکس نے جب تم کو پکارا یا رسول اللہ

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ:

تعارف: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَابِتُّ لَيْلَةً اِلَّا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ۝

میں رات کو جب بھی سویا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

(حلیۃ الاولیاء، ج۶ص۳۱۷)

ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے خواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں کھڑے ہیں اور آپ کے سامنے کستوری کا ڈھیر لگا ہوا ہے لوگ آپ کے گرد جمع ہیں اور امام مالک آپ کے سامنے ہیں آپ کستوری کے ڈھیر سے ایک مٹھی بھر کر امام مالک کو دیتے جاتے ہیں اور امام مالک آگے لوگوں میں تقسیم کرتے جا رہے ہیں۔ حضرت مطرف فرماتے ہیں میں نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ کستوری سے مراد علم ہے جو امام مالک لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء، ج۶ص۳۱۷)

مسلک امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

امیر المومنین ابو جعفر منصور نے جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہے۔ امام مالک کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلے میں مباحثہ کیا جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی اس پر امام مالک نے کہا اے امیر المومنین اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی اس آیت میں تادیب کی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔

اور تعریف کی ہے ان لوگوں کو جو حضور ﷺ کے پاس آواز پست کرتے ہیں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ○

ترجمہ: جو لوگ دبی آواز سے بولا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جانچ لیا ہے ان کے دلوں کو پرہیز گاری کے لئے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

اور مذمت کی ہے اس قوم کی جو حجرہ کے باہر سے حضور ﷺ کو پکارتے ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ○

ترجمہ: اور جو لوگ آپ کے حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بیوقوف ہیں اور اگر وہ لوگ صبر کرتے یہاں تک کہ ان کی طرف خود نکلتے تو ان کے حق میں بہتر تھا۔

اور حضور ﷺ کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل وصال کے تھی امیر المومنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل ہو گئے پھر انہوں نے امام سے پوچھا میں قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ تو وسیلہ ہیں قیامت کے روز تیرا اور تیرے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا آپ نبی کریم ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کریں اور شفاعت طلب کریں اللہ حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو تیرے پاس آ جاتے پھر اللہ سے معافی مانگتے اور رسول ان کے واسطے معافی چاہتے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم فرمانے والا پاتے۔

(جوہر منظّم، ص ۶۰، ۶۴۔ الشفاء، ج ۲، ص ۳۲)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ:

امام مالک کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ برحق ہے قیامت کے دن آپ کے وسیلے سے ہماری نجات ہو گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے دلائل بکثرت موجود ہیں بلکہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وسیلے سے دعا مانگی ہے مثلاً:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اے فاطمہ بنت اسد آپ میرے لئے میری والدہ کے بعد والدہ کے قائم مقام تھیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص مبارک اتار کر کفن کے ساتھ اس کو پہنا دیا پھر آپ نے اسامہ، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور غلام اسود کو بلا کر قبر کھودنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ ان حضرات نے قبر کھودی جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے لحد تراش کر اس کی مٹی باہر نکالی جب قبر تیار ہو گئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اتر کر لیٹ گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے خود زندہ ہے اس پر موت نہیں آتی اے اللہ فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما دے اس کا صحیح جواب حضرت سہل بن عبداللہ تستری

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اہل بغداد کی نظروں سے عرصہ تک غائب رہے لوگوں نے آپ کو تلاش کیا۔ معلوم ہوا کہ آپ کو دجلہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا گیا تھا لوگ آپ کو تلاش کرتے ہوئے دجلہ کی طرف گئے ہم نے دیکھا کہ آپ پانی پر چلتے ہوئے ہماری طرف آ رہے ہیں اور کثرت سے مچھلیاں آپ کو سلام کرتی ہیں اور آپ کے ہاتھ کو چومتی ہیں۔ اس وقت نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہم نے ایک بھاری جائے نماز دیکھا وہ تخت سلیمانی کی طرح ہوا میں معلق ہو کر بچھ گیا یہ جائے نماز سبز رنگ کا تھا اور سونے چاندی سے مرصع تھا۔ اس کے اوپر دو سطریں لکھی تھیں پہلی سطر میں لکھا تھا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ○

اور دوسری سطر میں لکھا تھا۔

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ○

جب یہ جائے نماز بچھ چکی تو ہم نے دیکھا بہت سے لوگ آئے اور جائے نماز کے برابر کھڑے ہو گئے ان لوگوں کے چہروں سے بہادری اور شجاعت عیاں تھی یہ لوگ سرنگوں تھے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے اس وقت تمام حاضرین نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی جب آپ تکبیر کہتے تو حاملین عرش بھی آپ کے ساتھ تکبیر کہتے اور جب آپ تسبیح پڑھتے تو آسمان کے فرشتے آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو آپ کے لبوں سے سبز رنگ کا نور نکل کر آسمان کی طرف چلا جاتا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دعا مانگی:

اے پروردگار میں تیری بارگاہ میں تیرے حبیب اور بہترین خلائق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر دعا مانگتا ہوں کہ تو میرے مریدوں کی اور میرے

مریدوں کے مریدوں کی جو کہ میری طرف منسوب ہوں روح قبض نہ کرنا جب تک وہ توبہ نہ کرلیں۔

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں ہم سنتے تھے کہ فرشتوں کا ایک بہت گروہ آپ کی دعا پر آمین کہتا ہے جب آپ دعا ختم کر چکی تو ہم نے یہ ندا سنی تم خوش ہو جاؤ ہم نے تیری دعا قبول کر لی ہے۔

دعا کیونکر نہ ہو مقبول حضرت کے وسیلے
خدا نے آج تک ٹالا نہیں کہنا محمد کا

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

تعارف: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے مجھے سلام کیا اور مصافحہ کیا اور اپنی انگوٹھی اتار کر مجھے پہنا دی۔ میرے چچا نے اس خواب کی تعبیر یہ بیان کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آپ سے مصافحہ کرنا اس طرف اشارہ ہے کہ تم عذاب سے امن میں رہو گے ان کا اپنی انگوٹھی تمہاری انگلی میں پہنانا اس طرف اشارہ ہے کہ مشرق و مغرب میں جہاں تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام پہنچا ہے تمہارا نام بھی وہاں تک پہنچے گا۔

(تاریخ بغداد، ج۲،ص۶۰)

حضرت مزنی فرماتے ہیں میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اور آپ سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا:

مَنْ اَرَادَ مَحَبَّتِیْ وَ سُنَّتِیْ فَعَلَیْهِ بِمُحَمَّدِ بْنِ اِدْرِیْسِ الشَّافِعِیِّ الْمُطَّلَبِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ ○ (تاریخ بغداد، ج۲،ص۶۹)

جو میری محبت اور میری سنت کا ارادہ رکھتا ہے وہ محمد بن ادریس کی صحبت کو لازم کرلے وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

حضرت ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی وفات کے بعد دیکھا اور دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ انہوں نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے سونے کی کرسی پر بٹھا کر موتیوں کی بارش کی۔ (التاریخ بغداد، ج ۲، ص ۷۰)

ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور آپ سے پوچھا کہ خدا کے دین میں حجت اور دلیل کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب سائل نے کہا اس کے علاوہ کوئی اور چیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور احادیث سائل نے اس کے بعد پھر دریافت کیا اس کے علاوہ کوئی اور چیز فرمایا امت کا کسی چیز پر اجماع سائل نے پوچھا قرآن میں اس کی کوئی دلیل ہے امام صاحب کچھ سوچ میں پڑ گئے سائل نے کہا میں اس وقت جا رہا ہوں آپ خوب سوچ لیں میں تین دن کے بعد آوں گا آپ اس وقت مجھے بتلا دیں ورنہ تو اپنے قول سے رجوع فرمالیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے گھر آکر نو مرتبہ قرآن ختم کیا پھر آپ کے ذہن میں ایک آیت آئی آپ مجلس میں تشریف لے آئے تیسرے دن کے بعد وہ سائل بھی آ گیا اور کہا امید ہے آپ نے دلیل تلاش کر لی ہوگی۔ فرمایا ہاں سنو خدا فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۝

ترجمہ: اور جو مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے راستے کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور اہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بہت بُری جگہ پہنچا۔

دیکھیئے وہ آگ میں اس لئے داخل ہوگا کہ اس نے ایک فرض کو چھوڑ دیا

اور اجماع امت کے خلاف کیا سائل یہ جواب سن کر مطمئن ہو کر چلا گیا۔

(مفتاح الجنۃ، ص ۴۸)

مسلک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علی بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے سنا کہ میں امام ابوحنیفہ (کی قبر) سے برکت حاصل کرتا ہوں جب میں بغداد میں قیام پذیر ہوتا ہوں تو روزانہ آپ کی قبر کی زیارت کرتا ہوں اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور اللہ سے حاجت کا سوال کرتا ہوں تو جلد میری حاجت پوری ہو جاتی ہے۔ (مناقب کراری، ص ۱۹۹)

آپ کے اس عمل سے دو باتوں کا پتہ چلا:

(۱) بزرگان دین کی قبور کی زیارت کرنا۔

(۲) بزرگان دین کی قبور پر حاضری سے حاجات کا پورا ہونا۔

جہاں تک قبور پر حاضری کا تعلق ہے اس کی اصل درج ذیل احادیث ہیں۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کے جاتی تو بغیر پردہ کے چلے جاتی کہ ایک میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے والد ہیں لیکن جب وہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دفن ہوئے تو اب میں باقاعدہ چادر سے پردے کا اہتمام کر کے جاتی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے پتہ چلا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قبر میں زندہ سمجھتی ہیں لیکن پردہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے ایک شوہر ہے اور دوسرا باپ ہے اور دونوں سے پردہ نہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے

پردہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کو بھی زندہ تصور کرتی ہیں کیونکہ پردہ زندوں سے کیا جاتا ہے مردوں سے نہیں۔

ابن عساکر نے بسند جید حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں ملک شام اپنے گھر میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال یہ کیا جفا ہے کہ تو ہماری زیارت کو نہیں آتا۔ آپ غمزدہ ہو کر بیدار ہوئے اپنی سواری پر سوار ہوئے اور عازم مدینہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر حاضری دی اور زاروقطار رونے لگے اور اپنے رخسار قبر شریف پر ملتے تھے۔ اتنے میں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم تشریف لے آئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو سینے سے لگایا اور چوما ان دونوں نے کہا ہم آپ سے وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں دیا کرتے تھے۔ مسجد کی چھت پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ اسی مقام پر کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کہا تو مدینہ میں گونج پیدا ہوئی جب اشھد ان لا الہ الا اللہ کہا تو اس گونج میں اور بھی اضافہ ہوا جب کہا اشھد ان محمد رسول اللہ تو پردہ دار خواتین باہر نکل آئیں اور کہنے لگیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دن سے زیادہ لوگ کبھی نہیں روئے۔ (نور الایمان، ص ۱۵۔ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۵۹)

تین مقامات ایسے ہیں جہاں روزانہ ستر ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عرش کے دائیں طرف نور کی ایک نہر ہے جو ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں اور ساتوں سمندروں کے برابر ہے ہر صبح جبریل امین علیہ السلام اس میں داخل ہوتے ہیں اور غسل کرتے ہیں ان کے نور میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ حسن و جمال بڑھ جاتا ہے پھر نہر سے باہر آ کر اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں جن سے ہزاروں قطرے گرتے ہیں اور ہر قطرے سے خدا

تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔ ان میں ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے کعبہ پر نازل ہوتے ہیں اور قیامت تک وہ واپس لوٹ کر نہیں آتے۔ (تفسیر کبیر، ج ۵، ص ۲۹۳)

ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوا کعب نے کہا کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ اس میں آفتاب طلوع کرتا ہو اور ستر ہزار فرشتے نہ اترتے ہوں یعنی روزانہ صبح کے وقت اتنے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو گھیر لیتے ہیں اور انوار قبر سے برکت حاصل کرتے ہیں اور بازو پھیلا دیتے ہیں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں یہاں تک کہ جب شام ہو جاتی ہے تو یہ فرشتے آسمان پر چلے جاتے ہیں اور اتنے ہی فرشتے اور آ جاتے ہیں اور صبح تک یہی کام کرتے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ قیامت کے دن آپ اپنی قبر سے باہر تشریف لائیں گے اور ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔ (باب الکرامات، مشکوٰۃ)

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زلف و رخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

اب جہاں تک بزرگان دین کی قبور سے حاجات کے پورا ہونے کا تعلق ہے اس کے متعلق گزارش ہے کہ حدیث میں آتا ہے کہ:

مالک الدار جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں پر قحط آ گیا ایک شخص یعنی بلال بن حارث

مزنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر گیا اور عرض کی:

یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا عمر کے پاس جاؤ ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہو گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج:۱۲، ص ۳۲)

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی البدایہ والنھایہ ج:۷، ص ۹۱ پر نقل کر کے کہا ہے وھذا اسناد صحیح اس حدیث کی سند صحیح ہے جس سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جا کر حاجت روائی کی درخواست کرنا اور دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

حضرت ابوالجوزا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ اہل مدینہ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاؤ اور حجرۂ قبر کی چھت میں روشندان کھولدو کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا اور خوب بارش ہوئی یہاں تک کہ گھاس اُگ آئی اور اونٹ فربہ ہو گئے اس سال کا نام ارزانی کا سال رکھا گیا۔

(باب الکرامات مشکوٰۃ)

نہ انکار کریں اج ساقی اج موسم بڑا سہانا
مستی دا اج مہینہ برسا دے نہیں پیاس دا کوئی ٹھکانہ
تیرے کول شراب پرانی میرا روگ وی بہت پرانا
ساقی ہس ہس ٹال نہ سانوں اساں پیتیاں باجھ نہیں جانا

اس کی شرح میں ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ جب قبر اور

آسمان کے درمیان چھت کا حجاب ہٹ گیا تو آسمان نے قبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا اور اس کے رونے سے وادیاں بہنے لگیں اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے کہ زمین و آسمان روتے ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ ○

ترجمہ: فرعونیوں پر زمین و آسمان نہیں روئے۔

معلوم ہوا کہ زمین و آسمان روتے ہیں لیکن کافروں کی موت پر نہیں وہ تو مومنوں کی موت پر روتے ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت انس بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَامِنْ اِنْسَانٍ اِلَّا وَلَهٗ بَابَانِ فِي السَّمَاءِ بَابٌ يَصْعَدُ عَمَلُهٗ فِيْهِ وَبَابٌ يَنْزِلُ مِنْهُ رِزْقُهٗ فَاِذَا مَاتَ الْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ بَكَيَا عَلَيْهِ ○ (شرح الصدور، ص ۴۱)

ہر انسان کے لئے آسمان میں دو دروازے ہیں ایک دروازے سے اس کے اعمال آسمان پر جاتے ہیں اور ایک دروازے سے اس کا رزق نازل ہوتا ہے جب بندہ مومن وفات پا جاتا ہے تو وہ دونوں دروازے اس پر روتے ہیں اور ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ:

مَامِنْ مُؤْمِنٍ يَمُوْتُ اِلَّا تَبْكِيْ عَلَيْهِ الْاَرْضُ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا ○

(شرح الصدور، ص ۴۱)

ترجمہ: جب مومن مرجاتا ہے تو زمین اس پر چالیس روز تک روتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی ہمارے پاس آیا اور وہ مزار پُر انوار پر گر پڑا اور قبر انور کی خاک پاک کو اپنے سر میں ڈالا اور عرض کرنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ نے فرمایا ہم نے سنا آپ نے جو اپنے رب سے سیکھا وہ ہم نے آپ سے سیکھا اسی میں یہ آیت بھی ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا○

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جب بھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو آپ کے پاس حاضر ہوں پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کر دیں تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

میں نے اپنی جان پر بڑے ظلم کیے ہیں اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اے سراپا شفقت میرے لئے میری مغفرت کی دعا فرمایئے۔

فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ اَنَّهُ قَدْ غُفِرَ لَكَ○

ترجمہ: مرقد منور سے آواز آئی تجھے بخش دیا گیا۔ (تفسیر قرطبی آیت مذکورہ)

وہ اعرابی مغفرت کی حاجت لے کر آیا تھا جو پوری ہو گئی۔

مولوی عبدالحلیم والد مولوی عبدالحی لکھنوی نے کفایۃ الشعبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جنت کے دروازے کی چوکھٹ اور حورالعین کو بوسہ دوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اپنی والدہ کے قدم اور اپنے باپ کی پیشانی کو چوم لو عرض کی یارسول اللہ ﷺ اگر میرے والدین زندہ نہ ہوں تو فرمایا ان کی قبروں کو چوم لو عرض کی اگر ان کی قبریں نہ ہوں تو فرمایا زمین پر دو خط کھینچ لو اور نیت کرو کہ ایک تمہاری والدہ کی قبر ہے دوسرا خط تمہارے والد کی قبر ہے۔ ان دونوں کو چوم لو تمہاری قسم نہ ٹوٹے گی۔

(نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمان، ص ۶)

اب ذرا مخالفین کے گھر کے دو حوالے ملاحظہ فرمائیں جو قبر سے حاجت روائی کے بارے میں ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

مولوی معین الدین حضرت مولانا یعقوب کے بڑے صاحبزادے تھے وہ حضرت مولانا (یعقوب) کی کرامت جو بعد وفات واقع ہوئی بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے کر باندھ لیتا اسے ہی آرام آجاتا بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب ہی قبر پر مٹی ڈالی جائے تب ہی ختم کئی مرتبہ مٹی ڈال چکا پریشان ہو کر ایک مرتبہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت ہو گئی یاد رکھو اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیو لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر سے گزریں گے بس اسی دن سے کسی کو آرام نہ ہوا جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دی۔ (حکایات اولیاء، ص ۳۷۵)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ:

(۱) مولوی یعقوب کی قبر کی مٹی سے بیماروں کی یہ حاجت روائی ہوتی کہ ان کو آرام آجاتا۔

(۲) صاحبزادہ نے اپنے باپ کو خطاب اس لئے کیا کہ وہ اپنے باپ کو زندہ سمجھتا تھا پھر نبی بطریق اولیٰ زندہ ہے۔

(۳) صاحب قبر کا اختیار دیکھئے پہلے قبر کی مٹی میں تاثیر شفا پیدا فرما دی پھر بیٹے کی رضا کے پیش نظر اس تاثیر کو سلب کر لیا لیکن نبی کریم ﷺ کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ:

جس کا نام محمد یا علی وہ چیز کا مختار نہیں
دیوبندیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض امن غیروں پہ اپنی خبر نہیں

مولوی اسماعیل دہلوی کے پیرو مرشد سید احمد بریلوی کے بھانجے اور خلیفہ سید محمد علی نے سفر حج کے دوران کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ:

اسی اثناء میں آدھی رات کے وقت ہم لوگ وادیٔ سرف میں جہاں ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے پہنچے اتفاق کی بات کہ اس دن میں بالکل بھوکا تھا اور جب صبح آنکھ کھلی تو بھوک سے بالکل بے دم ہو چکا تھا میرے چہرے کا چاند گہنا چکا تھا صرف ایک روٹی کے حصول کے لئے ہر کسی کے پاس دوڑا مگر کہیں سے مطلوب حاصل نہ ہوا مجبور ہو کر ام المومنین کے روضہ پر حاضری دی اور آپ کی:

''قبر انور سے رزق کی بھیک مانگی''

اور کہا اے میری دادی جان میں آپ کا مہمان ہوں کھانے کے لئے کوئی چیز عنایت فرمائیں۔ پھر میں نے سلام عرض کیا سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب آپ کی روح کو پہنچایا میں نے آپ کی قبر انور پر اپنا سر رکھا ناگاہ اللہ تعالیٰ نے انگوروں کے دو خوشے میرے ہاتھوں میں ڈال دیئے عجب تماشہ ان دنوں موسم سرما تھا اور کسی جگہ تازہ انگور دستیاب نہ تھے۔ انتہائی حیرت ہوئی ان انگوروں میں سے کچھ وہیں کھائے اور کچھ حجرہ مقدسہ سے باہر جا کر تقسیم کیئے۔ (مخزن احمدی، ص ۹۹)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حاجت روائی کے لئے خدا کے برگزیدہ بندوں کی قبور پر جانا جائز ہے۔

(۲) وفات یافتہ کی روح کو قرآن پڑھ کر ایصال ثواب کرنا جائز ہے یہ ثواب صاحب مزار کو پہنچتا بھی ہے اور اس کو فائدہ بھی ہوتا ہے۔

(۳) اولیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور مزار پر حاضر ہونے والوں کی مدد کر سکتے ہیں ان کی آواز سنتے ہیں۔

(۴) اولیاء کرام مزارات سے اللہ کے حضور دعا مانگتے ہیں تو خدا ان کی دعا قبول فرماتا ہے کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے لَئِنْ سَأَلَنِی لَأُعْطِیَنَّهٗ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا کروں گا۔

(۵) جب نبی کریم ﷺ کی زوجہ مقدسہ کے مزار سے حاجت روائی ہو سکتی ہے تو پھر نبی کریم ﷺ کی قبر انور کا کیا مقام ہوگا۔

(۶) یہ ہماری حقانیت کی ایک واضح دلیل ہے کہ عقیدہ ہمارا ہے اور ثابت ہو رہا ہے مخالفین کی کتابوں سے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ:

تعارف: حضرت سلمہ شبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم خلیفہ معتصم کے زمانے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک بزرگ نے آ کر سلام کیا پھر پوچھا تم میں سے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کون ہے ہم خاموش رہے اور امام صاحب نے فرمایا میں یہاں ہوں تجھے کیا کام ہے کہا میں آپ کے پاس بارہ سو میل کے فاصلے سے آیا ہوں اور میں نے بری اور بحری فاصلہ طے کیا ہے میں جمعرات کو سویا ہوا تھا خواب میں ایک آنے والا آیا اور مجھے کہا کیا تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا ہے میں نے کہا میں نہیں جانتا اس نے کہا بغداد میں جا اور ان کے بارے میں پوچھ جب ان سے تری ملاقات ہو تو ان سے کہہ تجھے خضر علیہ السلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ عَنْكَ رَاضٍ وَمَلَائِكَةُ سَمٰوٰتِهٖ عَنْكَ رَاضُوْنَ وَمَلَائِكَةُ اَرْضِهٖ عَنْكَ رَاضُوْنَ○ (ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۵۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۱)

ابوبکر مروزی فرماتے ہیں میں نے خواب میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو

اس حال میں دیکھا کہ آپ نے دو صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور سر پر ایک ایسا تاج تھا کہ جس کے آٹھ کونے تھے اور ہر کونے پر ایک چمکدار یاقوت ہے اور پاؤں میں موتی کا جوتا ہے جس کے تسمے سبز زبرجد کے ہیں میں نے امام صاحب سے پوچھا یہ مقام خدا نے کیسے دیا فرمایا قرآن کو مخلوق نہ کہنے کی بنا پر۔

(ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۵)

ایک بزرگ کہتے ہیں میں نے اپنے ایک شہید بھائی کو خواب میں دیکھا اس رات امام احمد کا انتقال ہوا میں نے ان سے کہا کیا تو شہید نہیں ہو گیا اب کیسے آنا ہو گیا اس نے کہا:

اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الشُّهَدَاءَ وَاَهْلَ السَّمَاءِ اَنْ يَحْضُرُوْا جَنَازَةَ اَحْمَدٍ ۝

(ابن عساکر، ج ۲، ص ۴۸)

ترجمہ: خدا تعالیٰ نے شہیدوں اور آسمان والوں کو امام احمد کے جنازہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ آٹھ ہزار مردوں اور ساٹھ ہزار عورتوں نے پڑھی اور آپ کی نماز جنازہ کے منظر کو دیکھ کر بیس ہزار یہود و نصاریٰ اور مجوسی مسلمان ہوئے۔

(ابن عساکر، ج ۳، ص ۴۸۔ تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۲)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا خدا نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا خدا نے میری مغفرت فرما دی اور فرمایا تیرے چہرے کو میرے راستے میں مارا گیا ہے اب جب چاہو میرا دیدار کر لیا کرو۔

(تاریخ بغداد، ج ۴، ص ۴۲۱۔ ابن عساکر، ج ۲، ص ۵۱)

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک پکڑ کر اپنے منہ اور اپنی آنکھوں پر رکھا بلکہ:

يَخْمِسَ مَافِي الْمَاءِ وَيَشْرَبُهٗ يَسْتَشْفِي بِهٖ ○

امام صاحب موئے مبارک کو پانی میں ڈال کر حرکت دیتے جب موئے مبارک سے پانی لگ جاتا تھا تو پھر وہ پانی پی لیتے تھے تاکہ مجھے اس سے شفا مل جائے بیماری دور ہو جائے مشکل حل ہو جائے۔

ایک اور روایت میں یوں آیا ہے کہ عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں۔

میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرک والا پیالہ آپ کے پاس موجود تھا۔ آپ نے اس کو دھو کر اس میں پانی ڈال کر نوش فرمایا۔

(سید اعلام النبلاء، ج۹، ص ۴۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات شفا دیتے ہیں بیماریاں دور کر دیتے ہیں مشکلات کو دور کر دیتے ہیں اور اس کی اصل کے لئے درج ذیل دلائل کا مطالعہ کریں۔

دلیل اول:

خدا تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ آيَةَ مُلْكِهٖ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوْسٰى وَآلُ هَارُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ اِنَّ فِيْ ذَالِكَ لَآيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○

ترجمہ: بنی اسرائیل کے نبی نے ان سے فرمایا اس کی بادشاہی کی یہ نشانی ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آئے گا جس میں تمہارے رب کی طرف سے تسکین ہے اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہیں اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے اور اس میں تمہارے لئے عظیم نشانی ہے اگر تم مومن ہو۔

یہ صندوق شمشاد کی لکڑی کا تین ہاتھ لمبا اور دو ہاتھ چوڑا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں انبیاء کی تصاویر تھیں اور یہ وراثۃً منتقل ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ آپ کے بعد یہ بنی اسرائیل کے پاس رہا اس وقت اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کپڑے اور نعلین اور حضرت ہارون کا عمامہ اور عصا اور چند ٹکڑے الواح کے تھے۔ بنی اسرائیل کا طریقہ یہ تھا کہ اس صندوق کو لڑائی کے وقت ادب سے آگے رکھتے تھے اور ان کو اس کی برکت سے فتح حاصل ہوتی تھی جب ان کو کوئی حاجت پیش آتی تو وہ ان کو سامنے رکھ کر دعا مانگتے ان کی حاجت پوری ہو جاتی تھی اور یہ سب کچھ برکت تھی ان دونوں نبیوں کے تبرکات کی۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام کے تبرکات حاجت روا اور مشکل کشا ہوتے ہیں۔ اب آیئے امام الانبیاء کے تبرکات کی حاجت روائی اور مشکل کشائی ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر ۲:

حضرت عثمان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھ کو پانی کا پیالہ دے کر ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا اور میری بیوی کی عادت یہ تھی کہ جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ پانی برتن میں ڈالکر حضرت ام سلمہ کے پاس بھیج دیا کرتی کیوں کہ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک تھا جو چاندی کی نلی میں رکھا ہوا تھا وہ اس کو نکالتیں اور پانی میں ڈال کر ہلا

دیتیں اور مریض وہ پانی پی لیتا جس سے اس کو شفا ہو جاتی۔ (مشکوٰۃ، ص ۳۹۱)

دلیل نمبر ۳:

جس دن جنگ یرموک ہوئی حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی گم ہو گئی۔ آپ نے احباب سے فرمایا میری ٹوپی تلاش کرو انہوں نے تلاش کی مگر نہ ملی فرمایا پھر تلاش کرو انہوں نے تلاش کی تو مل گئی دیکھا تو وہ ایک پرانی ٹوپی تھی۔ حضرت خالد نے فرمایا نبی کریم ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا اور آپ نے حجامت بنوائی سر کے دونوں طرفوں کے بال لوگوں نے لے لئے اور پیشانی کے بال میں نے حاصل کر کے اس ٹوپی میں رکھ لئے ان بالوں کی برکت سے مجھے ہر جنگ میں فتح ہوئی۔

(طبرانی کبیر، ج ۴، ص ۱۰۴)

دلیل نمبر ۴:

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے تیار کی ہے اور آپ ﷺ کے لئے لائی ہوں۔ آپ ﷺ نے قبول فرمائی اور بطور تہ بند باندھ کر ہماری طرف تشریف لائے۔ ایک صحابی نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ چادر مجھے پہنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بہت اچھا چنانچہ آپ ﷺ مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے پھر واپس آئے تو چادر لپٹی ہوئی آپ ﷺ کے پاس تھی۔ آپ نے اس سائل صحابی کو دے دی۔ صحابہ کرام نے اس سائل صحابی سے فرمایا تو نے چادر کا سوال کر کے اچھا نہیں کیا حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی کے سوال کو رد نہیں کرتے۔

ہم بھکاری وہ کریم ان کا خدا ان سے فزوں

اور نہ کہنا نہیں عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چادر کی ضرورت تھی اس سائل صحابی نے کہا:

وَاللّٰهِ مَاسَأَلْتُهَا اِلَّا لِتَكُوْنَ كَفَنِيْ يَوْمَ اَمُوْتُ قَالَ سُهَيْلٌ فَكَانَتْ كَفَنَهٗ○

خدا کی قسم میں نے صرف اس لئے چادر مانگی ہے کہ وفات کے دن اس کو کفن بناؤں گا۔ حضرت سہیل فرماتے وہ چادر اس کا کفن بنی۔

(بخاری شریف، ج۲، ص۸۶۵)

صحابی رسول نے اس چادر کو اپنا کفن کیوں بنایا اس کے لئے یہ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت تمیم داری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بارش میں نے روم کے شہر انطاکیہ میں ہوتی دیکھی ہے اتنی بارش اور کسی شہر میں ہوتی نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں غاروں میں سے ایک غار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا، تورات الواح کے ٹکڑے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا دسترخوان ہے جب بادل اس غار کے اوپر آتا ہے تو اپنی ساری برکت نازل کر دیتا ہے۔ (تاریخ بغداد، ج۹، ص۴۷۱)

جہاں حصرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے تبرکات ہوں وہاں تو برکات کا نزول ہوتا ہے اور جس قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر صحابی کا کفن بنی ہو اس قبر میں کتنی برکات نازل ہوتی ہوں گی۔

دلیل نمبر۶:

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا انتقال ہوا تو نبی پاک ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا انہیں بیری کے پانی

سے غسل دینا اور آخری مرتبہ کافور ملا کر غسل دینا پھر جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے اطلاع کر دینا چنانچہ جب ہم فارغ ہوئے تو ہم نے آپ کو اطلاع کر دی۔ آپ نے اپنا تہ بند ہمیں دیا اور فرمایا اس کو اس کے جسم سے ملا دینا چنانچہ ہم نے ملا دیا۔ (بخاری کتاب الجنائز)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی چادر اس لئے عطا فرمائی کہ اس کی برکت سے خدا میری صاحبزادی کی قبر کی مشکل آسان فرما دے گا اور نبی کے تبرکات کے بارے میں ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا ہمارا عقیدہ نبیوں والا ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم کے ساتھ لگنے والی قمیص میں اتنی برکت ہے کہ وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں پر رکھا گیا تو بینائی واپس آ گئی تو ہمارے نبی کریم ﷺ کے تہ بند میں کتنی برکات ہوں گی۔

اب تک کی بحث سے ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کے تبرکات مشکل کشا ہوتے ہیں حاجت روا ہوتے ہیں ان سے بیماروں کو شفا ملتی ہے آنکھوں میں نورانیت کا دریا جاری ہو جاتا ہے مصائب و آلام میں تبرکات دافع بلا ثابت ہوتے ہیں ان کی بروکت سے جنگوں میں فتح و نصرت ہوتی ہے جیسے کہ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو حضور ﷺ کے بالوں کی برکت سے کامیابی ہوتی تھی۔

یہ غازی یہ تیرے پُر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

❁❁❁